ریزہ ریزہ آفتاب
علیم الحق حقی

خواب دیکھنا بھی شاید انسان کی ضرورت ہے۔ یہ خواب ہی تو ہیں جو ہمیں اپنی تعبیر کی جستجو میں کسی ایسے بلند مقام و مرتبے تک پہنچا دیتے ہیں جو ہر کسی کا نصیب نہیں ہوتا۔

وہ بھی لڑکپن سے ایک خواب دیکھتا آیا تھا جس کی تعبیر اپنی آنکھوں سے دیکھنا اس کی زندگی کا مقصد تھا۔ وہ ایک ایسی شاہکار فلم بنانا چاہتا تھا جو ہر اعتبار سے یادگار رہے۔ وہ شاعر بھی تھا اور کہانی نویس بھی۔ جب اس کی لکھی ہوئی کہانی کسی فلم ساز و ہدایت کار کے لئے قابل قبول نہ ہوئی تو وہ ہدایت کار بھی بن گیا لیکن اس کے خواب کی تعبیر پھر بھی اس سے کوسوں دور کھڑی مسکراتی رہی۔ وہ ایک مرحلہ طے کرتا تو دوسرا جلد سوز مرحلہ سامنے آجاتا۔ بالآخر وہ وقت بھی آیا جب اس کے خواب نے حقیقت کا روپ دھارنا شروع کر دیا۔

فن اور فن کار کے حوالے سے علیم الحق حقی کی زیر نظر کہانی ان شیشہ مزاج اور آشفتہ سر تخلیق کاروں کی زندگی کے ایسے پہلوؤں پر خصوصی روشنی ڈالتی ہے جو ان کی تخلیق سے لطف اندوز ہونے والوں کی آنکھ سے اکثر اوجھل ہی رہتے ہیں۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

جو تار سے نکلی ہے وہ دُھن سب نے سُنی ہے
جو ساز پہ گُزری ہے وہ کِس دل کو پتا ہے

سنسر سرٹیفکیٹ کا عکس ہٹتے ہی اسکرین پر تاریکی چھا گئی۔ وہ تاریکی ایسی تھی کہ سفید اسکرین پر پوری طرح حاوی ہوگئی تھی۔ وہ گھپ اندھیرا تھا۔ فلم شو کے دوران اچانک لائٹ چلی جائے، تب بھی اسکرین تو نظر آتا ہی ہے لیکن وہاں تو کیمرے کی نگاہ بیکراں تاریکیوں سے الجھ کر گویا روشنی کی ایک چھوٹی سی کرن کی جستجو کر رہی تھی۔

ہفت روزہ فلم اسکرین کا ایڈیٹر دانش اپنے صحافی دوست سلیم سے باتیں کرتے کرتے یک لخت خاموش ہوگیا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی فلم دیکھنے والا

ہے۔ اس نے اس احساس کو ذہن سے جھٹک کر اسکرین سے نظر ہٹانا چاہی۔ اسے یاد بھی نہیں رہا تھا کہ چند لمحے پہلے سلیم اس سے کیا پوچھ رہا تھا لیکن اسکرین سے نظر ہٹانا آسان نہیں تھا۔ بہت کوشش کے بعد اس نے برابر بیٹھے ہوئے سلیم کو دیکھا۔ وہ جیسے کسی ٹرانس میں تھا۔ اس نے سلیم کے اس طرف اور پھر پیچھے دیکھا۔ سب لوگ اسے چوکنا بیٹھے نظر آئے۔ جسموں میں تناؤ تھا اور نظریں اسکرین پر تھیں۔ گیلری کی فضا میں جیسے برقی کرنٹ دوڑ رہا تھا۔ تناؤ بے حد نمایاں تھا۔ اس دوران میں اس کی سماعت اسکرین پر بھی مرکوز رہی تھی۔ سینما میں تو ویسے بھی سناٹا ہی تھا!

ہوا کی سرسراہٹ نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ ہڑبڑا کر اسکرین کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اسے ڈر تھا کہ منظر نکل نہ گیا ہو لیکن اسکرین پر وہی گھپ اندھیرا تھا۔ ہوا کی سرسراہٹ اسی اندھیرے کی آواز لگ رہی تھی، جیسے وہ روشنی کی بھیک مانگ رہا ہو اور ہوا کی وہ سرسراہٹ بتدریج بلند آہنگ ہوتی جا رہی تھی۔

پھر کیمرے کی آنکھ گویا اندھیرے سے ہم آہنگ ہونے کے مرحلے میں داخل ہوگئی۔ تاریکی بتدریج لیکن بہت آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ اچانک اسکرین کے بالائی حصے پر ایک نقطہ نمودار ہوا اور اسکرین پر روشنی کی لکیر سی کھنچ گئی۔ ساتھ ہی دائیں جانب سے ایک متحرک ہیولا پرواز کرتا ہوا سامنے آیا۔ اسکرین کے وسط پر پہنچ کر دہ ساکت ہوگیا۔

اب پورا منظر ساکت تھا!

دانش نے ہیولے کو غور سے دیکھا۔ وہ فاختہ سے مشابہ تھا۔ پھر اس فاختہ کے پروں کے درمیان سے سفید حروف بڑھتے چلے آئے۔ تاریک پس منظر میں وہ حروف نورانی ہونے کا تاثر دے رہے تھے...... آ...... ز...... ا...... د...... ی۔ ساتھ ہی پس منظر سے بہت سی آوازوں نے ہم آہنگ ہو کر آزادی۔ آزادی کا کورس شروع کر دیا۔

دانش کے منہ سے بے ساختہ کلمۂ تحسین نکل گیا۔ پوری گیلری گہری سانسوں کی آواز اور پھر سکوت سے بھر گئی۔ دیکھنے والوں نے جیسے گہری سانس لینے کے بعد سانسیں روک لی

تھیں۔ دانش کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی ایک بڑی فلم دیکھ رہا ہے۔ اس نے کن انکھیوں سے سلیم کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مبہوت بیٹھا تھا۔

منظر اب بھی غیر واضح تھا لیکن ایک لمحے کے بعد اس کا سکوت ٹوٹا اور وہ پھر متحرک ہوا۔ پرندہ پرواز کرتا ہوا اسکرین کے بائیں پہلو سے نکل کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اسی لمحے پس منظر سے کئی فائروں کی آواز ابھری لیکن پروں کی پھڑ پھڑاہٹ اس پر غالب تھی۔

''واہ...... بے شک آزادی کو مجروح تو کیا جا سکتا ہے لیکن دنیا کی کوئی طاقت اسے ختم نہیں کر سکتی۔ کبھی نہیں۔'' اس نے بے ساختہ تبصرہ کیا۔

''خاموشی سے فلم دیکھو یار۔'' سلیم نے ترش لہجے میں اسے ٹوکا۔

اب اسکرین کے بالائی حصے پر سرخ روشن نقطے نمودار ہو رہے تھے۔ وہ نقطے ایک دوسرے میں مدغم ہونے لگے۔ ہوا کی سرسراہٹ بڑھ گئی۔ شاٹ ابھی تک کٹ نہیں ہوا تھا۔ سیلولائیڈ جیسے روانی سے بہہ رہا تھا۔

دانش ایک فلمی پرچے کا ایڈیٹر تھا۔ فلم کے بارے میں اس کی نظر اور ناقدانہ صلاحیتوں کا اعتراف پوری فلم انڈسٹری کو تھا۔ فلم کے آرٹ سے اسے عشق تھا۔ اس میدان میں اس کی سمجھ بوجھ کم نہیں تھی۔ کچھ نظر نہ آنے کے باوجود سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک لانگ شاٹ ہے اور کسی وسیع و عریض منظر کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

اب اسکرین پر سرخ رنگ چھایا ہوا تھا۔ وہ رنگ ساکت نہیں تھا۔ بلکہ لہریں لے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سمندر پر شفق اتر آئی ہے۔ پس منظر سے ابھرتی ہوئی ہوا کی سنسناہٹ شدت اختیار کر رہی تھی۔ پھر سرخ رنگ تحلیل ہوتے ہوتے خاکستری رنگت اختیار کر گیا۔ اب منظر پوری طرح سامنے تھا۔ وہ ریگستان کا منظر تھا، جس کے ٹیلوں اور ناہموار ریت سے ڈائریکٹر نے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔ اسے بہت خوب صورتی سے پردۂ سیمیں پر منتقل کیا گیا تھا۔

فلم کے کریڈٹ ٹائٹل شروع ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

تصویر کائناتی مضطرب انداز میں گیلری کے باہر ٹہل رہا تھا۔ دو باوردی پولیس مین دائیں بائیں، سائے کی طرح اس کے ساتھ لگے ہوئے تھے لیکن اسے ان کی موجودگی کا احساس تک نہیں تھا۔ اس وقت وہ ہمہ تن سماعت تھا۔ ہال کے اندر سے موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ جانتا تھا کہ وہ فلم کا تھیم سانگ ہے۔ وہ گانا اسی نے ریکارڈ کرایا تھا۔

دونوں پولیس والوں کے چہروں پر تناؤ تھا۔ دو پھول والا پولیس افسر تو بے حد اعصاب کشیدہ دکھائی دے رہا تھا ''مسٹر کائناتی، مجھے آپ کو کتنی بار یاد دلانا ہو گا کہ آپ یہاں فلم دیکھنے آئے ہیں۔''

اس نے مہذبانہ انداز میں کہا۔ لیکن اپنے لہجے کی تلخی وہ چھپا نہیں سکا ''یہ آپ کی آخری خواہش ہے۔''

''یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔'' تصویر کائناتی نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

''تو پھر اندر چلئے نا۔ فلم شروع ہو چکی ہے۔''

''فلم ابھی شروع نہیں ہوئی ہے انسپکٹر۔ اس فلم کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔''

انسپکٹر نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا ''ابھی دروازہ کھلا تھا تو اسکرین مجھے نظر آیا تھا۔ فلم شروع ہو چکی ہے جناب۔ دیکھیں، آپ میری پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ میری ذمے داری ہیں۔ مجھے تو افسوس ہے کہ یہ ڈیوٹی میرے ذمے لگی۔''

''اوہ...... تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہیں جل دے کر نکل بھاگوں گا۔'' تصویر نے مسکراتے ہوئے کہا ''بے فکر رہو۔ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔''

''آپ سمجھ ہی نہیں سکتے۔'' انسپکٹر نے گہری سانس لے کر کہا ''بات صرف بھاگنے کی نہیں، اس ذمے داری کو بے شمار خدشات لاحق ہیں۔ آپ چلیے نا۔''

''بس ابھی چلتے ہیں۔ چند لمحے اور صبر کر لو۔'' تصویر نے کہا۔ انسپکٹر کچھ کہنا چاہتا تھا

لیکن کچھ سوچ کر اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

تصویر کائناتی جانتا تھا کہ اس کی زندگی کا محض ایک دن باقی رہ گیا ہے۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ اسے موت سے قریب تر کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک معصوم اور حسین لڑکی کا قاتل ہے۔ لیکن اس نے خود اپنے جرم کا اعتراف کیا تھا۔ نتیجہ یہ کہ وہ سزائے موت کا مستحق قرار پایا تھا۔ اگلے روز اسے سزائے موت دی جانے والی تھی۔ اس لحاظ سے یہ ایک غیر معمولی بات تھی کہ وہ یہاں سینما میں موجود تھا۔ اسے ان دو پولیس والوں کی ذمے داری میں دیا گیا تھا اور اب وہ بے چارے بہت پریشان تھے۔

اس سے اس کی آخری خواہش پوچھی گئی تھی اور اس نے نہایت اطمینان سے کہہ دیا تھا کہ وہ فلم آزادی کا پریمیر شو دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی شخصیت، کردار، عدالت اور قانون سے اس کے تعاون اور خاندانی پس منظر کی وجہ سے اسے قانونی طور پر یہ سہولت فراہم کر دی گئی تھی۔ اب وہ مضطرب تھا کیونکہ یہ اس کی زندگی کے سب سے بڑے خواب کی تعبیر کا دن تھا۔ یہ الگ بات کہ تعبیر صرف اس کی نہیں رہی تھی۔ وہ تو اپنا خواب ہی کسی اور کے سپرد کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اسی لئے فلم شروع ہونے کے باوجود وہ اندر نہیں گیا تھا۔ وہ آزادی کے ٹائٹل پر بطور ہدایت کار کامران سعید کا نام نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

''اب چلئے بھی۔'' انسپکٹر نے اس سے کہا۔ اس کے اعصاب جواب دے رہے تھے۔ ایک قاتل...... سزائے موت پانے والے مجرم پر وہ کیسے اعتبار کر سکتا تھا، جس کی زندگی ریاست کی...... قانون کی امانت تھی۔ یہ بات اسے مشکوک کرنے کے لئے کافی تھی کہ مجرم نے جو فلم دیکھنے کی آخری خواہش کی تھی وہ شروع ہو چکی تھی۔ مگر مجرم اندر جانے...... فلم دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ خدا جانے کیا منصوبہ ہوگا اس کے ذہن میں۔

''بس چلتے ہیں۔'' تصویر کائناتی نے جواب دیا۔ اسی لمحے اسے احساس ہوا کہ تھیم سانگ ختم ہو گیا ہے۔ یعنی کریڈٹ ٹائٹل دکھائے جا چکے ہیں۔ ''آؤ'' اس نے کہا اور گیلری کے داخلی دروازے کی طرف چل دیا۔

☆☆☆☆☆

''آزادی'' کے پریمیر شو میں چیدہ چیدہ لوگ مدعو تھے۔ ان میں اخباری نمائندے بھی تھے اور فلمی دنیا کے بڑے بڑے لوگ بھی شامل تھے۔ وہ سب فلم کی ابتدا ہی سے حیران تھے۔ کامران سعید اس وقت فلم انڈسٹری کا سب سے مقبول اور کامیاب ہدایت کار تھا۔ اس کی فلموں کی کامیابی سے قطع نظر صحافیوں اور ناقدین کی اس کے بارے میں ایک خاص رائے تھی۔ اس رائے کا بین السطور تو اظہار ہوتا رہتا تھا لیکن وہ کبھی منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ کامران کی بنائی ہوئی کوئی فلم ان کے ذوق پر پوری نہیں اتری تھی۔ وہ فارمولا فلمیں بنا کر فلم سازوں کی تجوریاں بھرنے کا قائل تھا۔ اس کی فلمیں چٹ پٹی ہوتی تھیں لیکن ان میں آرٹ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

کامران سعید نے اس فلم سے ڈسٹری بیوشن کا بھی آغاز کیا تھا۔ اس نے فلم کی پبلسٹی پر بہت زیادہ زور دیا تھا۔ پبلسٹی عام فلموں کی نسبت بہت مؤثر اور مختلف تھی۔ بہت زیادہ پبلسٹی اس اعتبار سے حیرت انگیز تھی کہ اس کا تو نام ہی کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ اس فلم کی پبلسٹی میں کمال یہ تھا کہ نام کسی کا بھی نہیں تھا۔ نہ مصنف کا، نہ ہدایت کار کا، نہ موسیقار کا اور نہ ہی کسی اسٹار کا۔

فلم شروع ہوتے ہی ہال میں سناٹا چھا گیا تھا۔ پہلے سین کو دیکھ کر سبھی متحیر رہ گئے تھے۔ کامران سعید تو خیر فارمولا فلموں کا روایتی ہدایت کار تھا۔ وہ کسی انقلابی ہدایت کار سے بھی اتنے مؤثر منظر کی عکس بندی کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔

تصویر کائناتی نے اسکرین پر نظریں جمادیں۔ اسکرین پر صحرا کا منظر تھا۔ صبح ہو چکی تھی۔ ریت پر اونٹ کے قدموں کے نشانات ایک قطار میں دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ نشانات دور ہوتے ہوئے بتدریج افق میں مدغم ہو گئے ہوں۔ پھر منظر دھندلا ہوتا چلا گیا۔ کیمرا ریت کے ایک مخصوص حصے کا کلوز اپ دکھا رہا تھا۔ پس منظر سے کسی قریب آتے ہوئے جہاز کی چنگھاڑ سنائی دے رہی تھی۔ آواز لمحہ بہ لمحہ بلند تر ہوتی جا رہی تھی پھر ریت پر زن

سے ایک سایہ گزر گیا...... جہاز کا سایہ۔ کیمرا پیچھے ہٹا اور صحرا کا منظر تمام تر جزئیات سمیت سامنے آ گیا۔

تصویر کائناتی نے ایک طویل سانس لی۔ منظر بڑے بھرپور انداز میں فلمایا گیا تھا۔ ہدایت کار نے معمولی سی بات بھی نظر انداز نہیں کی تھی۔ یہ وہ خوبی تھی، جس کی توقع کامران سعید سے نہیں کی جا سکتی تھی۔ لیکن اس ظالم نے تو مہارت کی بلندیوں کو چھو لیا تھا۔ تصویر سوچتا رہا کہ اگر وہ منظر اس نے فلمایا ہوتا تو......؟ لیکن وہ کسی حتمی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ شاید اس منظر کو اس سے زیادہ بھرپور تاثر کے ساتھ وہ بھی فلم بند نہیں کر سکتا تھا۔ شاید......!

دوسری طرف ہر شخص حیران تھا کہ ایسے اسکرپٹ بھی لکھے جا سکتے ہیں۔ فلم کے اسکرپٹ میں کہیں جھول نہیں تھا۔ ہر چیز حقیقی تھی۔ مجاہدۂ آزادی، لیلیٰ خالد کا کردار ادا کرنے والی نئی اداکارہ اس کردار میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس نئی لڑکی کے بارے میں انہیں یہ علم بھی نہیں تھا کہ وہ اس کا حقیقی نام ہے یا فلمی نام ہے۔ انہیں یہ بھی علم نہیں تھا کہ کامران سعید نے اس فلم کے لئے مناسب ترین ہیروئن کیسے تلاش کی تھی۔ وہ بس اتنا کہہ سکتے تھے کہ وہ اسکرین پر انہیں لیلیٰ خالد لگ رہی ہے، ستارہ نہیں۔

تصویر کائنات ان الجھنوں سے بے نیاز، فلم دیکھنے میں محو تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ستارہ کون ہے اور کون سا سانحہ اسے اس فلم کی دہلیز تک لے آیا ہے۔ وہ تو بس محویت کے عالم میں اپنے خواب کی تعبیر دیکھ رہا تھا۔ کامران سعید نے فلم کے ایک ایک شاٹ پر بے حد محنت کی تھی۔ وہ فلم تصویر کائناتی کے تصور سے کہیں بڑھ کر ثابت ہو رہی تھی۔ خاص طور پر جہاز کے اغوا کا منظر جس طرح پیش کیا گیا تھا اس نے تصویر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ جہاز کے مسافروں میں کوئی بھی مشہور اداکار شامل نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان میں سے کوئی فلمی صنعت سے وابستہ تک نہیں تھا۔ وہ سب کے سب غالباً کامران سعید ہی کی دریافت تھے۔ اس نے ان سے جس طرح کام لیا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا۔ مسافروں کے

چہروں پر نظر آنے والے تاثرات کسی بھی طرح غیر حقیقی نہیں معلوم ہوتے تھے۔

کامران سعید خود بھی کم متحیر نہیں تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ فلم خود اسی نے بنائی ہے۔ اس نے اس فلم کے ایک ایک فریم پر محنت کی تھی۔ یہ اس کی محنت کا صلہ ملنے کا دن تھا۔ اس کی آرزو پوری ہو گئی تھی۔ اس کے برسوں پرانے خواب کی تعبیر میسر آ گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اگلے روز کے اخبارات پہلی بار...... ہاں اس کے کیریر میں پہلی بار اس کی ستائش سے بھرے ہوں گے۔ یہ وہ فلم تھی جو خواص وعوام میں یکساں طور پر مقبول ہو سکتی تھی۔ اسے سرشاری کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنی بڑی فلم کے ٹائٹل پر بطور ہدایت کار اپنا نام دیکھ سکے گا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔

اچانک پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ لوگ فلم کے ایک جذباتی منظر کے ساتھ بہہ گئے تھے......اور یہ پہلا موقع نہیں تھا۔

انٹرول کے بعد ہال میں روشنی ہوئی تو کامران سعید نے متلاشی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ ایک طرف دو باوردی پولیس والوں کے درمیان اسے بیٹھا نظر آ گیا۔ اس کے چہرے پر ستائش کی تحریر بے حد واضح تھی۔ یہ دیکھ کر کامران کا سیروں خون بڑھ گیا۔ وہ فلم شاہ کار تھی لیکن قبولیت اور استرداد کا حق اس نے صرف ایک شخص کو دیا تھا۔ تصویر کائنات کو۔ فلم اسے پسند نہ آتی تو اس کی ساری محنت پر پانی پھر جاتا۔ اس نے جلدی سے نظریں ہٹا لیں۔ وہ اس بچے کی طرح خوفزدہ تھا جو امتحان دے چکا ہو اور نتیجے کے انتظار میں سہا بیٹھا ہو۔

فلم دوبارہ شروع ہو گئی۔ وقفے وقفے سے ہال میں تالیاں بجتی رہیں۔ تصویر کائناتی فلم میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر فلم ختم ہو گئی اور ٹائٹل نظر آئے۔ کہانی، مکالمے، منظر نامہ، تصویر کائناتی۔ تصویر کی آنکھیں بھر آئیں۔

لیکن اس کے بعد نظر آنے والے لفظ اس کے لئے دھماکا خیز تھے۔ ہدایات...... تصویر کائناتی، کامران سعید۔ تصویر بے یقینی سے اسکرین کو دیکھتا رہا۔ لیکن وہ اس کی نظروں کا وہم

نہیں تھا۔اس کا نام اوپر تھا اور کامران سعید کا نام اس کے نیچے۔ایسا کیوں ہے؟اس نے سوچا اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

لوگ ہال سے نکل رہے تھے لیکن وہ اپنی نشست پر بیٹھا دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے روئے جا رہا تھا۔ہال پر سکوت طاری ہو گیا تھا پھر اس سکوت میں بڑھتے ہوئے قدموں کی چاپ ابھری۔اس نے آنسوؤں میں بھیگا ہوا چہرہ اوپر اٹھایا۔

وہ دو افراد تھے، جو اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ان میں ایک اس کا شفیق باپ تھا اور دوسرا اس کا کاروباری حریف۔کامران سعید!وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا''تم نے ایسا کیوں کیا کامران......تم نے ایسا کیوں کیا؟''اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

جواباً کامران سعید نے اسے بڑی محبت سے اپنے سینے سے لگا لیا''دوست خواب چھینتے نہیں۔تعبیر دیتے ہیں۔''اس کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

وہ کامران کے سینے سے لپٹا سوچ رہا تھا تو کیا یہ میرا دوست ہے؟نہیں یہ تو میرا حریف تھا۔کاروباری دشمن۔اس دشمنی ہی کے نتیجے میں تو یہ سب کچھ ہوا۔لیکن نہیں۔اس سے پہلے تو یہ دوست ہی تھا۔اس کی سوچیں بے ربط ہوئی جا رہی تھیں۔شاید فلم نے اسے ٹھیک طور سے سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔ایک تو فلم کی خوبصورتی اور پھر ٹائٹل پر اپنا نام دیکھنا بہت بڑا شاک تھا۔اب شک کیسا،اس نے سوچا۔اب تو یہ خود کو دوست ثابت کر چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

لڑکپن میں گھر والوں سے چھپ کر ایک ساتھ فلم دیکھنے والے تو دوست ہی ہوتے ہیں!

پہلی بار ان کا ساتھ سیکنڈری اسکول کی چھٹی جماعت میں ہوا۔پس منظر کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کی ضد تھے۔تصویر حسین ایک متمول گھرانے کا فرد تھا۔اکلوتی اولاد ہونے کے ناتے وہ بے حد لاڈلا تھا۔اس کی پرورش بے حد ناز و نعم کے ساتھ کی گئی تھی۔اس کے پاس ہر چیز بہترین ہوتی۔اس کی جیب میں کبھی پیسوں کی کمی نہیں ہوتی بلکہ کلاس کے تمام لڑکوں کی جیبوں میں جتنے پیسے ہوتے تھے، اس سے زیادہ اس اکیلے کی جیب میں

ہوتے تھے اور وہ دل کا تنگ بھی نہیں تھا۔کچھ کھانے سے زیادہ اسے دوسروں کو کھلانے میں لطف آتا تھا۔

اس کے برعکس کامران سعید ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔اس کا باپ کسی سرکاری دفتر میں چپراسی تھا۔آدمی ایمان دار تھا، اوپر کی آمدنی کو حرام سمجھتا تھا اور جیسے تیسے تنخواہ میں ہی گزر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔اس کوشش کے نتیجے میں اس کے بیوی بچوں کو اور خود اسے محرومیوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔اس کے اور بیوی کے لئے تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا لیکن بچوں کے لئے بہت بڑا مسئلہ تھا۔یہ کیسے ممکن ہے کہ محرومیاں ملیں اور بچے احساس محرومی کا شکار بھی نہ ہوں۔

وہ بہت اچھا دور تھا۔اساتذہ اپنے پیشے کو بہت معزز جانتے تھے اور اس کی عزت کا خیال رکھتے تھے۔ان دنوں پرائیویٹ اسکولوں کا رواج بھی کم ہی تھا۔ہر طبقے سے تعلق رکھنے والوں کے بچے سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔اگر آج کا دور ہوتا تو شاید تصویر حسین اور کامران سعید کا ایک دوسرے سے سامنا بھی نہیں ہوتا۔

ایک اور تضاد یہ تھا کہ تصویر حسین ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔جبکہ کامران سعید کے دو بڑے بھائی اور دو چھوٹی بہنیں بھی تھیں۔

ان تضادات سے قطع نظر دونوں کے درمیان بے شمار مشترک قدریں تھیں۔ان کے درمیان ذہنی ہم آہنگی تھی۔دونوں کے میلان طبع ایک سے تھے۔دونوں ایک ہی انداز میں سوچتے تھے۔دونوں طبعاً فنکار تھے۔فلم دیکھنے کا شوق دونوں کو تھا۔تصویر شاعری میں دلچسپی لیتا تھا اور کامران کو نثر سے بہت لگاؤ تھا۔دونوں بہت ذہین تھے۔پڑھائی میں بھی بہت دلچسپی لیتے تھے اور اپنی کلاس میں استادوں کے منظور نظر تھے۔

دونوں کے درمیان گاڑھی چھننے لگی۔دلچسپیاں مشترک تھیں۔دونوں یکجا ہوتے تو وقت گزرنے کا پتا بھی نہ چلتا۔دونوں سے ایک دوسرے کے بغیر نہ رہا جاتا۔اسکول سے چھٹی کے بعد شام کو ان کا ایک دوسرے سے ملنا معمول بن گیا۔کبھی کامران تصویر کے گھر آ جاتا اور کبھی

تصویر کامران کے گھر چلا جاتا۔ پڑھائی بھی ہوتی اور ادھر ادھر کی باتیں بھی چلتی رہتیں۔

دونوں پہلی بار گھر والوں سے چھپ کر فلم دیکھنے گئے تو وہ ساتویں جماعت کے طالب علم تھے۔ کامران ویسے بہت خود دار لڑکا تھا۔ اس کے پاس تو پیسے ہوتے ہی نہیں تھے۔ کبھی دونوں کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر چائے پی لیتے اور چائے کے پیسے تصویر دے دیتا۔ یہاں تک تو کامران کو کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن اس نے چائے کے ساتھ کبھی کچھ کھانا گوارا نہیں کیا۔ کبھی اس کے پاس پیسے ہوتے تو وہ تصویر سے کہتا ''آج چائے میری طرف سے۔'' اور اس روز وہ بسکٹ یا پیٹیز، کچھ نہ کچھ ضرور منگواتا۔ لیکن فلم کا چسکا برا ہوتا ہے، فلم کے معاملے میں اس کی خودداری جواب دے جاتی۔

یوں وہ کثرت سے فلمیں دیکھنے لگے۔ کبھی تو ہفتے میں تین فلموں کی نوبت آجاتی۔ ان کے اندر فلم کو سمجھنے کا شعور فطری تھا۔ فلمیں دیکھنے لگے تو شعور بڑھنے لگا۔ خفتہ صلاحیتیں بیدار ہونے لگیں۔ چھپی ہوئی صلاحیتوں نے سر اٹھانا، نمودار ہونا شروع کر دیا۔

یہ طے ہے کہ فلم کی باریکیوں کے معاملے میں کامران تصویر سے بہت آگے تھا۔ جلد ہی نوبت یہ آگئی کہ وہ فلم دیکھتے ہوئے تکنیکی خامیوں کی نشان دہی کرنے لگا۔

''یار کامران، لگتا ہے تم فلم ڈائریکٹر بنو گے۔'' ایک دن تصویر نے کہا۔

''بننا تو چاہیئے۔'' کامران نے اعتماد سے کہا ''شرط یہ ہے کہ موقع ملے۔''

تصویر کے مزاج میں حسن پرستی اور نازک خیالی بلا کی تھی۔ شاعری کے مطالعے نے ان صفات کو اور جلا دی تھی۔ وہ بے حد انفرادیت پسند تھا۔ عام ڈگر اسے کسی معاملے میں بھی قبول نہیں تھی۔

میٹرک کرتے کرتے یہ حال ہوا کہ وہ دونوں فلموں پر عالمانہ انداز میں تبادلۂ خیال کرنے لگے۔ فلم کے معاملے میں تصویر کامران سے مرعوب تھا۔ وہ کامران کی سوجھ بوجھ، اس کی نظر اور فنی مشاہدے کا قائل تھا۔ فلم کے معاملے میں وہ اس کی رائے کو بہت اہمیت دیتا تھا۔

جس پہلی فلم نے انہیں بے حد متاثر کیا، وہ خلیل قیصر کی ''شہید'' تھی۔ تصویر کے ذہن سے تو وہ چپک کر ہی رہ گئی مگر وہ جب بھی کئی بار کی دیکھی ہوئی اس فلم کے بارے میں سوچتا اسے تشنگی کا، کسی کمی کا احساس ہونے لگتا۔ وہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتا لیکن سمجھ میں کچھ نہ آتا۔

پھر سید سلیمان کی ''باجی'' تھی جس نے ان پر عجیب کیفیت طاری کر دی تھی۔ وہ پہلی فلم تھی، جسے دیکھ کر وہ گنگ نکلے تھے۔ سینما ہاؤس سے نکل کر وہ ریسٹورنٹ کی طرف چل دیے۔ دونوں خاموش تھے اور کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر انہوں نے چائے طلب کی۔ ویٹر نے چائے لا کر ان کے سامنے رکھ دی۔ ابھی تک دونوں کے درمیان گفتگو نہیں ہوئی تھی۔

چائے کا پہلا گھونٹ لیتے ہوئے کامران نے کہا ''کیا فلم تھی یار۔''

''واقعی غضب کی فلم تھی۔'' تصویر نے اس کی تائید کی ''کہانی بہت مربوط اور بہت اچھی تھی۔''

''اداکاروں نے بھی کمال کر دیا۔ درپن جیسا اداکار......''

''یہ مصنف کا کمال ہے۔ اس نے کردار نگاری ہی اتنی غضب کی کی۔''

''نہیں یار تصویر۔ یہ فلم ڈائریکٹر کا شاہ کار ہے۔ کردار نگاری تو اچھی تھی لیکن ہدایت کار نے اداکاروں سے جس طرح کام لیا، وہ قابل داد ہے۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔ ہدایت کار کی تو اہمیت سب سے زیادہ ہے لیکن ایک اچھے اسکرپٹ کے بغیر ہدایت کار کچھ بھی نہیں کر سکتا۔''

''اچھا ہدایت کار سب سے زیادہ توجہ ہی اسکرپٹ پر دیتا ہے۔'' کامران نے بات ہی ختم کر دی۔

میٹرک کے بعد دونوں کالج میں بھی ساتھ رہے۔ ایک اہم بات یہ ہوئی کہ تصویر نے شاعری شروع کر دی اور تصویر حسین سے تصویر کائناتی بن گیا۔ فلم سے دلچسپی کا ہر حال وہی حال رہا۔ کامران سے دوستی بھی ویسی ہی رہی۔ لیکن ایک تبدیلی آئی۔ اب

وہ تنہائی کی آرزو کرنے لگا۔ اسے احساس تھا کہ شعر گوئی بہت وقت مانگتی ہے۔ چنانچہ وہ وقت جو دونوں ساتھ گزارتے تھے، سکڑنے لگا۔ ایک وجہ اس کی یہ بھی تھی کہ کامران کو شاعری سے دلچسپی نہیں تھی۔ دوسری طرف شاعری کی وجہ سے کا حلقۂ احباب وسیع ہونے لگا تھا۔ اگر درمیان میں فلم کا حوالہ نہ ہوتا تو شاید ان کے درمیان رابطہ ہی نہ رہتا۔ تصویر کو کامران سے شکایت تھی کہ وہ شعر سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔

''سوال یہ ہے کہ شعر کو سمجھنے کی کوشش کیوں کرنی پڑتی ہے؟'' کامران نے اس پر اعتراض کیا۔

''کسی بڑے خیال کو بہت کم لفظوں میں سمونے کی کوشش کی جائے گی تو ایسا تو ہونا ہی ہے۔'' تصویر نے کہا ''اور شعر کو تو بلیغ ہی ہونا چاہئے۔''

''ایسا نہیں ہے۔ سہل اشعار بھی میری نظر سے گزرے ہیں۔''

''اس کا انحصار تو شاعر کی موزونی طبع اور قادرالکلامی پر ہے۔''

''اچھا، تم اپنا کوئی پسندیدہ شعر سناؤ۔'' کامران نے فرمائش کی۔

تصویر چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر گنگنانے لگا۔

''ہم ہوں گے آپ اپنے ہی دل کا عذاب جب چہروں سے خواہشوں کے اٹھے گا نقاب جب''

''یہ ہے تمہارا پسندیدہ شعر؟'' کامران نے کہا۔

''میرا پسندیدہ شعر سننے کے لئے اس سے پہلے کم از کم ایک مطلع اور ایک شعر تو برداشت کرنا ہوگا'' تصویر نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر گنگنانے لگا۔

''بیٹھے ہیں ہم اندھیرے میں اس پل کے منتظر اترے گی آسمان سے دل کی کتاب جب''

''ہاں یہ کچھ بہتر ہے۔'' کامران نے تبصرہ کیا ''یہ سننے میں اچھا لگا ہے۔ پھر بھی سر کے اوپر سے گزر گیا۔''

''ٹھیک ہے ایک شعر اور سنو۔'' توقیر نے کہا۔

''ہر سمت روشنی کی لکیریں سی کھنچ گئیں
جنگل میں ریزہ ریزہ ہوا آفتاب جب''

''واہ.....واہ'' کامران پھڑک اٹھا ''یار کیا غضب کا شعر ہے۔ بھئی سبحان اللہ۔ یہ تمہارا شعر ہے؟''

''جی ہاں حضرت۔''

''تمہیں پورا یقین ہے؟ سچ کہہ رہے ہو تم؟'' کامران کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' تصویر نے برا مانتے ہوئے کہا ''کیا میں کسی اور کا شعر تمہیں بنا کہہ کر سناؤں گا۔''

''نہیں یار، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔'' کامران گڑبڑا گیا ''جانے کیوں مجھے یقین نہیں آتا۔''

''عجیب آدمی ہو۔ اتنے خلوص سے توہین پر توہین کئے جا رہے ہو۔''

''تم مجھ جاہل کی باتوں پر نہ جاؤ، بس مجھے یہ شعر سناتے رہو۔''

تصویر نے اسے غور سے دیکھا۔ لیکن اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ اس نے پھر شعر سنایا۔ کامران نے پھر فرمائش کی۔ تصویر نے شعر پھر سنایا۔ کامران نے پھر فرمائش کی۔ پھر گویا ایک سلسلہ چل نکلا۔ آخر تصویر جھنجھلا گیا ''کیا مصیبت ہے یار؟''

''پہلے تمہیں شکایت تھی کہ میں تمہارے شعر نہیں سنتا۔ اب سنانے میں گھبرا رہے ہو۔''

''بھائی، کوئی حد بھی ہے سنانے کی۔ آخر اس شعر میں ایسا کیا پسند آ گیا تمہیں؟''

''تم ذرا اس شعر کو کیمرے کی آنکھ سے دیکھو۔ تب میری پسندیدگی کی وجہ سمجھ میں آئے گی۔''

تصویر کا دماغ گھوم گیا ''کیمرے کی آنکھ! یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''یار تصویر.....ظالم ذرا سوچ تو سہی۔ اس شعر کو الفاظ کے بجائے شاٹس کے قالب میں ڈھالا جائے تو دیکھنے والا نظر ہی نہیں ہٹا پائے گا۔''

تصویر نے ایک لمحے کو تصور کیا اور دل ہی دل میں کامران کی اس رائے سے اتفاق کیا ''واقعی یار کامران۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔''

''دیکھنا۔ ایک دن میں بڑے اسکرین پر اس شعر کو خراج تحسین پیش کروں گا۔''

"دیکھیں گے۔" تصویر نے چیلنج دینے والے انداز میں کہا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔

وہ انٹر میں تھے کہ احمد بشیر کی فلم نیلا پربت ریلیز ہوئی۔ حسبِ معمول انہوں نے فلم ساتھ دیکھی۔ دونوں ہی کو اس فلم نے اور بالخصوص اس کی کہانی اور ہدایت کاری نے بے حد متاثر کیا۔ اس فلم کو وہ کبھی نہیں بھولے۔ تحت الشعور کی طاقت کو، لاشعور اور شعور کی جنگ کو اور کچلی ہوئی جنسی خواہشات کو جس فن کارانہ چابک دستی سے سیلولائیڈ پر منتقل کیا گیا تھا، وہ بے مثال تھا۔ وہ ہفتوں اس فلم پر تبصرہ کرتے، اسے سراہتے رہے۔

انٹر پاس کرنے کے ساتھ ہی جدائی کا وقت آ گیا۔ تصویر کے ڈیڈی کی خواہش تھی کہ وہ اب یونیورسٹی میں داخلہ لے۔ تصویر نے کامران سے بھی یہی بات کی "یار...... تم بھی یونیورسٹی میں داخلہ لے لونا۔"

"سوری تصویر۔ میں تو شاید اب تعلیم ہی جاری نہیں رکھ سکوں گا۔"

"کیوں۔ خیریت تو ہے؟"

"ابا ریٹائر ہوگئے ہیں۔ بھائیوں کی آمدنی اتنی نہیں کہ گھر کا کام چل سکے۔ ان کی کوئی ملازمت تو ہے نہیں کبھی کام مل گیا تو مل گیا۔ نہیں ملا تو کئی دن یونہی گزر جاتے ہیں۔"

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

"ملازمت تلاش کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔"

"تم برا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟"

"مجھے اندازہ ہے کہ تم کیا کہو گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ مجھے برا لگے گا۔" کامران کے لہجے میں سنگینی تھی۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ کیا میں تمہیں جانتا نہیں ہوں۔ تم تو ایسی غیرت برتنے والے ہو کہ میں دوست ہوتے ہوئے بھی تمہیں مدد کی پیشکش نہیں کر سکتا۔ میں ایک ایسی بات کہنا چاہ رہا ہوں، جسے تمہاری خودداری کے منافی نہیں سمجھا جانا چاہئے۔"

"اچھا بھائی کہو کیا چاہتے ہو؟" کامران نے بےزاری سے کہا۔

"میں تمہیں ملازمت دلوا سکتا ہوں۔"

"کہاں؟"

"اس سے تمہیں کیا غرض۔ تم محنت کرو گے اور تنخواہ لو گے۔"

"غرض تو ہے اور میں سمجھ بھی رہا ہوں۔ اپنے ڈیڈی کے دفتر کی بات کر رہے ہو نا؟"

تصویر کے کندھے جھک گئے "ہاں۔ اس میں کوئی حرج ہے کیا؟ یہ تمہاری خودداری کے خلاف بھی نہیں۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن پہلے میں اپنے طور پر کوشش کرلوں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ زیادہ ٹھوکریں نہیں کھاؤں گا۔ دشواری ہوئی تو تمہارے پاس چلا آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔ تمہاری مرضی۔" تصویر نے دل گرفتگی سے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں نے تمہیں جو کچھ سمجھا۔ جو مقام دیا، وہ تم مجھے نہیں دے سکے۔ تمہاری نظروں میں کبھی میری کوئی اہمیت، کوئی وقعت نہیں رہی۔"

کامران نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر اداسی تھی اور آنکھوں میں نمی۔ اس نے تصویر کو لپٹا لیا "کیسی باتیں کرتے ہو یار۔ کاش میں اظہار کی قدرت رکھتا تو تمہیں بتاتا کہ میرے لئے تم کیا ہو۔ کیا سمجھتا ہوں میں تمہیں۔"

"بس دیکھ لیا یار۔ آگے بھی دیکھ لیں گے۔"

یوں وہ جدا ہوگئے۔ راستے ہی الگ ہوگئے تھے۔ کامران تصویر سے ملنے کبھی نہیں آیا۔ تصویر اس کے گھر گیا بھی تو ملاقات نہ ہوسکی۔ پتا چلا کہ وہ کام پر گیا ہوا ہے۔ پھر ایک دن یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ اس روز تصویر اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ کوارٹر خالی کر چکے ہیں۔ کہاں گئے ہیں، یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔

وہ مکمل جدائی تھی لیکن تصویر کائناتی کو یقین تھا کہ وہ دوبارہ ملیں گے، کب اور کہاں؟ یہ وہ نہیں جانتا تھا۔

☆☆☆☆☆

سانولی رنگت، سیاہ چمکیلی آنکھوں اور گھونگھریالے بالوں والا وہ میانہ قامت، دبلا پتلا نوجوان یونیورسٹی میں بے حد مقبول تھا۔ خاص طور پر طالبات میں اس کے بڑے چرچے تھے۔ شعر وہ بہت حسین کہتا تھا۔ گفتگو بہت خوبصورت کرتا تھا۔ خوش اخلاق تھا۔ بدکردار نہیں تھا۔ خوش لباس تھا۔ بدذوق نہیں تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اپنی خوبصورت چمکتی دمکتی کار میں یونیورسٹی آتا تھا۔

کتنی ہی لڑکیوں نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی لیکن خوش اخلاقی اور دلکش گفتگو سے زیادہ اس سے کچھ نہ حاصل نہ کر سکیں۔

تصویر کائناتی کو معلوم تھا کہ اب لڑکیاں اس کے متعلق کیسے تبصرے کرتی ہیں۔

''جانے اتنے رومانوی شعر کیسے کہہ لیتا ہے۔'' کوئی تبصرہ کرتی ''قسم سے ڈفر ہے ڈفر۔''

''سچ کہہ رہی ہو۔'' دوسری آہ بھر کے کہتی ''میں نے پوچھا...... میں آپ کو کیسی لگتی ہوں؟ کہنے لگا......لگنا کیسا آپ ہیں ہی بہت اچھی۔ میں جان گئی کہ پہلو بچا رہا ہے۔ میں نے بھی سوچ لیا کہ بات کر کے ہی رہوں گی۔ میں نے کہا سیدھی بات کہیں نا۔ آپ کو اچھی نہیں لگتی میں۔ اس پر بولا۔ مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔ سوچتا ہوں، وہ شخص کیسا خوش نصیب ہوگا جسے آپ ملیں گی۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔ وہ خوش نصیب تو آپ بھی ہو سکتے ہیں۔'' یہاں تک پہنچ کر وہ لڑکی خاموش ہو جاتی۔

دوسری لڑکیاں تجسس سے منہ کھولے اسے دیکھتی رہتیں۔ کچھ تو حسد میں بھی مبتلا ہو جاتیں ''بتاتی کیوں نہیں پھر کیا کہا اس نے؟''

''کیا بتاؤں۔'' وہ لڑکی کہتی ''گہری سانس لے کر کہنے لگا۔ میں تو وہ خوش نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ میں تو پہلے ہی کسی سے محبت کرتا ہوں۔''

دوسری لڑکیاں سکون کا سانس لیتیں ''پھر؟'' کوئی پوچھتی۔

''پھر میں نے پوچھا۔ اس کا نام کیا ہے؟''

دوسری لڑکیاں پھر تشویش میں مبتلا ہو جاتیں ''بتایا اس نے؟'' کئی لڑکیاں ایک آواز

ہو کر پوچھتیں۔

''ہاں۔ نام بتایا اس نے......نیلم۔ میں نے کہا۔ بہت پیارا نام ہے۔ کہنے لگا۔ وہ خود نام سے زیادہ پیاری ہے۔ بہت خوبصورت شہد رنگ آنکھیں، سنہری ایال......''

''ایال'' کوئی لڑکی چلائی ''ایال نہیں بال کہا ہوگا اس نے۔''

''سننا ہے تو سنو۔ ورنہ میں چپ ہوئی جاتی ہوں۔'' سنانے والی برا مانتے ہوئے کہتی۔ اس پر اسے اجتماعی طور پر منایا جاتا۔ تب وہ سلسلۂ کلام جوڑتی ''چمکتا جسم اور اس کی رفتار۔ لگتا ہے بجلی کوند رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس کی صفات بتا رہے ہیں آپ۔ بولا اپنی گھوڑی کی۔ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ یہ ہے روداد۔''

تصویر کائناتی یہ سب کچھ جانتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کتنی لڑکیاں اس کی قربت کی خواہش مند ہیں۔ وہ حسن پرست تھا۔ عیاش طبع بھی ہوتا تو جانے کیا نتیجہ نکلتا۔ اسے لڑکیاں اچھی لگتی تھیں۔ لیکن وہ ابھی شادی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ شادی سے پہلے اسے بہت کچھ کرنے کی آرزو تھی۔ پھر وہ کیوں کسی لڑکی کو دھوکے میں رکھتا۔ کسی سے محبت کرنے کا تو اس نے ابھی خود کو حق ہی نہیں دیا تھا۔

اب بھی اس کے دو ہی شوق تھے شعر کہنا اور فلم دیکھنا۔ شعر وہ اب بھی بہت اچھے کہہ رہا تھا۔ لیکن پاکستانی فلموں سے اسے شکایت تھی۔ ان کا معیار مسلسل گر رہا تھا۔ ساری فلمیں ایک ہی ڈگر پر بنائی جا رہی تھیں۔ کوئی فلم ساز، کوئی ہدایت کار فارمولے سے ہٹ کر فلم بنانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اگر بھولے بھٹکے کبھی کوئی فلم موضوع سے ہٹ کر بنا بھی لی جاتی تو اول تو اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا کہ بے دلی سے نہیں تو نیم دلی سے بہرحال بنائی گئی ہے اور پھر فلم کی ناکامی بے حد عبرت ناک ہوتی۔ اس کا انجام دیکھ کر دوسرے لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے کہ وہ کبھی کوئی مختلف فلم بنانے کا سوچیں گے بھی نہیں۔

تصویر کائناتی پڑھائی کے ساتھ شعر کہتا اور فلم انڈسٹری کے زوال پر کڑھتا رہتا۔ یہاں تک کہ ایک خیال نے اس کے ذہن میں جگہ بنالی۔ وہ اس پر باقاعدگی سے سوچنے لگا۔

اس نے سمجھ لیا تھا کہ فلم کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ کمرشل فلم اور آرٹ فلم۔ آرٹ فلم اول تو کوئی بناتا نہیں۔ بنائے تو اس یقین کے ساتھ بناتا ہے کہ وہ مالی خودکشی کر رہا ہے۔ اس میں اعتماد کی کمی ہوتی ہے۔ کیونکہ فلم کاروبار ہے اور کاروبار میں ہر شخص منافع کی توقع رکھتا ہے۔ جسے کاروبار میں ناکامی کا یقین کی حد تک خدشہ ہو وہ بھی منافع کے لئے کم از کم کوشش ضرور کرتا ہے۔ دوسری طرف کمرشل ازم کا مطلب مکمل آزادی ہے۔ وہ فلم میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا۔ دونوں ہی قارئین اور فلم بینوں کو بے حد گھٹیا سمجھ کر کام کرتے ہیں۔ پبلک کو خوش کرنے کے لئے گھٹیا چیزیں استعمال کی جاتی ہیں۔ ایک لمحے کو بھی یہ نہیں سوچا جاتا کہ اس سے لوگوں کا ذوق اور مزید تباہ کرنے کا سامان کیا جا رہا ہے۔ کسی بہت اچھی کہانی کو مسترد کرتے ہوئے پبلشر کہتا ہے بھائی مجھے اپنے قارئین کی ذہنی سطح کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اچھی کہانی اپنی جگہ لیکن قارئین کے سروں پر سے گزر جائے تو کیا فائدہ۔ دیکھو میاں، قارئین میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو بس واجبی سے پڑھے لکھے ہیں۔ انہیں لاکھ یہ سمجھانے کوشش کی جائے کہ بھئی لوگوں کو ایجوکیٹ کرنے، ان کی ذہنی سطح بلند کرنے کی ذمے داری تمہاری ہے۔ میڈیا ہوتا ہی اسی لئے ہے لیکن وہ نہیں مانتے۔ ایک تو ہر کامیاب پبلشر کے دماغ میں یہ خناس بیٹھ جاتا ہے کہ اس سے زیادہ قارئین کے مذاق، مزاج اور پسند کو کوئی نہیں سمجھتا۔ یہ الگ بات کہ قارئین اس درجہ ذہین ہیں کہ خراب تحریریں بھی انہیں مثبت انداز میں ایجوکیٹ کرتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی ذہنی سطح پبلشر اور ایڈیٹر سے بلند ہو جاتی ہے۔ وہ ایسی غلطیاں بھی پکڑنے لگتے ہیں جو ایڈیٹر کے سر پر سے گزر جاتی ہیں۔ یہی حال فلم والوں کا ہے۔ ان کا استدلال اور توانا ہے۔ ان کے ناظرین کی تو اکثریت ہی بے پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل ہے۔ وہ جو چاہے دکھائیں، جیسی مبتذل فلمیں چاہیں بنائیں، انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ فلم کی کامیابی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگوں کی پسند سے واقف ہو گئے ہیں۔ ناکامی سے انہیں یہ سبق ملتا ہے کہ فلم میں گھٹیا پن، جسے وہ عوامی مسالا قرار دیتے ہیں کچھ کم رہ گیا۔ چنانچہ وہ اگلی فلم اور گھٹیا بناتے ہیں۔

اس سلسلے میں سوچتے سوچتے تصور کائناتی بے حد جذباتی ہو جاتا تھا۔

بہرکیف یہ خیال اس کے دماغ میں جاگزیں ہو گیا تھا کہ درحقیقت فلم تو فلم ہے۔ وہ آرٹ بھی ہے اور کاروبار بھی۔ دونوں کو الگ کرنا زیادتی ہے، فلم میکرز کی نااہلی ہے۔ ایسی فلمیں بننی چاہئیں جو آرٹ کا شاہکار بھی ہوں اور بزنس بھی بہت اچھا کریں۔

تصور کائناتی کا خیال تھا کہ ایک جان دار کہانی، حقیقت سے قریب تر کردار اور بے حد مربوط اسکرین پلے ایک اچھی فلم کی بنیادی ضرورت ہوتا ہے۔ وہ سوچتا، ایسی فلم بنائی جائے جو نہ صرف موضوع کے اعتبار سے منفرد ہو بلکہ اس میں عام تماشائیوں کے لئے بھی دلچسپی کا پورا سامان موجود ہو۔ کافی عرصے تک یہ خیال اس کے دماغ میں جما رہا۔ اس نے کسی سے اپنے اس خیال کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ جانتا تھا کہ اس کا مذاق اڑایا جائے گا۔ پھر اس کے پاس کوئی ایسا موضوع تھا بھی نہیں، جسے وہ یہ کہہ کر کسی کے سامنے پیش کرتا کہ یہ ہے وہ منفرد موضوع، جو عوام اور خواص دونوں کے لئے یکساں کشش رکھتا ہے۔

ایم اے میں نفسیات اس کا مضمون تھا۔ اس مضمون سے اسے دلچسپی بھی بہت تھی۔ وہ جس لگن سے تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر کون اندازہ کر سکتا تھا کہ اس کے پاس فلم کے متعلق سوچنے کی فرصت ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نوجوان کے سینے میں ایک شعلہ روشن ہے اور اس کے ذہن میں کوئی آئیڈیا پرورش پا رہا ہے۔ جو ایک دن فلم انڈسٹری کو ایک نئی جہت سے روشناس کرائے گا۔ بظاہر وہ پوری طرح پڑھائی میں منہمک تھا۔ یونیورسٹی کے امتحانات سے فارغ ہونے کے بعد کوئی مصروفیت نہیں تھی لہٰذا بیشتر وقت شعر گوئی میں گزرنے لگا۔ متمول خاندان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ معاش کی طرف سے بے فکری تھی۔ اگر کوئی فکر تھی تو یہ تھی کہ ڈیڈی اس سے کاروبار سنبھالنے کو کہتے تھے لیکن اس کا رجحان اس طرف تھا ہی نہیں۔ وہ تو فن کی دنیا میں انقلاب لانا چاہتا تھا۔

انہی دنوں اخبار میں ایک خبر نظر سے گزری جس نے منفرد فلم والے اس کے خیال کو

تحت الشعور کی گہرائیوں سے نکال کر اچانک شعور کی حدوں کو پہنچا دیا۔ وہ خبر فلسطین کی مجاہدۂ آزادی، لیلیٰ خالد کے بارے میں تھی۔

فلم بنانے کے لئے وہ یقیناً ایک اچھوتا موضوع تھا۔ اس میں تمام عناصر موجود تھے۔ سنسنی، حب الوطنی، ڈراما، جذبات...... کیا کچھ نہیں تھا اس میں۔ اس نے سوچا اور فلم کی کہانی لکھنے بیٹھ گیا۔ رسائل میں چھپنے والے لیلیٰ خالد پر مضامین اس نے اکٹھے کئے۔ اس سلسلے میں معلومات جمع کرنے کے لئے اس نے بیرون ملک بہت سے لوگوں اور اداروں سے خط وکتابت کی۔ اس نے لیلیٰ خالد کے متعلق مغرب میں شائع ہونے والی ہر کتاب منگوائی۔ ان میں یہودیوں کی لکھی ہوئی کتابیں بھی تھیں، جن میں لیلیٰ خالد ایک خوں آشام ویمپ کے کردار میں نظر آتی تھی۔ اس نے ہر وہ تحریر پڑھی۔ جو لیلیٰ خالد کے متعلق لکھی گئی تھی۔ ہر انٹرویو پڑھا، وہ تصویر کا ہر رخ دیکھنا چاہتا تھا۔

اتنی محنت اور عرق ریزی کے بعد اسے یہ یقین ہوا وہ کہ لیلیٰ خالد کو سمجھتا ہے۔

اب فلمی کہانی کا مرحلہ تھا۔ کہانی واقعات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس نے ایسے واقعات منتخب کئے، جن میں تھرل بھی تھا اور کردار نگاری بھی۔ یہودیوں کی بے رحمی اور سفاکی بھی تھی اور سینوں میں روشن جذبۂ حریت کی شمع بھی۔ اس نے ان منتخب واقعات کو ترتیب دیا اور پھر انہیں مربوط کر دیا۔

وہ جانتا تھا کہ کہانی سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایک اچھا اور چست منظر نامہ نہ ہو تو کہانی بے روح ہو جاتی ہے۔ منظر نامہ لکھنے کا اس کے پاس کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن اس نے فلمیں بے حساب دیکھی تھیں۔ ناقدانہ نظر سے۔ ملکی فلمیں تو چھوڑیں، ہالی ووڈ کی فلموں سے اس نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ پھر وہ شاعر تھا۔ زرخیز تخیل کا مالک تھا۔ کھلی آنکھوں سے تصور کر سکتا تھا۔ منظر اس کی نگاہوں کے سامنے غیر مرئی اسکرین پر ساکت ہو جاتے تھے۔

وہ ایک عجیب سی کیفیت میں ڈوبا اسکرین پلے لکھتا رہا۔ یوں کہئے کہ جو فلم بننا تھی وہ پوری اس نے دیکھ ڈالی تھی۔ ایک ایک منظر، ایک ایک شاٹ اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا

کاغذ پر منتقل کر لیا تھا۔

آخر کار اسکرپٹ مکمل ہو گیا۔ وہ اسکرپٹ پڑھنے بیٹھا تو اس میں خامیاں نظر آئیں۔ اس نے پورا اسکرپٹ دوبارہ لکھا۔ پہلی بار اس پر یہ راز کھلا کہ وہ کس قدر کاملیت پسند ہے۔ پرفیکشنسٹ! دوسری بار بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی۔

ساتویں بار اسکرپٹ لکھنے کے بعد کہیں وہ مطمئن ہوا۔

اب اس نے سوچا کہ یہ اسکرپٹ وہ کسی بڑے فلم ساز کو بلا معاوضہ پیش کر دے گا۔ اس خیال کا محرک یہ تھا کہ فلم بین طبقہ، جس میں وہ خود بھی شامل ہے۔ اسی بہانے فارمولا فلموں سے مختلف کوئی اچھی فلم ہی دیکھ لے گا۔

اب اسے کامل فضلانی سے ملنا تھا۔ وہ اس وقت فلم انڈسٹری کا کامیاب ترین ہدایت کار تھا۔ وہ بے حد کامیاب پروڈیوسر بھی تھا۔ ان دنوں اسے فلم انڈسٹری کا سب سے طاقت ور ستون سمجھا جاتا تھا۔

فضلانی کا آفس شالیمار اسٹوڈیو میں تھا لیکن تصویر نے جانے کے بجائے بہتر یہی سمجھا کہ پہلے اس سے ٹیلی فون پر بات کر لی جائے۔ اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اس کا فون نمبر تلاش کیا۔ اسٹوڈیو کا نمبر تو نہیں ملا گھر کا نمبر البتہ مل گیا۔ تصویر کو اندازہ تھا کہ اس وقت فضلانی اسٹوڈیو میں ہو گا پھر بھی اس نے گھر کا نمبر ملایا۔

''ہیلو؟'' دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز نے کہا۔

''مجھے فضلانی صاحب سے بات کرنی ہے۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''وہ تو گھر پر موجود نہیں ہیں۔''

''کچھ اندازہ ہے کہ کہاں ہوں گے؟''

''اندازہ تو نہیں۔ یقین ہے کہ وہ اسٹوڈیو میں ہوں گے۔'' دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔

''مجھے ان کے اسٹوڈیو کا نمبر ڈائریکٹری میں نہیں مل رہا ہے۔'' تصویر نے بے بسی سے

کہا "آپ کے پاس ہو تو دے دیں پلیز۔"

"نوٹ کیجئے۔ فائیو ایٹ سکس فور تھری ایٹ۔"

تصویر نے نمبر نوٹ کیا اور فوراً ہی ملایا۔ اس بار ہیلو کہنے والی آواز مردانہ تھی "مجھے فضلانی صاحب سے بات کرنی ہے۔"

"آپ کون؟" پوچھنے والے کے لہجے میں رکھائی تھی۔

"میں تصویر کائناتی بات کر رہا ہوں۔"

"سر، فضلانی صاحب تو اپنی فلم کے سیٹ پر گئے ہوئے ہیں۔" اس بار لہجہ مؤدبانہ تھا۔

تصویر مسکرایا۔ اس کے نام میں کائناتی اتنا بارعب تھا کہ سن کر اچھے اچھے لوگ مرعوب ہو جاتے تھے "وہ کب تک واپس آ جائیں گے؟" اس نے بے حد وقار سے پوچھا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔"

"اندازاً کب تک دوبارہ فون کر لوں؟"

"رات بارہ بجے کے بعد کسی بھی وقت ٹرائی کر لیجئے گا سر۔"

تصویر نے بارہ بجے کے بعد فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی مزید دو گھنٹے مصروف رہے گا۔ اسے بھی ضد سی ہو گئی تھی۔ وہ جلد از جلد اسکرپٹ فضلانی تک پہنچانا چاہتا تھا۔ کئی بار فون کرنے کے بعد آخر کار صبح تین بجے وہ فضلانی سے بات کرنے مین کامیاب ہو ہی گیا۔

"مجھے فضلانی صاحب سے بات کرنی ہے۔"

"بول رہا ہوں بابا۔" دوسری طرف سے کسی نے جھٹکے دار آواز میں کہا۔

تصویر کو یقین نہیں آیا "میں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے فضلانی صاحب سے بات کرنی ہے۔"

"ارے تو بابا کرو نا بات۔ کیا بات کرنا ہے؟ تم ہو کون؟"

تصویر کائناتی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی فضلانی ہے جسے فلم انڈسٹری میں اتنا بڑا مقام حاصل ہے۔ لہجے سے تو وہ ان پڑھ معلوم ہو رہا تھا "فضلانی صاحب، میں تصویر کائناتی بات

کر رہا ہوں۔ میں نے ایک اسکرپٹ لکھا ہے فلم کے لئے۔ وہ آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم رائٹر ہو! بابا تمہارا نام اتنا مشکل ہے تو کہانی کتنی مشکل ہوئے گی۔ بابا میں نے کبھی تمہارا نام نہیں سنا۔"

"میں نے پہلا اسکرپٹ لکھا ہے اس لئے میرا نام بھی آپ پہلی بار سن رہے ہیں۔ ویسے شعری حلقوں میں اتنا گمنام بھی نہیں ہوں۔"

"شیری حلکوں! تم بہت مشکل بولتا ہے بابا۔ اور سنو تم پہلے کوئی اسکرپٹ نہیں لکھا تو اب کیا لکھے گا۔"

"آپ صرف ایک نظر دیکھ لیں۔ پسند نہ آئے تو واپس کر دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے میرے آپس میں کسی وقت کہانی پہنچا دینا۔ شام کے بعد کسی ٹیم آ جاؤ۔"

اگلے روز تصویر کائناتی اپنی کار میں شالیمار اسٹوڈیو جا پہنچا۔ اسٹوڈیو کا گیٹ بند تھا۔ چھوٹا شکمی گیٹ البتہ کھلا تھا۔ اندر گیٹ کے پاس اسٹول پر لمبا تڑنگا چوکی دار بیٹھا اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ تصویر نے ہارن بجایا تو چوکی دار کی محویت میں خلل پڑا۔ اس کا منہ بن گیا۔ پھر بھی شاید کار کے احترام میں وہ اٹھ کر گیٹ تک آ گیا۔ اس نے تصویر کو بہت غور سے دیکھا "خو کیا بات ہے؟"

"اندر جانا ہے۔" تصویر نے مختصراً کہا۔

"یہ گاڑی اندر نہیں جا سکتا۔" چوکیدار نے فیصلہ سنایا۔

"کیا حرج ہے اس میں؟"

"کہہ دیا نہیں جا سکتا تو نہیں جا سکتا۔"

تصویر کائناتی نے مناسب سی جگہ دیکھ کر گاڑی پارک کی، کار کا دروازہ لاک کرنے کے بعد وہ شکمی گیٹ سے اندر داخل ہوا۔ دو قدم ہی چلا تھا کہ چوکی دار کی للکار نے قدم تھام لئے "خو چہ اونٹ کا مافک منہ اٹھا کر کدر جاتا۔"

تصویر کائناتی کو اس طرز تخاطب سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ چند لمحوں کے لئے تو...

گنگ ہو کر رہ گیا۔ یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ فلم اسٹوڈیو کے گیٹ پر ایسی صورت حال سے بھی دوچار ہو سکتا ہے۔ اس کے ذہن میں تو سینما ہال تھے جہاں داخل ہونے سے کوئی نہیں روکتا ''اندر جاتا۔'' گھبراہٹ میں اس نے بے ساختہ جواب دیا اور پٹھان چوکیدار ہی کے لہجے میں دیا۔

''نہیں جا سکتا۔''

''تم نے کہا تھا گاڑی اندر نہیں جا سکتی۔ وہ میں نے باہر پارک کر دی۔''

''میں یہ تو نہیں بولا کہ گاڑی اندر نہیں جا سکتا۔ تم اندر جا سکتی۔'' چوکیدار نے فلسفہ پیش کیا۔

تصویر..... میں اندر جاؤں گی۔ کہتے کہتے رک گیا ''دیکھیے حضرت مجھے اندر جانا ہے۔'' اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور بے حد شائستگی سے کہا۔

''کیوں اندر جانا ہے؟''

''مجھے فضلانی صاحب سے ملنا ہے۔''

''کو چہ تم کو اس سے کیا کام اے۔'' چوکیدار نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

''میں..... میں ان کو ایک کہانی دینا چاہتا ہوں۔''

چوکیدار نے اسے بڑے تعجب سے نیچے سے اوپر تک گھورا۔ پھر بڑے حقارت آمیز انداز میں ہنسا ''تم ان کو کہانی دے گی۔ چہ خوب۔'' اس نے ایک طرف نسوار تھوک کر کہا۔

میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ یہ دیکھو کہانی۔'' تصویر نے اسے اسکرپٹ کا پلندہ دکھایا۔

''اچھا ترکیب ہے۔ لیکن نہیں چلے گا۔'' چوکیدار نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

تصویر کو بے زاری ہونے لگی۔ توہین کا احساس الگ ستا رہا تھا ''بھائی فضلانی صاحب نے خود مجھے بلایا ہے۔''

''نا ممکن فضلانی صیب کسی کو بلاتی تو پہلے ہم کو بولتی کہ اس کا آدمی آئے گا۔'' چوکیدار نے بے حد وثوق سے کہا ''ام سب سمجھتا۔ تم ہیرو بننے کا واسطے آتا۔ اندر جانے کے بہانہ کرتا اے جاؤ بابا..... جاؤ امارا ٹیم خراب مت کرو۔ تم جیسا ایدر بوت آتا کہانی دینے

تصویر کائناتی واپس جانے کے لئے پلٹنے ہی والا تھا کہ کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، چند لمحے تو وہ اسے پہچان ہی نہیں سکا۔ وہ بہت بدل بھی تو گیا تھا۔

''نہیں پہچانے؟''

آواز سنتے ہی تصویر نے اسے پہچان لیا ''کامران تم؟'' وہ اس سے لپٹ گیا۔

وہ برسوں کے بعد ملے تھے۔ دیر تک لپٹے رہے۔ پھر وہ ہٹے۔ دونوں نے پیچھے ہٹ کر ایک دوسرے کو غور سے دیکھا ''تم بالکل نہیں بدلے۔'' کامران نے کہا۔

''اور تم بہت بدل گئے ہو۔'' تصویر بولا چوکیدار شاید کامران کو جانتا تھا۔ وہ بے پروائی سے اپنے اسٹول پر جا بیٹھا تھا۔ جیسے ان دونوں سے واسطہ ہی نہ ہو۔

''مجھے تو بدلنا ہی تھا۔'' کامران نے افسردگی سے کہا ''وقت بھی تو کتنا بیت گیا۔ پل کے نیچے سے بہت پانی بہہ چکا ہے دوست۔''

''ہاں پانچ سال ہو گئے۔'' تصویر نے گہری سانس لے کر کہا ''میں نے تو کئی بار تمہارے گھر کے چکر لگائے۔ تم سے کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ پھر پتا چلا کہ تم لوگ وہ کوارٹر ہی چھوڑ گئے ہو۔ نیا پتا کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ مگر مجھے یقین تھا کہ ہم ملیں گے ضرور۔ یہ بتاؤ کہ ہوا کیا تھا۔''

''بہت کچھ ہو گیا دوست۔ مختصر طور پر سن لو کہ پہلے ابا ریٹائر ہوئے۔ کوارٹر چھوڑنا پڑ گیا۔ پھر ابا کا انتقال ہو گیا۔''

''اوہ بہت افسوس ہوا سن کر۔'' تصویر نے پر خلوص لہجے میں کہا۔

''بس یار اللہ کی مرضی۔ ایک نہ ایک دن تو سبھی کو جانا ہے۔''

''لیکن کامران مجھے افسوس ہے کہ تمہیں کبھی میرا خیال نہیں آیا۔ میرا گھر تو تم نے دیکھا ہوا ہے۔ بھولے تو نہیں ہو گے۔''

''تمہیں اللہ نے خوش بخت پیدا کیا ہے دوست۔ تمہارے پاس یاد کرنے کی

فرصت ہے۔ میں تو ان پانچ برسوں میں خود کو بھی بھول گیا تھا۔ فرصت ہی نہیں تھی کچھ یاد کرنے کی۔''

اس کے لہجے کی تلخی محسوس کر کے تصویر نے اسے بغور دیکھا۔ وہ اپنی عمر سے بڑا اور بے حد تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

''خیر چھوڑو، ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ تم یہاں کیسے؟'' کامران نے کہا'' اور یہ چوکیدار سے کیا چونچیں لڑا رہے تھے۔''

''بس یار ایک اسکرپٹ لے کر آیا تھا۔ فضلانی صاحب کے لئے۔ چوکیدار صاحب مجھے اندر نہیں جانے دے رہے تھے۔''

''ہاں اس دنیا میں غرض مندوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے۔ امیر ہو یا غریب۔ غرض مند غرض مند ہی ہوتا ہے۔'' کامران کے لہجے میں پھر تلخی در آئی ''مگر سنو تم نے کہا اسکرپٹ۔ کیا دماغ میں وہ خناس ابھی تک موجود ہے۔''

''نہ صرف موجود ہے بلکہ توانا بھی ہو گیا ہے۔ لیکن تم اپنی کہو تم یہاں کیسے؟''

''اپنا تو دماغ رہا ہی نہیں۔ بس خناس ہی خناس رہ گیا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ نوکری تو اس وقت مجھے ملی نہیں۔ میں نے بھی خدا کا شکر ادا کیا۔ اپنی منزل کا تعین تو میں بہت پہلے کر چکا تھا۔ سوچا ادھر ادھر کی ملازمت میں کیوں وقت ضائع کروں۔ سیدھا اسٹوڈیو کا رخ کیا۔ جب سے یہیں دھکے کھا رہا ہوں۔ اب فضلانی صاحب کا چیف اسسٹنٹ بنا ہوں۔ انشاء اللہ اس فلم میں ٹائٹل پر بھی نام ہوگا۔''

''یہ تو کمال ہی ہو گیا۔'' تصویر نے ہنستے ہوئے کہا ''اب یہی دیکھ لو کہ میں فضلانی ہی کے لئے اسکرپٹ لایا ہوں۔''

''یہ دنیا ہماری سوچوں اور آئیڈیلز سے بالکل مختلف ہے تصویر۔'' کامران نے ناصحانہ لہجے میں کہا ''میں تو بری طرح مجروح ہو چکا ہوں اور اب تم جراحت کے لئے چلے آئے ہو۔''

''میں نے فضلانی سے فون پر بات کر لی تھی اسکرپٹ کی۔''

''چلو اب مل کر بھی دیکھ لو۔ میں تمہیں ملوا دیتا ہوں۔'' کامران نے اس کا ہاتھ تھام لیا'' آؤ میرے ساتھ۔''

وہ اسے اندر لے گیا۔ سامنے ہی خوب صورت باغیچہ تھا۔ اس کے تین طرف عمارت تھی۔ نچلی منزل میں راہداری تھی۔ وہاں بے شمار دروازے تھے۔ وہ سب کسی نہ کسی فلم پروڈکشن کے آفس تھے۔ دروازوں پر تختیاں لگی تھیں۔ کامران اسے فضلانی پکچرز کے دفتر میں لے گیا۔

فضلانی کو دیکھنا تصویر کائناتی کے لئے اسے سننے سے زیادہ مایوس کن ثابت ہوا۔

وہ چھوٹے قد کا مربع نما انسان تھا۔ جس کے چاروں ضلع برابر تو نہیں تھے لیکن دیکھنے میں ایسا ہی لگتا تھا۔ توند بہت نمایاں تھی اور پیٹ پر الگ سی رکھی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ شاید اس کا سبب وہ پوز تھا جو وہ اس وقت دے رہا تھا۔ وہ اپنی آرام کرسی پر نیم درازی سے کچھ زیادہ ہی دراز تھا۔ دونوں ٹانگیں سامنے میز پر پھیلی ہوئی تھیں۔ بلکہ سامنے نہیں، میز کے پہلو کی طرف۔ اس کے دونوں ننگے پاؤں میز کے کنارے تک پہنچنے سے پہلے ہی اختتام پذیر ہو گئے تھے۔ میز کی سائیڈ کے ساتھ ایک کرسی تھی، اس کرسی پر ایک خاتون نما لڑکی بیٹھی تھی۔ لڑکی کی ٹھوڑی میز پر ٹکی تھی اور اس کی ناک تقریباً فضلانی کے تلوؤں سے ملی ہوئی تھی۔ میز کی دوسری سائیڈ پر بھی ایک کرسی تھی۔ اس پر ایک دبلا پتلا آدمی اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بیشتر بال داغ مفارقت دے چکے تھے۔ داغ مفارقت بے حد سچی بات تھی۔ اس لئے کہ جہاں جہاں سے بال اڑے تھے وہاں سرخی مائل سیاہ داغ بھی تھے۔

جیسے ہی کامران اور تصویر آفس میں داخل ہوئے فضلانی بری طرح اچھلا۔ کرسی گھومنے والی نہ ہوتی تو وہ کرسی سمیت الٹ کر گر گیا ہوتا۔ وہ سنبھلا اور اس نے اپنے پاؤں پیچھے کھینچ لئے۔ وہ تھے اب بھی میز پر ہی۔ لیکن لڑکی کی ناک سے کچھ دور ہو گئے تھے ''اے نائلہ...... بابا کتنی بار تیرے کو بولا۔ ایسے نئیں کیا کر۔ دیکھ نا میرے کو بہت

گدگدی ہوتی ہے۔"

"کیا کروں سیٹھ تمہارے تلوے اتنے خوبصورت ہیں کہ رہا نہیں جاتا۔" لڑکی نائلہ نے اٹھلا کر کہا۔

فضلانی کی توند اب بھی ہل رہی تھی "میں تو بابا اندر سے بھی بہوت خوبصورت ہوں۔"

"مگر میرا تو دل چاہتا ہے کہ بس تمہارے قدموں میں بیٹھی رہوں۔" نائلہ اور اٹھلائی "شاید یہاں سے تمہیں زیادہ صاف نظر آ سکوں۔ کیسی کیسی لڑکیوں کو تم نے ہیروئن بنا دیا میں تمہیں کبھی نظر ہی نہیں آئی۔"

"ہاں بابا ٹھیک بولتی ہے تو۔ ابی اس نیلما کو دیکھ نا۔ میں نے اس کو اس ناک کے ساتھ ہیروئن بنا دیا آج بھی کیمرہ مین اس کے سائیڈ پوز سے ڈرتے ہیں بابا۔ بولتے ہیں کہ مشکل ہے۔ اس ناک کے پیچھے پورا سیٹ چھپ جائے گا۔"

تصویر کائناتی کو کھنکار کر گلا صاف کرنا پڑا۔ فضلانی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ تصویر کو دیکھ کر اس کا منہ بنا لیکن کامران پر نظر پڑتے ہی وہ مسکرانے لگا "اچھا ہوا بابا تم آ گیا۔" اس نے خیر مقدمی لہجے میں کہا "آج میرا طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ تم سیٹ پر جا کر ٹیک لو۔ سنبھال لے گا نا؟"

"سنبھال لوں گا فضلانی صاحب۔ آپ بے فکر رہیں۔" کامران نے کہا "میں اپنے دوست کو آپ سے ملوانے کے لئے لایا ہوں۔"

"آؤ نا بابا آؤ۔" فضلانی نے اپنے پاؤں میز سے اتار لئے۔ اس نے تصویر سے ہاتھ ملایا "ہیرو بننے کا ہے کیا بابا؟"

"نہیں جناب شکریہ۔" تصویر نے کہا۔

"میں تو اس کامران کو بھی بولتا ہوں۔ مگر بابا، یہ مانتا ہی نہیں۔ میرے کو تو ایسے ہیرو کا تلاش ہے بابا۔"

"یہ میرا دوست رائٹر بننا چاہتا ہے سر۔" کامران نے کہا۔ تصویر اور وہ فضلانی کے سامنے والی

کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔ نائلہ اب کامران کو لگاوٹ بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"رائٹر؟" فضلانی نے حیرت سے کہا "بابا...... پھر اپنے اس بٹیر کا کیا بنے گا۔" اس نے کرسی پر اکڑوں بیٹھے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کیا۔

اکڑوں بیٹھا ہوا شخص دھڑ سے سیدھا ہو گیا "تو آپ رائٹر بنیں گے۔" اس نے تصویر کو گھورتے ہوئے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"اے بابا، تم اپنا منہ بند رکھو۔ مجھے بات کرنے دو۔" فضلانی نے اسے ڈانٹ دیا پھر وہ تصویر کی طرف مڑا "بابا تم نے پہلے کبھی کوئی کہانی لکھی؟"

اب ضروری تھا کہ تصویر اپنا تعارف کرا دے۔ اس نے کہا "میرا نام تصویر کائناتی ہے۔ میں نے فون پر آپ سے بات کی تھی۔ آپ نے مجھے......"

"ہاں بابا، یاد آ گیا میرے کو۔" فضلانی نے جلدی سے کہا "تو کہانی سناؤ نا۔"

تصویر نے مسودہ اس کی طرف بڑھا دیا "یہ لیجئے...... یہ اسکرپٹ ہے۔ میں نے اس پر بہت محنت کی ہے۔ کئی بار لکھا ہے تو یہ شکل نکلی ہے۔"

"بابا اس پلندے کا میرے کو کیا کرنا۔ میرے کو تو کہانی سناؤ تم۔" فضلانی نے بے زاری سے کہا۔

تصویر حیران رہ گیا "کہانی سناؤں؟"

"ہاں بابا۔ آئیڈیا تو سناؤ۔ اچھا لگا تو فلم بھی بناؤں گا۔"

"لیکن یہ تو مکمل اسکرپٹ ہے فضلانی صاحب۔"

"اسکرپٹ تو بعد میں لکھا جاتا ہے بابا۔ فلم کے ساتھ ساتھ۔ پر تم کو تو معلوم ہی نہیں ہوگا۔" فضلانی نے اسے ہمدردانہ نظروں سے دیکھا "بابا آئیڈیا اچھا لگے گا تو میں سوچوں گا نا۔ پھر آرٹ ڈائریکٹر کے ساتھ بیٹھوں گا۔ سیٹ لگواؤں گا پھر تم کو بلاؤں گا۔ تم کو سیٹ پر بیٹھ کر سین لکھنا ہوگا۔ یہ اسکرپٹ تو بے کار ہے نا بابا۔"

تصویر کائناتی کو چکر آنے لگے "مگر یہ آئیڈیا ایسا ہے کہ سنانے میں بے جان لگے

گا۔ جزئیات تو نہیں سنائی جاسکتیں۔''

''تیرے کو کون کہتا بابا جزئیات سنانے کو۔ تم آئیڈیا سناؤنا۔ آئیڈیا اچھا ہونا چاہئے۔ زوردار سین تو میں خود ڈلواؤں گا۔ تیرے سے ہی ڈلواؤں گا بابا۔''

''فضلانی صاحب، میرے دوست کو کہانی سنانا نہیں آتا۔'' کامران نے مداخلت کی ''آپ یہ اسکرپٹ لے لیں۔ پڑھ کر دیکھ لیجئے گا۔''

''ٹھیک ہے بابا۔'' فضلانی نے بے دلی سے کہا۔ پھر وہ تصویر سے مخاطب ہوا ''تم ایسا کرو دو چار روز میں میرے کو مل لو۔ میں کہانی پڑھ کر تم کو بتادوں گا۔''

تصویر نے شکریہ ادا کیا، اس سے ہاتھ ملایا اور کامران کے ساتھ کمرے سے نکل آیا ''یہ سب کیا ہے؟'' باہر نکلتے ہی اس نے کامران سے پوچھا۔

''یہاں یہی چلتا ہے بھائی۔'' کامران نے کہا ''اب باقی باتیں کینٹین میں ہوں گی۔''

دونوں اسٹوڈیو کی کینٹین میں چلے آئے۔ کامران نے چائے کا آرڈر دیا ''یہاں اسکرپٹ قسطوں میں لکھا جاتا ہے، ترتیب بھی ضروری نہیں۔ جس سیٹ پر کام ہو رہا ہو اس کے سین پہلے لکھوائے جاتے ہیں۔ اس میں یہ آسانی بھی رہتی ہے کہ اداکار کو پسند نہ ہوں یا ادائیگی میں مشکل ہو رہی ہو تو مکالمے تبدیل کرانے میں دشواری نہیں ہوتی۔''

''لیکن یار ایک چست منظرنامے کی اہمیت تو مسلمہ ہے۔''

''وہ ہالی وڈ میں ہوتی ہے۔'' کامران نے بے پروائی سے کہا ''لو...... چائے پیو۔''

تصویر کائناتی ابھی تک شاک کی حالت میں تھا ''میری سمجھ میں نہیں آئی یہ بات۔'' اس نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''پہلے میری سمجھ میں بھی نہیں آتی تھی لیکن اب مجھے پتا چل گیا ہے کہ اس بے قاعدگی کی اپنی ایک افادیت ہے یا یوں کہو کہ میں نے سمجھوتا کرلیا ہے۔''

''مگر میں سمجھوتا نہیں کروں گا۔''

''تو یہاں پاؤں جمانے کو زمین بھی نہیں ملے گی تمہیں۔'' کامران نے بے رحمی سے کہا

''خیر چھوڑو۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اب ایک ہفتے کے بعد آنا۔ میں بھی فضلانی سے تمہارے اسکرپٹ کے سلسلے میں بات کروں گا۔ بلکہ خود دیکھوں گا۔''

''ٹھیک ہے یار۔''

دونوں اٹھ کھڑے ہوئے ''اتنے برسوں کے بعد ملے ہیں جی تو چاہ رہا تھا کہ خوب باتیں ہوں۔'' کامران نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا ''لیکن تم سن چکے ہو مجھے ابھی ایک شوٹنگ نمٹانی ہے خیر پھر سہی۔ چلو میں تمہیں چوکیدار سے ملوادوں۔''

کامران گیٹ تک تصویر کے ساتھ گیا ''سمندر خان، ان صاحب کو کبھی مت روکنا۔'' اس نے چوکیدار سے کہا، جو اس کے احترام میں اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا تھا ''یہ میرے خاص دوست ہیں اور فضلانی صاحب ان سے کچھ کام لے رہے ہیں۔''

''خوچہ آپ فکر مت کرو صیب ام تمارا دوست کو پہچان لیا۔''

''ٹھیک ہے تصویر۔ پھر ملاقات ہوگی انشاء اللہ۔'' کامران نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

تصویر کائناتی فضلانی کے پاس سے دل گرفتگی کے عالم میں لوٹا تھا۔ اس نے پہلے بھی سن رکھا تھا کہ فلم پروڈیوسرز اور ڈائریکٹرز نو وارد افراد کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے لیکن اسے اپنی لکھی ہوئی کہانی پر بہت بھروسا تھا۔ باوجود یہ کہ فضلانی نے اس کی کوئی پذیرائی نہیں کی تھی، اسے یقین تھا کہ اس کا اسکرپٹ پڑھ کر وہ پھڑک اٹھے گا۔

اگلا ایک ہفتہ اس نے ہوائی قلعے تعمیر کرنے میں گزارا۔ فضلانی سے دوسری ملاقات اس کی فلم کے سیٹ پر ہوئی۔ اس بار تصویر نے دیکھ لیا کہ فلم کیسے بنائی جاتی ہے اور اسکرپٹ کیسے لکھا جاتا ہے۔

دبلا پتلا رائٹر سیٹ پر پیڈ اور قلم لئے موجود تھا۔ فلم کا ہیرو سورج کمار اسے بری طرح لتاڑ رہا تھا ''یہ عرض تمنا کیا ہوتا ہے جی؟''

''آپ...... آپ عرض تمنا نہیں سمجھتے۔'' رائٹر صاحب گڑبڑا گئے۔

"تم سمجھاؤ نا۔" سورج نے کڑے لہجے میں کہا۔

"اب عرض تمنا کیسے سمجھاؤں آپ کو۔" رائٹر ناک بھوں پر زور دینے لگا۔ پھر وہ اچھل پڑا "ہاں دل کی بات کہنے کو کہتے ہیں۔"

"تو دل کی بات لکھو۔ یہ عرض تمنا تو میرے حلق میں پھنس جاتا ہے۔ کان کھول کر سن لو، میں لکھنؤ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔"

رائٹر صاحب اپنی غلطی ٹھیک کرنے میں لگ گئے۔ تصویر کائناتی کھڑا عبرت پکڑ رہا تھا۔ اسی وقت اس کی نظر کامران سعید اور فضلانی پر پڑ گئی۔ وہ ان کی طرف چلا گیا۔ پہلے فضلانی نے ہی اسے دیکھا اور ہانک لگائی "اے رمضان...... بابا یہ سیٹ پر غیر ضروری لوگ کیوں چھوڑتا ہے۔"

اس پر کامران نے نظریں اٹھائیں۔ تصویر کو دیکھ کر وہ بولا "آؤ تصویر۔" پھر فضلانی سے بولا "یہ وہی میرا دوست ہے۔ تصویر کائناتی۔ وہ جس کا اسکرپٹ ہم پڑھ رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے بابا۔ تم اس کا وہ پلندہ اسے واپس دے دو۔" فضلانی نے خشک لہجے میں کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" کامران نے کہا۔

"کیا...... کیا آپ کو یہ اسکرپٹ اچھا نہیں لگا؟" تصویر کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ مذاق کیا بابا۔"

"آپ مجھے یہ نہیں بتائیں گے کہ اس میں خرابی کیا ہے؟"

"دیکھو بابا، فلم ایسے نہیں بنتی۔ کہانی نہیں تو اسکرپٹ کیا بنے گا۔"

"آؤ میں تمہیں سمجھادوں۔" کامران نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ وہ اسے لے کر فضلانی کے دفتر میں چلا آیا۔ میز پر تصویر کا اسکرپٹ رکھا تھا۔ وہ کامران نے اٹھالیا۔

"چلو کینٹین میں بیٹھ کر بات کریں گے۔"

تصویر تو سناٹے کے عالم میں تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل دیا۔ چائے کا آرڈر دینے کے بعد کامران نے بات شروع کی "میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہاں

اسکرپٹ کیسے لکھے جاتے ہیں۔"

"لیکن یہ غلط ہے۔"

"مانتا ہوں۔ مگر میں اور تم اس کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ پورے سمندر کا پانی کبھی کوئی چھان سکا ہے۔"

"یہ ایک مختلف معاملہ ہے۔"

"تمہارے ساتھ ایک مسئلہ ہے تصویر۔ تمہارے ڈیڈی کی دولت نے تمہیں دنیا اور زندگی کا اصل روپ نہیں دیکھنے دیا۔ تم نے دھکے نہیں کھائے۔ تمہیں علم ہی نہیں کہ جگہ نہ ہونے پر بھی قدم کیسے جمائے جاتے ہیں۔ تم ابھی تک کتابی آئیڈیلز لئے پھر رہے ہو۔ میرے بھائی، کچھ دن اسٹوڈیو کی اس چھوٹی سی دنیا میں ٹھوکریں کھاؤ۔ سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔"

تصویر کو اس کے لہجے نے ہلا کر رکھ دیا۔ اس لہجے میں دولت کا حوالہ دیتے ہوئے جو حسد اور نفرت تھی، اس میں شدت بہت تھی۔ اتنا پرانا دوست، ایسا دوست جو آئیڈیلز میں بھی اس کا شریک رہا تھا، ہم خیال تھا، آج ایسے انداز میں باتیں کر رہا تھا "تم نے میرا اسکرپٹ پڑھا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں پڑھا اور وہ مجھے بہت اچھا لگا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسے فلمانا آسان نہیں۔ مکمل اسکرپٹ میں ایک خرابی یہ ہے کہ وہ غیر لچک دار ہوتا ہے۔ جبکہ فلم بنانے کے دوران ذہن میں جو آئیڈیے آتے رہتے ہیں۔ وہ مکمل اسکرپٹ میں نہیں سما سکتے۔ یہ ہے فلم بندی کے ساتھ ساتھ اسکرپٹ لکھوانے کا فائدہ۔"

"میرے نزدیک تو یہ محض تن آسانی ہے اور اداکاروں کے ساتھ زبردست زیادتی۔ وہ بے چارے صرف اپنے کردار کی اس شاٹ کی کیفیت سے واقف ہوتے ہیں، جو فلم بند ہو رہا ہو۔ پورے کردار کا تو انہیں علم ہی نہیں ہوتا۔ گہرائی کہاں سے آئے گی۔"

"تم کچھ بھی کہو۔ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں پانچ سال سے یہاں خوار ہو رہا ہوں۔" کامران کے لہجے میں فخر تھا۔

"تم ڈائریکشن کی فیلڈ میں کہاں تک پہنچے ہو؟"

"میں اب آزادانہ فلم ڈائریکٹ کرسکتا ہوں۔"

"تو تم میرے اس اسکرپٹ پر فلم بناؤ۔"

کامران گڑبڑا گیا "یہ کیسے ممکن ہے۔اس اسکرپٹ کو کوئی فنانس نہیں کرے گا۔"

تصویر کے پاس اس کا توڑ بھی تھا "فنانس میں خود کروں گا۔"

"فلم ریلیز کیسے ہوگی؟ کوئی ڈسٹری بیوٹر اسے ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔" کامران نے ایک اور اعتراض کیا۔

"ہم خود ڈسٹری بیوشن کریں گے۔تم فکر نہ کرو۔بس یہ فلم ڈائریکٹ کرنے کے لئے ہاں کردو۔"

"سوری تصویر، یہ ممکن نہیں۔"

"لیکن کیوں؟ میں دعوے سے کہہ رہا ہوں کہ یہ ایک عظیم فلم ثابت ہوگی۔"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو۔تمہارے لئے یہ فلم بنالینا کوئی بڑی بات نہیں۔لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ عظیم فلم ناکام ثابت ہوگی۔میں نے یہاں اپنی زندگی کے پانچ سال انویسٹ کئے ہیں۔میں ایک کامیاب ہدایت کار بننا چاہتا ہوں اور اس وقت اپنی اس منزل کے بے حد قریب ہوں۔ایک ناکام فلم ڈائریکٹ کرنے کے بعد میں محض ایک ناکام ہدایت کار کہلاؤں گا۔میرے اب تک کے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔میں ایسا خسارے کا سودا کیوں کروں، جس میں میرا مستقبل تک تاریک ہوجائے۔" کامران کہتے کہتے سانس لینے کے لئے رکا۔"میں تمہیں بتادوں۔ایک عظیم فلم بنانا میرا بھی خواب ہے لیکن اس کے لئے پہلے مجھے اپنی ساکھ بنانی ہوگی اور مالی مضبوطی بھی ضروری ہے۔"

"یار کامران، سرمائے کی تم فکر نہ کرو۔اور ساکھ یہ فلم ہی بنادے گی۔" تصویر نے کہا۔

"نہیں دوست سوری، Glory کوئی شیئر کرنے کی چیز نہیں ہوتی۔خواب بڑی ذاتی چیز ہوتے ہیں۔تعبیر پر بھی کسی اور کا حق تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔"

"میں شیئر نہیں کروں گا۔میں اس فلم کو بغیر نام کے فنانس کروں گا۔خواب بھی تمہارا اور تعبیر بھی تمہاری۔"

"میں نے کبھی تم سے مالی مدد نہیں لی۔" کامران نے غرور سے کہا "میں سیلف میڈ آدمی ہوں، سیلف میڈ ہی رہوں گا۔اور تمہیں بھی اب ایک بات سمجھ لینی چاہئے۔دولت سے ہر چیز نہیں خریدی جاسکتی۔"

"میں نے کبھی ایسا سوچا بھی نہیں۔یہ تم دوست ہوکر کیسی باتیں کر رہے ہو۔" تصویر نے احتجاج کیا۔

"سرمایہ دار کبھی کسی کا دوست نہیں ہوتا۔" کامران نے تلخی سے کہا "تم مجھے میری پانچ سال کی ذلتوں اور اذیتوں کا معاوضہ تو نہیں دے سکتے۔اتنی دولت ہی نہیں ہوگی تمہارے پاس۔اب انہی ذلتوں اور اذیتوں کی بدولت میں بڑا ہدایت کار بنوں گا۔تم اپنے خواب کی تعبیر کے لئے خود جدوجہد کرو۔دیکھ لو، تمہاری دولت کے باوجود بھی میں تم سے پانچ سال آگے تو جاچکا ہوں۔اور ابھی یہ فاصلہ اور بڑھے گا۔"

"بہت تلخ ہورہے ہو۔" تصویر نے بے بسی سے کہا اور میز پر رکھا ہوا اپنا اسکرپٹ اٹھالیا "اس وقت تم سے بات کرنا ٹھیک نہیں لگتا ہے، تم گزرے ہوئے برسوں کا ساتھ تک بھول گئے ہو۔پھر ملاقات ہوگی تم سے۔چائے کے پیسے تم ادا کردینا۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔

"اب ملاقات نہیں ہوگی۔میں تم سے ملنا نہیں چاہتا۔" کامران چلایا۔

حیران و پریشان تصویر کائناتی کینٹین سے نکل گیا۔

کامران اپنی جگہ بیٹھا کھولتا رہا۔وہ اس وقت تصویر سے نفرت کرنے پر مجبور تھا۔اسکرپٹ پڑھنے کے بعد سے ہی اس کا یہ حال تھا۔وہ سوچتا رہا تھا کہ وہ اسکرپٹ تو اسے لکھنا چاہئے تھا۔وہ تو اس کا خواب تھا۔ایک عظیم فلم کا اسکرپٹ۔

تصویر کائناتی اس کا عزیز ترین دوست تھا۔دونوں ہم مزاج، ہم خیال تھے۔دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ بہت وقت گزارا تھا۔لیکن قربت کے دوران بھی تصویر کا دولت

مند ہونا اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ دولت کے حوالے نے تصویر کو اس کے لئے ایک ایسا آئینہ بنا دیا تھا، جس میں اسے اپنی محرومی بہت بڑی نظر آتی تھی۔ اپنا چہرہ بگڑا ہوا اور غیر متناسب لگتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ پچھلے پانچ برس اس سے دور رہ کے وہ بہت مطمئن رہا تھا۔ اس کے احساس کمتری کو مہمیز کرنے والا چابک دور ہو گیا تھا۔ لیکن اب وہ پھر اسے اس کی محرومیاں دکھانے، اسے احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لئے اس کی زندگی میں آ گیا تھا۔

اسی لئے تو اس نے اسے اپنی زندگی سے بے عزت کر کے نکال دیا تھا!

اس کے بعد تصویر کائناتی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کوئی اور کوشش کرتا۔ فلم انڈسٹری کے ماحول کی جو ایک جھلک اس نے دیکھی تھی، وہی اس کے لئے بہت کافی تھی۔ لیکن دکھ اس بات کا تھا کہ وہ اپنا عزیز ترین دوست کھو بیٹھا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا کامران سعید کے رویے کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کامران سعید کو اچانک کیا ہو گیا۔ وہ اس طرح کیوں پھٹ پڑا۔ اتنی نفرت کیوں تھی اس کے انداز اور لہجے میں۔

پھر جب بات سمجھ میں آئی تو گویا گتھیاں کھلنے لگیں۔ نفسیات اس کا خاص مضمون تھا۔ مگر آدمی جن سے محبت کرے، انہیں علم نفسیات کے حوالے سے نہیں سمجھتا۔ اب وقت آیا تھا تو وہ اسی علم کا حوالہ استعمال کر رہا تھا۔

وہ سمجھ گیا کہ کامران ابتدا ہی سے احساس کمتری کا شکار رہا ہے۔ اس کے ساتھ محرومیاں ہی محرومیاں تھیں اور وہ طبعاً خوددار بھی تھا۔ اگر ان دونوں کی پسند ناپسند اور اس کے علاوہ بہت سی قدریں مشترک نہ ہوتیں تو شاید کامران کبھی اس سے دوستی نہ کرتا۔ لیکن کامران اس سے دوستی پر مجبور تھا۔ وہ اس میں کشش ہی ایسی محسوس کرتا ہوگا۔ اور قریب رہ کر وہ دیکھتا اور کڑھتا ہوگا کہ اسے زندگی سے کچھ حاصل کرنے کے لئے صرف سوچنا، خواہش کرنا ہی کافی ہے جبکہ کامران خود صرف خواہش کر سکتا تھا۔ حاصل کرنا اس کے لئے محض ایک خواب

تھا۔ ایسے میں آدمی نفرت نہیں کرے گا تو کیا کرے گا۔

تصویر نے سمجھ لیا کہ طبقاتی فرق دوستی میں بڑے پیچیدہ مسائل پیدا کر سکتا ہے۔

ایک فائدہ تصویر کائناتی کو بھی ہوا تھا۔ کامران نے اسے چیلنج کیا تھا کہ وہ اس سے پانچ سال آگے ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اپنے خواب کی تعبیر کے لئے اسے خود جدوجہد کرنی ہے۔ تصویر نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن وہ چیلنج قبول کر لیا تھا۔

اب اس کو جدوجہد کرنا تھی لیکن سب سے پہلے ڈیڈی سے بات کرنا تھی۔

اس روز چھٹی تھی۔ وہ ڈیڈی کے کمرے میں چلا گیا۔ توقیر صاحب بیڈ پر نیم دراز تھے

’’آؤ بیٹے خیریت تو ہے۔ بیٹھو۔‘‘

وہ بیڈ کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا ’’آپ سے ایک ضروری بات کرنا تھی ڈیڈی۔‘‘

’’بہت خوب۔ میں بھی تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔‘‘

’’آپ کہئے ڈیڈی۔ کیا بات ہے؟‘‘

’’بھئی، میری تو وہی طوطا کہانی ہے۔ تمہاری تعلیم مکمل ہو چکی ہے اب کاروبار سنبھال لو۔‘‘ توقیر صاحب نے کہا۔

’’ڈیڈی آپ جانتے ہیں کہ یہ کاروبار میرے بس کا نہیں۔‘‘ تصویر نے بے بسی سے کہا۔

’’تو بھئی زندگی میں کچھ تو کرو گے۔‘‘

’’میں اسی سلسلے میں آیا تھا ڈیڈی۔ فلم بھی بزنس ہے اور ایسا بزنس ہے جو میں کر سکتا ہوں۔‘‘

توقیر صاحب کچھ دیر سوچتے رہے پھر ان کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی ’’یہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ فلم بزنس ہے۔ اس میں منافع بھی بہت ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم اس میدان میں بھی بزنس نہیں کرو گے۔ خیر اللہ کا شکر ہے میرے پاس لٹانے کو بھی بہت ہے تم شروع کرو۔‘‘

’’لیکن ڈیڈی اس سے پہلے میں ہدایت کاری کی تربیت کے لئے امریکا جانا چاہتا ہوں۔‘‘

"یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں لیکن اپنی ممی سے اجازت لے لو۔"

ممی سے اجازت لینا مشکل مرحلہ تھا۔ مگر اس نے وہ بھی سر کرلیا۔ آخر کار وہ تین سال کی ٹریننگ کے لئے امریکا چلا گیا۔

امریکا میں اسے ڈیڑھ سال ہوا تھا کہ ممی کی موت کی خبر آ گئی۔ وہ دکھ اس نے پردیس میں جھیلا۔ خواب کی تعبیر کے حصول کے لئے کیا کیا کچھ سہنا پڑتا ہے۔

پل کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا تھا!

شالیمار اسٹوڈیوز میں مون لائٹ فلمز کے آفس میں بڑی سی میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر کامران سعید بیٹھا تھا۔ کمرے میں سگریٹوں کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ اچانک آفس کا دروازہ کھلا اور چپراسی اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں اخبارات کا پلندہ تھا جو اس نے میز پر رکھ دیا۔

"ذرا دیکھیں تو، آج کی گرم خبر کیا ہے۔" کامران نے ایک فلمی اخبار اٹھاتے ہوئے کہا۔

"خبر کیا سر۔ یہ فلمی صحافی سب بلیک میلر ہیں۔ سچ ان سے چھپایا بھی نہیں جاتا۔" اس کا اسسٹنٹ بولا۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔" کامران سعید نے ہنس کر کہا "ہماری نئی فلم سہانی رت کو ہفت روزہ نگار خانہ نے بہت زیادہ سراہا ہے۔"

"جی ہاں سر۔" اسسٹنٹ ڈائریکٹر وحید مرزا نے جلدی سے کہا "کبھی کبھی یہ لوگ بہت اچھے تبصرے بھی کر دیتے ہیں۔"

کامران سعید اخبار کی سرخیوں پر نظر دوڑا رہا تھا۔ ایک سرخی پر اس کی نظر گویا جم کر رہ گئی

"یہ کیا بکواس ہے۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

کمرے میں ایک کرسی بیٹھا ہوا منحنی سا کالے رنگ کا شخص یوں اچھل پڑا، جیسے کہیں بم کا دھماکا ہوا ہو۔ وہ ویسے بھی ہر وقت اعصاب زدہ دکھائی دیتا تھا۔ اس دھماکے سے پہلے وہ گرد و پیش سے بے نیاز سگریٹ پھونکے جا رہا تھا۔ اس کی نظریں خلا میں کسی نادیدہ نقطے پر

جمی ہوئی تھیں۔ غالباً وہ اس وقت کسی سین پر غور کر رہا تھا۔ وہ کہانی نویس اور اسکرپٹ رائٹر جعفر ادیب تھا۔

وہ محویت کے عالم میں تھا۔ کامران سعید کے اچانک اونچی آواز میں بولنے سے وہ محویت ختم ہوگئی۔

"کک...... کک...... کیا ہوا؟" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

دفتر میں جیسے ہنگامی صورت حال نافذ ہوگئی۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر وحید مرزا نے جلدی سے اپنا ختم ہوتا ہوا سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا اور کسی بھی نامعلوم خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے الرٹ ہوگیا۔ آفس میں موجود واحد ایکسٹرا گرل نے فوراً ہی اپنی سیٹ چھوڑ دی اور کامران سعید کے عقب میں آ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ اس کے کندھے کے اوپر سے اخبار میں وہ خبر پڑھنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ جس نے کامران کو چونکا دیا تھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے کامران کے کندھے پر جھکتے ہوئے اٹھلا کر پوچھا۔

"دور ہٹو۔" کامران نے اسے جھڑک دیا "مجھے حد سے بڑھی ہوئی بے تکلفی پسند نہیں۔"

ایکسٹرا گرل کی پیشانی پر شکن بھی نہیں ابھری "میں جانتی ہوں کہ لوگوں کی موجودگی میں بے تکلفی تمہیں اچھی نہیں لگتی۔ مگر کیا کروں تم اتنے اچھے لگتے ہو......"

"بند کرو یہ بکواس۔" کامران غرایا۔

ایکسٹرا گرل دوبارہ اپنی سیٹ پر چلی گئی۔

"تم ٹھیک ہی کہہ رہے تھے۔" کامران نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا "واقعی یہ لوگ بے تکے تبصرے ہی کرتے ہیں۔"

"کیا ہماری کسی فلم پر؟"

"نہیں۔" کامران نے جھٹکے سے کہا "اس بے وقوف تصویر کائناتی کی فلم کے بارے میں لکھا ہے ان لوگوں نے۔"

"میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا سر۔ یہ قوم احساس کمتری کی ماری ہے۔" اسسٹنٹ نے

فلسفہ بگھارا" جو امریکا سے تربیت لے آئے بڑا ہدایت کار ہے۔ ہدایت کار کی بڑائی کا پتا تو سینما گھر کی ٹکٹ فروخت کرنے والی کھڑکی پر چلتا ہے۔ یہ فیصلہ تو باکس آفس کرتا ہے جناب......"

"ایک تو تم بولتے بہت ہو۔" کامران نے غصے سے کہا۔

"یہ بھی بیماری ہوتی ہے سر۔" وحید مرزا نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔

"فلم بنانے چلے ہیں۔ ہنبہ" کامران نے اخبار ایک طرف اچھالا اور وحید مرزا کی طرف متوجہ ہوگیا "تم نے اس کی فلم دیکھی ہے؟"

"بکواس فلم ہے سر۔ اور نام تو دیکھیں کتنا بے تکا ہے۔ سائبان۔" وحید مرزا نے مکھن لگایا۔

"ذر...... ذرا مجھے بھی بتلائیے کیا معاملہ ہے۔" اسٹوری رائٹر جعفر ادیب آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے بولا۔

"خاموش بیٹھو۔" کامران نے اسے ڈانٹ دیا "ہر معاملے میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش کرتے ہو۔ ڈفر کہیں کے۔"

"شش...... شائستگی سے جناب۔" جعفر ادیب گھگیایا۔

"شائستگی کے بچے۔ خاموش بیٹھو یا باہر نکل جاؤ۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ ہم بہت اہم گفتگو کر رہے ہیں۔" کامران کا پارہ چڑھ گیا۔

"مم...... میں خاموش ہوا جاتا ہوں جناب عالی"

"ایسے صحافیوں پر پابندی لگ جانی چاہئے جناب۔" وحید مرزا بولا "ہماری "سہانی رت" ملک کی پہلی پلاٹینم جوبلی فلم ہے اور ابھی تک اس کا ایک شو بھی نہیں ٹوٹا ہے۔ یہ اس کی مقبولیت کا عالم ہے اور یہ احمق صحافی سائبان کے گن گا رہا ہے۔ اسے سال رواں کی سب سے بڑی فلم قرار دے رہے ہیں۔"

"کیا؟" کامران کا منہ حیرت سے کھل گیا "سال رواں کی سب سے بڑی فلم؟ یہ کہہ رہے ہو تم؟"

"سر...... مضمون میں آگے جا کر یہی لکھا ہے۔"

"یہ تو بے انصافی ہے۔"

"اور سر، اسے گھٹن زدہ ماحول میں تازہ ہوا کا جھونکا لکھا ہے انہوں نے...... "

"تازہ ہوا کا جھونکا۔ مائی فٹ۔" کامران نے بھنا کر کہا "ایسے بے ہودہ تبصرے کیسے پڑھ لیتے ہو تم؟"

وحید مرزا سہم گیا "کسی اور توقع سے پڑھتا ہوں اندر کچھ اور نکلتا ہے سر۔"

"سب بکواس ہے۔"

وحید مرزا مکھن لگانے کے لئے کوئی مناسب زاویہ تلاش کر ہی رہا تھا کہ آفس کا دروازہ کھلا اور موٹی توند والا پروڈیوسر آفس میں داخل ہوا۔ سیٹھ نوچندی دھانسو فلمیں بنانے کے خبط میں مبتلا تھا۔ کامران سعید سے پہلے اس کا فضلانی کے ساتھ اشتراک تھا۔ لیکن پھر فضلانی کا جادو جواب دے گیا تھا۔ یکے بعد دیگرے اس کی کئی فلمیں فلاپ ہوئیں تو وہ فلم انڈسٹری میں اچھوت کی حیثیت اختیار کر گیا۔ سیٹھ نوچندی کو اب کسی نئے ڈائریکٹر کی تلاش تھی۔ اس کی نگاہ انتخاب کامران سعید پر پڑی جو فضلانی کا چیف اسسٹنٹ تھا۔ کامران خود بھی اسی چکر میں تھا۔ اسے آگے بڑھنے کے لئے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی اور اس وقت سیٹھ نوچندی سے بڑا سہارا فلمی دنیا میں اسے میسر نہیں آ سکتا تھا۔

سیٹھ نوچندی کاروباری معاملات میں بے حد تیز تھا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ کامیاب فلمیں بنانے کے لئے اسے جس ہدایت کار کی ضرورت ہے وہ کامران سعید ہی ہے۔ کامران نے اس کے لئے دو فلمیں بنائیں۔ اس کے بعد سیٹھ نوچندی نے اس سے باقاعدہ معاہدہ کر لیا۔ اب ان دونوں کے نام ایک ساتھ لئے جاتے تھے۔ ان دنوں سیٹھ نوچندی بہت خوش تھا۔ ان کی نئی فلم نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی تھی۔ صرف تین ماہ میں سہانی رت نے پلاٹینم جوبلی کرنی تھی اور ابھی تک ہاؤس فل جا رہی تھی۔ سرمایہ تو پہلے ہی مہینے واپس آ چکا تھا اب تو تجوری میں منافع آ رہا تھا۔

سیٹھ کو دیکھتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ کامران نے اس کے لئے ریوالونگ چیئر خالی
کر دی تھی۔ سیٹھ ریوالونگ چیئر پر ڈھیر ہو گیا۔ جیب سے رومال نکال کر اس نے چہرے
سے پسینہ پونچھا اور ہانپتے ہوئے بولا ”گرمی بوت جیادہ ہے۔“ پارکنگ سے آفس آتے
آتے اس کا سانس پھول گیا تھا اور وہ پسینے میں نہایا ہوا معلوم ہو رہا تھا ”اے بوائے“ اس
نے گھنٹی بجاتے ہوئے ہانک بھی لگا ڈالی۔

چپراسی فوراً ہی کمرے میں آ گیا۔

”اے، پنکھے کا رکھ میری طرف کر لڑکا“ اس نے کیپسٹر فین کی طرف اشارہ کیا ”اور
پھر چائے لا۔ سب لوگ کے لئے لمبا پانی۔“

چپراسی کو رخصت کرنے کے بعد وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوا ”آپ کا کیا حال ہے
جرینہ۔“ اس نے ایکسٹرا گرل سے پوچھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

”کیا حال پوچھتے ہو سیٹھ۔“ زرینہ اٹھلائی ”فلم میں کوئی رول نہیں دیتے۔“

”ملیں گا۔ ملیں گا۔“ سیٹھ نے اسے تسلی دی اور جعفر ادیب کی طرف مڑا ”ابھی اپنا با
مشین جا پھر ادیب چلیں گا تو کہانی بنے گا۔ آپ کا کیریکٹر بھی بنے گا۔“ وہ چونک کر کامران
کی طرف مڑا ”تمہارا موڈ کچھ آپھ لگتا ہے۔“

”بات ہی ایسی ہو گئی ہے سیٹھ۔“ کامران بولا۔

”کیا میرے سے کوئی ناراجگی ہے؟“ سیٹھ نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔

”مجھے غصہ آ رہا ہے سیٹھ۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ محنت کر کے اچھی فلمیں ہم بنائیں او
تعریف دوسروں کی ہو۔“

”اوہ!“ سیٹھ نے ایک طویل سانس لی، جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو ”ارے با
ان کو بولنے دو۔ تم اپنا مگج کائے کو خراب کرتا ہے۔ تم تو بس یہ دیکھو کہ پبلک کیا مانگتا اے
پبلک کو وہی دیتا رہو اور مال کھیسے میں ڈالتا رہو۔“

”پیسہ بھی پورا کہاں ملتا ہے سیٹھ۔“ کامران کو موقع مل گیا۔

”کیا بولتا ہے بابا؟“

”ٹھیک بولتا ہوں سیٹھ۔ ایگریمینٹ کی رو سے کامیابی کی صورت میں مجھے گراس کا
فائیو پرسینٹ ملنا تھا۔ پھر ہر جوبلی کا بونس بھی تھا۔ ابھی تک تو کچھ نہیں ملا۔ فلم پلاٹینم
جوبلی بھی کر گئی۔“

”تیرے کو میرے پر ایتبار نہیں ہے کیا۔ میں سوچتا تھا کہ فلم اترے گا تو ٹوٹل گراس
معلوم پڑے گا پھر تیرے کو فائیو پرسینٹ دینے کا۔“

”پھر بھی سیٹھ بونس تو دے دو۔“

”دیکھو کامران۔ اپن کاروبار میں کبھی بے ایمانی نئیں کیا۔ تیرا اپنا ساتھ اب پرانا
ہے۔ تو بھی اپن کو جانتا۔ پھر بھی ایسا بات بولا اپن کو اچھا نئیں لگا۔ ایتبار نہ ہو تو کاروبار نئیں
چلتا۔ بول تو اپن کوئی اور ڈائریکٹر ڈھونڈے۔“ سیٹھ نوچندی کا لہجہ خراب ہو گیا۔

”سیٹھ، یہ کیسی بات کرتے ہو۔ میں تم کو جانتا نہیں ہوں کیا۔“ کامران موم ہو گیا
”ایسی بات تو میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا۔ وہ دراصل اس فلمی تبصرے نے دماغ گھما
ڈالا ہے۔ صحافیوں نے سائبان کو اس سال کی سب سے بڑی فلم قرار دیا ہے۔“

”میں نے بولا نا۔ ان کو تعریف کرنے دو۔ تم سالا پیسہ بناؤ بس۔ اپن کو تو اس مورتی
سے بھی گرج نئیں۔ جسے یہ لوگ ایوارڈ بولتا۔“

مجھے تو ہے، کامران نے دل میں سوچا۔ یہ حقیقت ہے کہ اب وہ بہترین ہدایت کار کے
ایوارڈ کی بہت شدت سے خواہش کر رہا تھا ”وہ تو ٹھیک ہے سیٹھ لیکن۔“

”باس...... ٹھیک ہے تو لیکن مت بولو۔“ سیٹھ نوچندی نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے
کہا۔ اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔ پھر وہ اسٹوری رائٹر کی طرف مڑا ”تم نے بھی کوئی
دھانسو اسٹوری لکھا چا پھر...... یا یونہی مپھت کا مال کھاتا رہیں گا۔“

”بڑی دھانسو کہانی کا آئیڈیا سوجھا ہے سیٹھ۔“

سیٹھ سنبھل کر بیٹھ گیا ”تو سناؤ نا بابا۔“ اس نے میز پر ہاتھ مار کر کہا ”سسپنس کائے کو

پھیلاتا ہے۔''

کامران سعید اور وحید مرزا بھی اسٹوری رائٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔

جعفر ادیب نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور خلا میں گھورتے ہوئے ڈرامائی انداز میں بولا ''یہ ایک دیہاتی لڑکی کی کہانی ہے سیٹھ۔ جس کا محبوب اسے چھوڑ کر شہر چلا گیا ہے۔ وہ اپنے محبوب کو ڈھونڈنے شہر آتی ہے۔''

''ٹھہرو ٹھہرو۔'' کامران سعید بے صبرے پن سے ہاتھ اٹھا کر بولا ''تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہ گاؤں سے شہر جانے کے لئے کون سی سواری استعمال کرتی ہے۔''

''یہ تو بعد میں بھی طے ہو سکتا ہے۔'' جعفر ادیب نے گڑبڑا کر کہا۔

''نہیں۔'' سیٹھ نوچندی کا سر زور زور سے نفی میں ہلنے لگا ''یہ بوت جروری ہے ابھی طے ہوئیں گا۔''

''میرے خیال میں ٹرین کا سفر بڑی عام سی چیز ہے۔ وہ لڑکی ٹرین میں بیٹھ کر شہر پہنچ جاتی ہے۔'' جعفر ادیب بوکھلائے ہوئے انداز میں کہنے لگا۔

''اب تو دیہاتوں تک بسیں بھی جانے لگی ہیں۔'' وحید مرزا بولا ''میرے خیال میں تو بس کا سفر مناسب رہے گا۔''

''نہیں بس کا سفر اچھا نہیں لگے گا۔ دیہات کی مناسبت سے تانگا یا بیل گاڑی زیادہ بہتر رہے گی۔'' کامران سعید نے کہا۔

''جوردار کھیال ہے۔'' سیٹھ نوچندی بے حد خوش ہو کر بولا۔

''لل......لیکن سیٹھ لڑکی غریب ہے اس کے پاس پیسے بھی نہیں ہیں۔ وہ تانگے یا بیل گاڑی کا کرایہ کہاں سے ادا کرے گی۔'' جعفر ادیب نے اعتراض کیا۔ وہ اب بے حد نروس دکھائی دے رہا تھا۔ یہ اس کے لئے عزت کا مسئلہ تھا۔ رائٹر وہ تھا یا یہ لوگ۔ وہ ہمیشہ اسے نیچا دکھانے کے چکر میں لگے رہتے تھے۔ کامران سعید ویسے بھی اس کے ساتھ بہت ناروا سلوک رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی آن پر ڈٹ گیا۔

''اس کے گاؤں کا کوئی آدمی شہر جا رہا ہے وہ اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ کرائے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔'' وحید مرزا نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

''مزے دار سین نہیں ہو گا سیٹھ۔'' جعفر نے جلدی سے کہا۔

''ارے بابا، تو جے دار سین بناؤنا۔ سوچے گا نئیں تو بنے گا کیسے۔ ارے بابا مگج پر جور ڈالو۔ مگج پر۔''

''اور تم جو اسے ٹرین میں لے جا رہے تھے تو اس کا کرایہ کہاں سے آتا۔'' کامران سعید نے جعفر ادیب کو گھورتے ہوئے کہا۔

جعفر اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ پھر اچانک اچھل پڑا ''واہ سیٹھ...... واہ واہ...... واہ کیا آئیڈیا سوجھا ہے اس وقت، جواب ہی نہیں ہے۔''

''تیرے کو میں کتنی بار بولا، سسپنس مت پھیلایا کر۔ جلدی بول جا پر۔ جلدی۔'' سیٹھ نے اپنی رانیں پیٹتے ہوئے کہا۔

''بتاتا ہوں سیٹھ، بتاتا ہوں۔ لڑکی ٹرین میں بغیر ٹکٹ سفر کرتی ہے۔'' جعفر ادیب بولا۔

''اور پھر پکڑی جاتی ہے جیل بھیج دی جاتی ہے یا ٹکٹ چیکر کو خوش کرنے میں خراب ہوتی ہے۔'' وحید مرزا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

وحید مرزا کی آخری بات سنتے ہی ایکسٹرا گرل زرینہ خوش ہو کر بولی ''یہ تو میرا رول معلوم پڑتا ہے۔ سیٹھ پر ٹکٹ چیکر کا رول تمہیں کرنا ہو گا۔''

سیٹھ نوچندی کچھ کہنے والا تھا کہ جعفر ادیب نے دہاڑ کر کہا ''یہ ہیروئن کا رول ہے زرینہ تو مت بول۔''

''بغیر ٹکٹ سفر۔'' سیٹھ نے ناک بھوں پر زور دیتے ہوئے کہا ''تم ہمارا ٹیم کھراب کر رہا ہے جا پھر۔ تمہارے کو ہم بولا بھی کہ مگج پر جور دو۔ جاؤ کدر کونے کھدرے میں۔ کدر سوختے میں بیٹھ کر مگج پر جور دو۔ پھر کوئی پھٹ پھاٹ چیج لا کر سناؤ۔ ایک دم پھس کلاس۔ یہ پھس کسم کی چیجیں میرے کو نہ سنایا کر۔ سمجھا کہ نئیں۔''

جعفر ادیب کو بھی غصہ آ گیا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا ''بڑا افسوس ہوا سیٹھ۔ تم نے پورا آئیڈیا نہیں سنا۔ میں کہہ رہا تھا کہ وہ لڑکی ٹرین میں دہی بڑے بیچتی ہوئی شہر جاتی ہے اس طرح وہ بغیر ٹکٹ سفر کرنے کے جرم میں پکڑی بھی نہیں جاتی اور شہر پہنچتے پہنچتے اس کے پاس کچھ رقم بھی آ جاتی ہے۔''

سیٹھ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ''دھانسو...... ایک دم دھانسو......'' وہ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے دہاڑا ''اے چھوکرا...... کیدر مر گیا۔ چائے لاؤ جلدی سے سب لوگ کے لئے۔ لمبا پانی لانا بابا۔ اور جا پھر تم بیٹھو بابا۔ بیٹھو ناراج کیوں ہو گیا۔ ہم تو پہلے ہی بولتا تھا مگج پر جور دو۔ دیکھا کتنا جوردار سین نکلا ہے۔''

''واقعی بہت زوردار سین ہے سیٹھ۔'' کامران سعید نے سنجیدگی سے کہا ''لوگ فلم دیکھتے ہوئے اپنی سیٹوں سے اچھل پڑیں گے۔''

''لیکن گانے کے بغیر سین میں مجا نہیں آئے گا۔''

''وہ بھی ہوگا سیٹھ۔'' جعفر ادیب نے اسے یقین دلایا ''لڑکی پوری ٹرین میں دہی بڑے بیچتی جا رہی ہے اور گانا گا رہی ہے۔ دہی بڑے کھا لو میں لائی مجے دار۔'' اس نے اٹھ کر کمر لچکاتے ہوئے گانا گانے کی کوشش بھی کر ڈالی۔

''میرا بھی کوئی کردار ہوگا فلم میں۔'' ایکسٹرا گرل زرینہ نے پرتشویش انداز میں پوچھا۔ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

''بالکل ہوگا۔'' جعفر ادیب نے گانے کا پروگرام روک کر کہا ''شہر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد اسے ایک نرس ملتی ہے۔ وہ دہی بڑے کی بڑی شوقین ہے۔ دہی بڑے والی کو ٹرین سے اترتے دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آ جاتا ہے۔ وہ اس سے دہی بڑے لے کر کھاتی ہے۔ دہی بڑے اسے اتنے پسند آتے ہیں کہ وہ ہیروئن کو اپنے گھر لے جاتی ہے۔ اس طرح شہر میں ہیروئن کی رہائش کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔'' جعفر ادیب کہتے کہتے رکا۔ پھر زرینہ کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے ڈرامائی لہجے میں بولا ''وہ نرس تم ہو زرینہ۔''

''کیا بات ہے؟ آج تو بڑے رواں چل رہے ہو۔'' وحید مرزا بولا۔

''معلوم ہوتا ہے، مگج پر زیادہ ہی زور ڈالا دیا ہے۔'' کامران سعید نے ہنس کر کہا۔

''میرے کو تو پہلے ہی معلوم تھا۔ ارے بابا یہ تو گولڈن رائٹر ہے۔ سین کا فافک تیج ہے۔'' سیٹھ نوچندی فخریہ انداز میں بولا ''پر اس بے چارے کو کدر کوئی نئیں پہچانتا۔''

''اور اس کے بعد......'' جعفر ادیب نے خوشی سے پھول کر کہا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ جعفر ادیب نے خشمگیں نظروں سے دروازے کو گھورا۔ اسے یہ ناوقت دخل اندازی بے حد گراں گزری تھی۔ اب کہیں جا کر تو وہ سیٹھ کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ توقع تھی کہ وہ اس سے معقول رقم اینٹھ سکے گا۔

''کون اے بابا۔ اندر آ جاؤ۔'' سیٹھ نوچندی نے ہانک لگائی۔

دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا ''میں کامران سعید صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''جی فرمائیے۔'' کامران بولا۔

''اوہ، آپ ہیں کامران صاحب۔'' نوجوان نے گرم جوشی سے کامران سے ہاتھ ملایا ''آپ سے ملنے کا بڑا شوق تھا مجھے۔ آج آرزو پوری ہوگئی۔''

''اس ستائش کا شکریہ۔'' کامران نے خوش اخلاقی سے کہا۔

''میں دراصل ایک کہانی لایا ہوں آپ کے لئے۔''

''تمہارا مطلب ہے اسٹوری۔'' سیٹھ نے دخل اندازی کی۔

''جی ہاں۔ میں نے فلم کے لئے ایک اسٹوری لکھی ہے۔'' نوجوان نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

''دھانسو اسٹوری ہے نا بابا؟'' سیٹھ نے خوش ہو کر پوچھا۔

''جی؟'' نوجوان نے حیرت سے کہا ''میں سمجھا نہیں۔''

''بابا، یہ تو دھانسو اسٹوری کا مطلب بھی نہیں سمجھتا۔'' سیٹھ نے چاروں طرف دیکھتے

ہوئے فریاد کرنے والے انداز میں کہا" یہ اسٹوری کیا لکھے گا۔"

"سیٹھ کا مطلب ہے اسٹوری زوردار ہے کہ نہیں۔" کامران نے وضاحت کی۔

"بہت زوردار اسٹوری ہے جناب۔" نوجوان بولا" کہانی کی بنیاد ایک نفسیاتی مسئلے پر رکھی ہے میں نے۔"

"تم غلط جگہ آ گیا ہے بابا۔" سیٹھ بے زاری سے کہا۔" پھلم کمپنی کا آفس ہے مکتبہ نفسیات نہیں ہے۔"

"آپ میری کہانی پڑھ کر تو دیکھیں۔" نوجوان نے عاجزی سے کہا۔

"ٹیم مت کھراب کرو بابا۔ ام کام والا لوگ ہے۔" سیٹھ نے ناگواری سے کہا۔ پھر جعفرادیب کی طرف متوجہ ہوگیا" ہاں بابا میرے کو آگے سناؤ ابی۔"

جعفرادیب پھر شروع ہوگیا۔ نوجوان کچھ دیر وہ بکواس سنتا رہا۔ پہلے اس کے چہرے پر حیرت۔ اور پھر مایوسی نظر آئی۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ وہ واقعی غلط بلکہ گلط جگہ آ گیا ہے۔ وہ اٹھا اور دفتر سے نکل گیا۔ کسی کو اس کے جانے کا پتا نہیں چلا۔ سب لوگ بے حد سنجیدگی سے کہانی پر بحث کرنے میں مصروف تھے۔ ہر کوئی کہانی کو زیادہ سے زیادہ دھانسو بنانے کی فکر میں تھا۔

تصویر کائناتی نے اس روز کے اخبارات بہت غور سے پڑھے تھے۔ وہ مطمئن تھا کہ اس کی فلم ناقدین کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اخبارات میں "سائبان" پر بے حد مثبت تبصرے شائع ہوئے تھے۔ فلم کے پریمیر میں فلم انڈسٹری کے تمام اہم اور بڑے لوگوں نے شرکت کی تھی۔ ایک بات پر تمام مبصر متفق تھے۔ "سائبان" فلم انڈسٹری کے گھٹے ہوئے ماحول میں تازہ ہوا کے جھونکے کی حیثیت رکھتی تھی۔

اب اگلا مرحلہ تھا۔ آنے والے جمعے سے سائبان عام نمائش کے لئے پیش کی جانے والی تھی۔ اب عوام کا ردعمل دیکھنا تھا۔ ایک بے حد اہم فیصلہ تو عام فلم بین ہی کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ فلم کیسا بزنس کرتی ہے۔ خود تصویر کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی لیکن ڈیڈی کے نکتۂ نظر کا بھی اسے خیال رکھنا تھا۔ اس لحاظ سے فلم کی باکس آفس پر کامیابی بھی اس کے

لئے ضروری تھی۔ ڈیڈی بزنس مین تھے اور اسے بھی ایک کامیاب بزنس مین دیکھنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف وہ بے حد معیاری اور بے حد ناکام فلمیں بنا کر ڈیڈی کو احساس زیاں سے بھی دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اب وہ اسٹوڈیو جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ ڈیڈی آ گئے" مبارک ہو بیٹے۔" انہوں نے کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا" اخبارات اور فلمی حلقوں نے تمہاری پہلی فلم کو بہت زیادہ سراہا ہے۔"

"شکریہ ڈیڈی۔" تصویر نے سنجیدگی سے کہا" یہ میری پہلی عملی کوشش تھی۔ اس میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ آئندہ ان خامیوں پر قابو پا سکوں جو کچھ میں نے سمجھا اور سیکھا ہے اسے تجربے تک پہنچنے میں وقت تو لگے گا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میں اپنی اس فلم سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ بیٹے۔ بزنس کے اعتبار سے یہ فلم کیسی رہے گی؟" توقیر صاحب نے پوچھا۔ وہ ملک کے بڑے صنعت کار تھے۔ بچپن ہی سے کاروبار میں پڑ گئے تھے۔ ذاتی محنت اور ذہانت کے بل بوتے پر انہوں نے اتنا بڑا مقام حاصل کیا تھا کہ آج ملک کے امیر ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اپنے بیٹے کی مصروفیات ان کے لئے باعث تشویش تھیں۔ وہ اسے اپنی طرح ایک کامیاب بزنس مین دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے نزدیک اس کے نظریات عجیب وغریب تھے۔ وہ آئیڈیل ازم کا شکار تھا۔ ان کی دولت سے بھی وہ صرف ضرورت کی حد تک استفادہ کرتا تھا۔ اس نے فلم ڈائریکشن کی ٹریننگ کے لئے امریکا جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ وہاں لوگوں کا رہن سہن دیکھ کر متاثر ہوگا اور اس میں تبدیلی آئے گی لیکن وہ تو ویسے کا ویسا ہی آیا تھا۔ واپسی پر اس نے فلم بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ وہ بھی کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ انہیں حیرت اس بات پر تھی کہ فلم پر زیادہ سرمایہ نہیں لگا تھا۔ لیکن اب وہ ایک اچھے بزنس مین کی

طرح اپنے سرمائے کی واپسی اور اس پر ہونے والے منافع کی طرف سے متفکر تھے۔ یہ بات نہیں کہ سرمائے کی کوئی اہمیت تھی۔ دولت کی ان کے پاس کمی نہیں تھی۔ بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ خود وہ عمر کے اس حصے میں تھے جہاں کسی بھی وقت بلاوے کی توقع رکھی جاتی ہے۔ ایک تصویر ہی تھا اور دولت اتنی تھی کہ وہ ساری عمر بیٹھ کر عیاشی کرتا تو ختم نہ ہوتی لیکن توقیر صاحب منافع کو ایک خاص اہمیت دیتے تھے۔ وہ سرمایہ کاری کا مال ضروری ہے۔ کوئی بھی چیز بے سود ہو تو اچھی نہیں لگتی۔

''یہ فیصلہ تو فلم کی ریلیز پر ہی ہوگا ڈیڈی۔'' تصویر نے پرسکون انداز میں کہا ''میرے نزدیک اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ اس فلم کے ذریعے میں فلم بینوں کو کوئی مثبت پیغام دینے میں کامیاب ہوا ہوں یا نہیں۔''

توقیر صاحب کو اس جواب سے مایوسی ہوئی۔ وہ بالکل ویسا ہی تھا۔ ہمیشہ کی طرح۔ وہ بہرحال اسے سمجھانے کی غرض سے بولے ''پیغام دینے والے تو بہت ہیں۔ تم نے کوئی ٹھیکا تھوڑا ہی لے رکھا ہے۔ یاد رکھو بیٹے، تمہیں بزنس کرنا ہے۔ بزنس میں کامیاب ہو گے تو پہلے سے بہتر فلم بنا سکو گے۔ منافع کو تم کتنا ہی غیر اہم سمجھو۔ منافع خود اعتمادی بھی دیتا ہے اور ساکھ بھی بناتا ہے پھر اس پیغام کا کیا فائدہ جو لوگوں تک پہنچ بھی نہ سکے۔ میری یہ بات نہیں سمجھو گے تو تمہاری ٹریننگ کا مقصد بھی فوت ہو کر رہ جائے گا۔''

''میرا تو صرف ایک مقصد ہے ڈیڈی۔'' تصویر نے کہا ''مجھے امید ہے کہ میں کبھی نہ کبھی اس میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔''

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہارا کوئی خاص مقصد بھی ہے۔'' توقیر صاحب نے حیرت سے کہا۔

''ہاں ڈیڈی۔ میں نے ایک کہانی لکھی تھی۔ ایک مجاہدہ اس کا مرکزی کردار ہے۔ میں وہ کہانی لے کر فلم ڈائریکٹر فضلانی کے پاس گیا تھا۔ اس نے اسے مسترد کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ اس پر فلم نہیں بن سکتی۔ میں نے اسی روز تہیہ کر لیا تھا کہ اس کہانی پر فلم بناؤں گا اور خود بناؤں گا۔ صرف اسی مقصد کے لئے میں نے ہدایت کاری کی تربیت حاصل کی۔''

''یہ تو جذباتیت ہے بیٹے اور کاروبار میں جذباتیت نقصان دہ ہوتی ہے۔ بہرحال تم جانو۔ میری بات پر غور ضرور کرنا۔ منافع کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے۔'' توقیر صاحب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور کمرے سے چلے گئے۔

اسٹوڈیو کے لئے تیار ہوتے ہوئے تصویر کائناتی ان کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ ان میں صداقت تھی۔ منافع کی، فلم کی تجارتی کامیابی کی واقعی ایک اہمیت ہے۔ اس سے ساکھ بنتی ہے۔ اگر کسی ہدایت کار پر ناکامی کا ٹھپا لگ جائے تو کون اس کی فلم دیکھے گا۔ خواہ اس میں کیسا ہی پیغام موجود ہو۔ فلم ہی ضائع ہو جائے گی۔

پہلی بار اس کی سمجھ میں کامران سعید کی بات آئی۔ کامران کا یہی تو کہنا تھا کہ عظیم فلم بنانے سے پہلے وہ ایک کامیاب ہدایت کار بننا چاہتا تھا۔ اپنی ساکھ بنانا چاہتا ہے۔ تاکہ اس کے نام کی وجہ سے وہ فلم دیکھی جائے۔ عظیم فلم بنا کر گمنامی میں چلے جانا سراسر خسارے کا سودا تھا۔ خاص طور پر کامران کے لئے جس نے اس مقام تک پہنچنے کے لئے بہت خواری کی تھی۔ ذلتیں، اذیتیں برداشت کی تھیں۔ وہ کامران کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر خود بھی اس انداز میں سوچتا۔

انہی باتوں پر غور کرتے ہوئے وہ اسٹوڈیو جانے کے لئے گھر سے نکل آیا۔ وہ پھر کامران کی دوستی کے جذبے سے سرشار تھا۔

وہ نوجوان مون لائٹ فلمز کے دفتر سے سر جھکائے نکلا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی تھی۔ انداز میں کوئی چیز تھی جسے سمجھنا آسان نہیں تھا۔

تصویر کائناتی اپنے دفتر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اس نوجوان کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ نوجوان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بھانپنے کے لئے تصویر نے اپنی رفتار کم کر لی۔ نوجوان اس کے پاس سے گزر گیا۔ اس نے تصویر کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

نوجوان کے ہاتھ میں کاغذات کا جو پلندہ تھا، وہ تصویر کو بہت کچھ سمجھا گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس نوجوان نے بھی بہت سے نوجوانوں کی طرح اسٹوری رائٹر بننے کے خواب دیکھے

ہوں گے۔ وہ کہانی لایا ہوگا اور کامران سعید کے ہاں جس طرح اس کی پذیرائی ہوئی ہوگی اس کا اندازہ تصویر بخوبی کرسکتا تھا۔

نوجوان نے جاتے جاتے دوتین بار پلٹ کر مون لائٹ فلمز کے دفتر کی طرف دیکھا۔ اس بار بھی وہ تصویر کو نہیں دیکھ سکا۔ اس کی نگاہوں میں عجیب سا خالی پن تھا۔

تصویر کائناتی کو اپنا وقت یاد آ گیا۔ وہ بھی ایک بار فضلانی کو اپنا اسکرپٹ دکھانے کے لئے لایا تھا۔ اپنے اس وقت کے تاثرات اور کیفیت اس نے نہیں دیکھی تھی۔ لیکن اب اس نوجوان کو دیکھ کر وہ اندازہ کرسکتا تھا کہ وہ اس نوجوان سے کہیں زیادہ دل برداشتہ نکلا ہوگا۔ کامران پڑھا لکھا تھا۔ جبکہ فضلانی جاہل مطلق تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ فلم انڈسٹری میں مثبت تبدیلی آ رہی ہے۔ کامران سعید نے اس انڈسٹری میں رہ کر خود کو بہت خراب کرلیا تھا۔ پھر بھی وہ فضلانی سے تو بہتر ہی ثابت ہوا ہوگا۔ اور اس پر اس نوجوان کا یہ حال ہے تو اپنا اسکرپٹ واپس لے جاتے وقت اس کی کیا کیفیت رہی ہوگی۔

تجسس اسے نوجوان کے پیچھے لے گیا۔

وہ نوجوان کے تعاقب میں چلتا رہا۔ نوجوان کا رخ اسٹوڈیو کے گیٹ کی طرف تھا۔ وہ اسٹوڈیو سے باہر چلا گیا۔ تصویر کائناتی نے اپنی رفتار بڑھائی اور نوجوان کے نزدیک پہنچ گیا" ذرا ایک منٹ میری بات سنئے گا۔" اس نے عقب سے آواز لگائی۔

نوجوان چونک کر رک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسا تاثر نظر آیا۔ جیسے وہ اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو" فرمائیے۔" آخر کار اس نے کہا۔

"مجھے شوٹنگ دیکھنے کا بہت شوق ہے۔" تصویر نے شرمیلے لہجے میں کہا" لیکن اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرتا۔ ابھی آپ کو اسٹوڈیو سے باہر آتے دیکھا تو امید بندھی شاید آپ میرے کام آسکیں۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" نوجوان بولا" میرا فلمی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ میں تو خود ایک کام سے آیا تھا۔"

"میں نہیں مانتا۔" تصویر نے شک آمیز لہجے میں کہا" مجھے تو چوکیدار نے کبھی اندر نہیں جانے دیا اور آپ اندر سے آ رہے ہیں۔"

نوجوان کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی" اندر تو آپ بھی جاسکتے ہیں بشرطیکہ میری والی ترکیب استعمال کریں۔"

"کیسی ترکیب؟"

"چوکیدار کی مٹھی گرم کردیں۔ ایک انگارہ رکھ دیں اس کے ہاتھ میں۔"

تصویر کائناتی پھڑک گیا۔ کیا جملہ تھا۔ انگارہ رکھ دیں اس کے ہاتھ میں۔ مٹھی گرم کرنے کی مناسبت سے۔ پھر اسے اس پر حیرت ہوئی کہ برسوں پہلے چوکیدار نے اسے روکا تھا تو اسے یہ ترکیب نہیں سوجھی تھی" یار تم تو بڑے کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔" اس نے کہا۔ پھر پوچھا" چائے پیو گے؟"

نوجوان کچھ ہچکچایا" تم مجھے چائے کی کیوں آفر کر رہے ہو۔ جبکہ ہمارے درمیان جان پہچان بھی نہیں ہے۔"

"اوہ" تصویر کائناتی ہنس پڑا" جان پہچان ہی کے لیے آفر کر رہا ہوں۔ ورنہ جان پہچان تو نہیں ہوسکے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" نوجوان نے طویل سانس لی" چلو۔"

وہ ایک نزدیکی ریسٹورنٹ میں پہنچے۔ تصویر کائناتی نے چائے کا آرڈر دیا اور نوجوان سے بولا" اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"بتانے کو رکھا ہی کیا ہے۔" نوجوان...... ٹھنڈی سانس لے کر بولا" میرا نام اقبال چشتی ہے۔ بی اے فائنل کا اسٹوڈنٹ ہوں۔ بہت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تعلیمی اخراجات پورے کرنے اور کسی حد تک گھریلو اخراجات کا بوجھ کم کرنے کے لئے دو چار ٹیوشن کر رکھی ہیں۔ پچھلے دنوں اچانک خیال آیا کہ کیوں نہ کسی فلم کی کہانی لکھی جائے۔ افسانے پہلے ہی سے لکھ رہا ہوں۔ کالج کے مجلوں میں اور ادبی پرچوں میں چھپتے

رہے ہیں۔ چنانچہ فلم کے لئے ایک کہانی لکھ ماری۔ ڈائریکٹر کامران سعید کے پاس آیا تھا۔ بڑی امیدیں لے کر۔ لیکن بے حد مایوسی ہوئی۔ انہیں تو کوئی بہت دھانسو اسٹوری درکار ہے۔''

''بہت خوب۔'' تصویر کائناتی نے چائے کا گھونٹ لے کر کہا ''تو تمہاری لکھی ہوئی کہانی دھانسو نہیں ہے۔''

''مجھے تو دھانسو کا مطلب بھی نہیں معلوم بھائی۔'' نوجوان نے بے بسی سے کہا ''لیکن وہاں ہونے والی گفتگو سن کر مجھے اندازہ ضرور ہوگیا اور یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ دھانسو اسٹوری لکھنا میرے بس کی بات نہیں۔''

''مجھے بھی تو بتاؤ کیا باتیں ہو رہی تھیں وہاں؟''

''ان کے درمیان کوئی کہانی زیر بحث تھی۔ جتنا میں سمجھ سکا۔ وہ یہ ہے کہ کسی دیہاتی لڑکی کا محبوب اس سے روٹھ کر پیسہ کمانے کے لئے شہر چلا جاتا ہے۔ لڑکی کو اس کی تلاش میں شہر جانا ہے۔ اس کے پاس ٹرین کا ٹکٹ خریدنے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ ٹرین میں وہی بڑے بیچتی اور مسالے دار گانے گاتی سفر کرتی ہے اور آخرکار شہر پہنچ جاتی ہے۔ بس اس قسم کی خرافات چل رہی تھی۔ وہاں۔ میں مایوس ہو کر چلا آیا۔''

تصویر کائناتی کو ہنسی آ گئی ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا ''یہاں تو یہ خرافات کچھ بھی نہیں۔ معاملات اس سے بہت آگے جاتے ہیں۔'' وہ سنجیدہ ہو گیا ''یہ لوگ پورے فلم بین طبقے کا ذوق تباہ کرنے کے درپے ہیں۔''

نوجوان اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا ''تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟''

''میری کہانی بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے لیکن تم یہ تو بتاؤ کہ تمہاری فلمی کہانی کا موضوع کیا ہے؟''

''کیا کرو گے معلوم کر کے۔'' نوجوان نے بے زاری سے کہا۔

''ممکن ہے تمہارے کسی کام آ سکوں۔''

نوجوان نے چونک کر اسے دیکھا ''تم کیسے کام آ سکو گے؟''

''کہانی سنے بغیر تو اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔''

''میں اس وقت تمہیں پوری کہانی تو نہیں سنا سکتا۔ البتہ مختصراً ضرور بتاؤں گا۔ یہ ایک ایسے شوہر کی کہانی ہے جو سگریٹ کا عادی ہے اور بیوی کو سگریٹ سے نفرت ہے۔''

تصویر کائناتی سنبھل کر بیٹھ گیا ''بہت خوب۔'' اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

''اب میاں بیوی میں تو قربت کا رشتہ ہوتا ہے۔ یہاں بیوی چاہتے ہوئے بھی شوہر کی قربت برداشت نہیں کر سکتی۔ شوہر پوری کوشش کے باوجود تمباکو نوشی ترک نہیں کر پاتا۔ یوں دونوں نفسیاتی الجھنوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان الجھنوں کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔''

''بھئی بہت خوب۔'' تصویر نے بے ساختہ کہا ''لیکن اس کہانی کو انجام کیا دو گے تم؟ یہ آسان کام نہیں۔''

''میں انجام سوچ چکا ہوں۔'' اقبال چشتی نے فخریہ لہجے میں کہا۔ ذرا سی حوصلہ افزائی نے اس میں اعتماد پیدا کر دیا تھا ''تم وہ انجام سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ اب زیادہ تجسس نہ پھیلاؤ۔'' تصویر کائناتی نے اپنے ہیجان کو دباتے ہوئے کہا۔ یہ خیال اتنا اچھوتا اور اتنا اثر انگیز تھا کہ اس کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ اس میں ہدایت کار کے لئے اسکوپ بھی بہت تھا۔

''آخر میں بیوی کو پائیوریا کی شکایت ہو جاتی ہے۔ اب وہ خود اپنے منہ کی بدبو سے پریشان ہے۔ لیکن اسے برداشت کرنے پر مجبور ہے۔ ایسے میں شوہر اسے محبت دیتا ہے۔ اسے پیار کرتا ہے۔ بیوی کی سمجھ میں ایثار کی اہمیت آ جاتی ہے کہ ایثار کے بغیر محبت بھی بے معنی ہے۔''

''بھئی بہت خوب۔'' تصویر کائناتی نے بے ساختہ کہا۔ ''دل خوش کر دیا تم نے لیکن اسے اسکرین پر لانا بہت مشکل کام ہے۔ ہمارے ماحول میں اس پر فلم بنانا آسان نہیں۔

منظر نامہ لکھتے ہوئے اور فلماتے ہوئے پتا پانی ہوجائے گا۔ بہت نازک موضوع ہے یہ۔ یہ تو بہت بڑا چیلنج ہے میرے لئے۔'' اس لئے اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا۔

''میں اپنے ہاں فلموں کے معیار کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ہمارے ہاں کہانی لکھنے والوں کی کمی ہے۔'' اقبال چشتی کہہ رہا تھا ''جو رائٹر موجود ہیں وہ اچھا نہیں لکھ سکتے۔ یعنی اچھے رائٹر کی ضرورت ہے فلم انڈسٹری کو لیکن آج اندازہ ہوگیا کہ اچھی کہانیاں یہاں قبول ہی نہیں کی جاتیں۔''

''تمہیں کچھ اندازہ تھا کہ قبولیت کی صورت میں تمہیں اس کہانی کا معاوضہ کتنا ملے گا؟''

''میں نے تو کبھی معاوضے کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ میں کیا اندازہ لگاؤں گا۔ پھر اس سے کچھ فرق بھی نہیں پڑتا۔ میرے لئے تو کم معاوضہ بھی بہت ہے۔ جب ایک ساکھ بن جائے گی تو معاوضہ خود بخود بڑھ جائے گا۔ بہر حال اب تو پوری محنت رائگاں ہوگئی۔ اب مجھے کسی اور سمت میں جدوجہد کرنی پڑے گی۔''

''آؤ میرے ساتھ۔'' تصویر کائناتی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا بات ہے۔'' اقبال نے احتجاج کیا ''مجھ سے تو سب کچھ پوچھ لیا اور اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتارہے ہو۔''

''ارے بابا، ناراض کیوں ہورہے ہو۔ میرے ساتھ چلو۔ ابھی سب معلوم ہوجائے گا۔''

وہ ریسٹورنٹ سے نکل آئے۔ اقبال، تصویر کائناتی کے ساتھ چل رہا تھا لیکن اس کے انداز میں الجھن تھی۔ ان کا رخ اسٹوڈیو کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر میں اسٹوڈیو کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ اقبال نے حیرت سے دیکھا کہ چوکیدار نے تصویر کو مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔ وہ اندر چلے گئے۔

اب اقبال کو تصویر کائناتی سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔

تصویر اسے لے کر ایک آفس میں چلا گیا۔ آفس کے دروازے پر کائناتی آرٹ پروڈکشنز کے نام کی تختی لگی تھی۔ باہر بیٹھے چپراسی نے بھی تصویر کو ادب سے سلام کیا تھا۔

''بیٹھو۔'' تصویر نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود گھوم کر ریوالونگ چیئر پر جا بیٹھا۔

اقبال کا تو گویا ذہن ہوا میں اڑا جارہا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھ تو گیا لیکن پہلو بدلتا رہا۔ اس کے ذہن میں بے شمار سوالات مچل رہے تھے۔

''ہاں اب پوچھو کیا پوچھ رہے تھے؟''

''م...... میں کیا...... کیا عرض کروں جناب۔'' اقبال چشتی بے حد نروس ہوگیا۔

''غلط بات'' تصویر کائناتی نے ہاتھ اٹھا کر کہا ''ہمارے درمیان بے تکلفانہ فضا برقرار رہے گی۔ آپ جناب نہیں چلے گا۔''

''ہمت نہیں پڑ رہی جناب۔'' اقبال بولا ''ویسے کوشش کروں گا۔''

''تم میرے بارے میں جاننے کے لئے بے تاب ہورہے ہوگے۔ میں نے بھی مہاری طرح ایک کہانی لکھی تھی۔ اور اسی طرح میری بھی حوصلہ شکنی کی گئی تھی۔ میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ اس کہانی پر خود فلم بناؤں گا۔ میرے اور تمہارے درمیان یہ فرق ہے کہ تمہارا تعلق ریب خاندان سے ہے جبکہ میرے والد امیر آدمی ہیں۔ تصویر انڈسٹریز کا نام تو تم نے سنا وگا۔ وہ میرے والد کی ہے۔ میری خواہش پر انہوں نے مجھے امریکا بھجوایا۔ جہاں میں نے م ڈائریکشن اور اسکرپٹ رائٹنگ کی تربیت حاصل کی۔ واپس آنے کے بعد میں نے اپنی لی فلم پروڈیوس اور ڈائریکٹ کی ہے۔ یہ فلم جمعہ کو ریلیز ہورہی ہے۔ میں ان دنوں کسی اور ہانی کی فکر میں ہوں۔''

''کامران سعید سے آپ کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی؟''

''وہ میرا بچپن کا دوست ہے۔ وہ کبھی میرا ہم خیال ہوتا تھا۔ اس کے نظریات بھی لابی تھے لیکن فلم انڈسٹری نے اسے درست کردیا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ درست ے۔ اس مقام تک پہنچنے کے لئے اس نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ میری یہ بات لکھ لو کہ نہ ایک دن وہ کوئی عظیم فلم ضرور بنائے گا۔ اب بھی فضلانی کا مقام تو اسے حاصل ہوگیا

ہے۔امریکا سے واپسی کے بعد میں نے اس کی چند فلمیں دیکھیں، جو اس نے سیٹھ نوچندی کے ساتھ مل کر بنائی تھیں۔وہ بے حد گھٹیا فلمیں تھیں۔میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔نتیجہ تعلقات کی خرابی کی شکل میں نکلا۔اس کا خیال ہے کہ میں اس کی کامیابیوں سے جلنے لگا ہوں۔حالانکہ میں اس کی صلاحیتوں کا لڑکپن سے معترف ہوں۔اب میری پہلی فلم سائبان ریلیز ہونے والی ہے دیکھو کیا بنتا ہے۔''

''اوہ......سائبان آپ کی فلم ہے؟''اقبال کے لہجے میں حیرت تھی''آج ہی تو میں نے اخبار میں اس کی تعریف پڑھی ہے، ناقدین نے تو اسے بہت سراہا ہے۔''

''اخبار نویسوں کا تو حال ہی عجیب ہے۔ان کی تعریف کو پیمانہ تو قرار نہیں دیا جا سکتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے جناب۔اقبال نے کہا''لیکن بعض لوگ ایسے بھی تو ہیں جنہوں نے پہلے کبھی کسی فلم کی تعریف نہیں کی۔لیکن آپ کی فلم کو سراہنے پر وہ بھی مجبور ہو گئے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔یہ بات میں جانتا ہوں۔مجھے ستائش کی ضرورت بھی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ فلم کی خامیوں پر انہوں نے تنقید نہیں کی ہے۔میرے خیال میں یہ بے حد ضروری ہے کہ نقادنہ تو بے جا تنقید کرے اور نہ ہی بے جا تعریف۔اسے تو آئینہ ہونا چاہئے جو صرف سچ بولے۔جو کچھ دیکھے وہی بیان کر دے۔ذرا سوچو تو سہی اگر آئینہ ہی جھوٹ بولنا شروع کر دے تو انسانوں کا کیا بنے گا۔''

''آپ کہاں کی باتیں کر رہے ہیں کائناتی صاحب۔''اقبال حیرت سے منہ پھاڑ کر بولا''یہ سب تصوراتی باتیں ہیں۔کم از کم ہمارے معاشرے میں تو عملی طور پر یہ ممکن نہیں۔ی تو آئیڈیلسٹ لوگوں کی باتیں ہیں۔''

''مجھے تم سے اختلاف ہے۔''تصویر کائناتی نے کہا''ہر چیز پہلے پہل تصوراتی ہوا کر ہے۔اس کے بعد ہی وہ عملی صورت اختیار کرتی ہے۔تخیل، تہذیب کا نشان دوست۔تخیل، تصور ہی تو عمل کی رہنمائی کرتا ہے۔یہ نہ ہو تو عمل کہاں سے آئے گا۔یہ ضر ہے کہ کوئی بھی تبدیلی اچانک نہیں آیا کرتی۔اس کے لئے وقت درکار ہوتا ہے اور یہ با طے ہے کہ کسی نہ کسی کو تو پہل کرنی ہی پڑتی ہے۔ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہمارا نام پہ

کرنے والوں میں ہو۔تقلید کرنے والوں میں نہ ہو۔''

''مجھے تو آپ کی فلم دیکھنے کا اشتیاق ہو گیا ہے۔''اقبال نے کہا''وہ کیا فلم ہو گی جس کے لئے آپ نے اتنی طویل منصوبہ بندی کی امریکا جا کر تربیت حاصل کی۔''

''تم غلط سمجھ رہے ہو۔سائبان وہ فلم نہیں ہے۔جس کی کہانی لے کر میں فضلانی کے پاس گیا تھا۔یہ اور فلم ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔''اقبال نے حیرت سے کہا''آپ کو تو سب سے پہلے وہی فلم بنانی چاہئے تھی۔''

''میں بھی یہی سوچتا تھا۔لیکن اب میرا نظریہ اور ہے۔ابھی میں اور فلمیں ڈائریکٹ کروں گا۔ڈائریکٹر کی حیثیت سے میرا عملی تجربہ بڑھے گا، پختگی آئے گی اور اللہ کرے ہدایت کار کی حیثیت سے میری ساکھ بھی بن جائے۔تب میں وہ فلم بناؤں اور ریلیز سے پہلے لوگ اس کے مشتاق ہوں۔ہر فلم دیکھنے والا وہ فلم دیکھے۔''وہ کہتے کہتے رکا اور ایک گہری سانس لی۔

''ایک وجہ اور ہے تاخیر کی۔''اس نے کچھ توقف کے بعد کہا''وہ ایک مجاہدۂ آزادی کی کہانی ہے۔بدقسمتی سے ہماری انڈسٹری میں ایسی کوئی اداکارہ نہیں، جو چہرے مہرے، قدبت اور اپنے انداز و اطوار سے اس مجاہدہ سے مطابقت رکھتی ہو۔یہ میری مجبوری ہے۔جب تک مجھے اس رول کے مطابق کوئی چہرہ نہیں ملتا میں فلم بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''یہ بھی ہالی وڈ میں ہی ہوتا ہے۔''اقبال نے بے بسی سے کہا''آپ میری سمجھ میں نہیں آئے۔''

تصویر کائناتی ہنس پڑا''ممکن ہے کبھی سمجھ میں آ ہی جاؤں اس سے پہلے ہی اپنی یہ کہانی مجھے دے دو۔''

''جی؟ آپ اس کہانی کا کیا کریں گے؟''

''مجھے کہانی پسند آئی ہے۔میں اس پر فلم بنانا چاہتا ہوں۔یہ بہت بڑا چیلنج ہے میرے

لئے۔میں اسے پڑھ کر دیکھوں گا پھر اس کے اسکرپٹ کے لئے منصوبہ بندی کروں گا۔اس کے بعد تم سے اسکرپٹ لکھواؤں گا۔''

''اسکرپٹ لکھنا مجھے نہیں آتا جناب۔''

''فکر نہ کرو۔میں تمہیں سکھاؤں گا۔''

اقبال نے خاموشی سے مسودہ تصویر کائناتی کی طرف بڑھا دیا''اب میں آپ کے پاس کب آؤں؟''

''تم جب چاہو میرے پاس آسکتے ہو۔بلکہ جب بھی فرصت ہو، ملنے چلے آیا کرو لیکن کہانی پر اپنی رائے دینے میں مجھے ایک ہفتہ بہر حال لگے گا۔''

☆☆☆☆☆

سیٹھ نوچندی بہت خوش نظر آرہا تھا۔

ہر فلم کی مہورت کے موقع پر اس کی خوشی کا یہی عالم ہوا کرتا تھا اور یہ اس کی نئی فلم کی مہورت کا دن تھا۔فلم کی کہانی فائنل ہوگئی تھی۔اسکرپٹ جعفر ادیب کو لکھنا تھا اور ہدایت کار کامران سعید تھا۔

آفس میں سیٹھ نے کامران سعید سے پوچھا''بابا سارا انتجام کرلیا ہے نا؟''

''ہاں سیٹھ۔سب انتظام ہوگیا ہے۔تمام اخباری نمائندے مدعو ہیں۔کل کے اخبارات میں مہورت کی خبریں نمایاں طور پر چھپیں گی۔''

''میرے کو بھروسا ہے بابا۔اتنا پھسیل سے کائے کو بتاتا ہے۔''

ایک شاٹ کی عکس بندی سے فلم کا افتتاح ہونا تھا۔سیٹ تیار تھا۔وہ دونوں سیٹ پر پہنچے۔وہاں فلم انڈسٹری کے بڑے لوگوں کا مجمع لگا تھا۔سیٹھ نوچندی سہانی رت کی پلاٹینم جوبلی پر مبارکباد وصول کرنے میں مصروف ہوگیا۔جبکہ کامران افتتاحی شاٹ کی عکس بندی کے اہتمام میں مصروف ہوگیا۔

وہاں سائبان کا ہدایت کار تصویر کائناتی بھی موجود تھا۔سائبان ریلیز ہوچکی تھی، ابتدا میں تو فلم کو اچھا رسپانس نہیں ملا تھا۔ایسی فلمیں عام طور پر ڈبوں میں بند ہوجاتی ہیں۔فلم کی

پبلسٹی پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی اس کے باوجود تیسرے ہفتے میں اچانک فلم اٹھنے لگی۔رش ایسا بڑھا کہ ٹکٹ ملنا دشوار ہوگیا۔پھر سائیڈ سینما بھی ملنے لگے۔فلم کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہا۔ہر فلم بین، فلم کی تعریف کر رہا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ تصویر کائناتی اس وقت سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔لوگ اسے مبارکباد دے رہے تھے۔اس کی جرات کو سراہا جارہا تھا۔اس نے فلم میں نئے چہرے متعارف کرائے تھے۔فلمی پنڈتوں کی پیش گوئی تھی کہ بہت کم وقت میں وہ اسٹار بن جائیں گے۔انہیں کردار بھی جاندار ملے تھے اور ان سے کام بھی بہت اچھا لیا گیا تھا۔

''آپ کے سراہنے کا شکریہ۔''تصویر نے ایک بڑے ڈسٹری بیوٹر سے کہا''لیکن آپ نے میری فلم کی تقسیم کاری قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔''

''بھائی، یہی تو ہماری خرابی ہے کہ رسک لیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔''ڈسٹری بیوٹر نے صاف گوئی سے کہا''لیکن وہ میری کاروباری غلطی تھی۔یہ الگ بات ہے کہ آپ کو اس سے فائدہ ہوگیا۔آپ نے اپنا ڈسٹری بیوشن ادارہ بھی قائم کرلیا۔''

''یہ تو ہے۔''تصویر نے ہنستے ہوئے کہا''اب مجھے منافع شیئر نہیں کرنا پڑے گا۔''

''اگلی فلم بنانے کا ارادہ ہے تو اس کے حقوق مجھے دے دیں۔''ڈسٹری بیوٹر نورانی نے کہا۔

''ٹھیک ہے اس پر بعد میں بات کریں گے۔''تصویر نے کہا۔

وہ سب اس طرف متوجہ ہوگئے۔افتتاحی شاٹ لیا جانے والا تھا۔ریہرسل ہوچکی تھی۔اداکار ارسلان نے کلپ دیا۔پھر کامران نے کہا کہ اب ٹیک کریں گے۔مطلوبہ شاٹ پہلے ہی ٹیک میں اوکے ہوگیا۔پورا سیٹ مہمانوں کی تالیوں سے گونج اٹھا۔اس کے بعد مٹھائی اور مشروبات کا دور شروع ہوگیا۔

کامران کو یہ بات بہت ناگوار گزری کہ تصویر کائناتی مرکز نگاہ بنا ہوا ہے۔وہ ٹہلتا ہوا اس طرف چلا گیا جہاں تصویر، ڈسٹری بیوٹر نورانی اور انڈسٹری کے کچھ بڑے لوگوں کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا''ہیلو تصویر، کیسے ہو؟''

''اللہ کا کرم ہے۔تم سناؤ۔مہورت مبارک ہو اور سہانی رت کی پلاٹینم جوبلی بھی۔''تصویر نے بے حد خلوص سے کہا۔

''شکریہ تصویر۔مگر یار مجھے افسوس ہوا کہ تمہاری پہلی فلم عوام نے مسترد کر دی۔''

بہ ظاہر کامران کا لہجہ متاسفانہ تھا مگر اس میں چھپے ہوئے طنز کو تصویر کائناتی بخوبی محسوس کرسکتا تھا۔وہ اس وقت اس کے بیان سے اختلاف بھی کرسکتا تھا۔اسے بتا سکتا تھا کہ اب وہ صورت حال نہیں۔فلم رش لے رہی ہے اور امکان ہے کہ بہت عرصے چلے گی لیکن اس نے یہ مناسب نہیں سمجھا''مجھے اس وقت افسوس ہوتا، جب خواص اسے ناپسند کردیتے۔''اس نے بے پروائی سے کہا''اور میں خواص کے سراہنے پر خوش ہوں۔تمہارا کیا خیال ہے؟''

''خواص کا کیا ہے۔وہ تو بعض اوقات نوآموز لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لئے تعریف کرہی دیتے ہیں۔''

''تم جانتے ہو کہ میری فلم کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔''

''پھر بھی تجارتی کامیابی کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔''

''میں مانتا ہوں۔لیکن عوام کا ذوق بہتر بنانے کی ذمے داری بھی تو ہماری ہی ہے۔''

''تمہاری ہوگی۔میری بہرحال نہیں ہے۔''کامران نے استہزائیہ لہجے میں کہا''ہمارا تو کام ہے فلمیں بنانا۔ہماری اصل ذمے داری یہ سمجھنا ہے کہ عوام کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔جو لوگ پسند کریں گے وہی ہم پیش کریں گے۔''

''اور کامیابی یہ فیصلہ کرے گی کہ کس نے عوام کے ذوق کے مطابق فلم بنائی ہے۔''

''ظاہر ہے اور کامیابی تمہارے اور میرے درمیان فرق کو واضح کرچکی ہے۔''کامران کی آواز بلند ہوگئی''تم ناکامی کو خواص کی پسندیدگی کے حوالے سے چھپا رہے ہو۔''

ڈسٹری بیوٹر جمیل نورانی، حیرت سے یہ گفتگو سن رہا تھا اب اس سے رہا نہیں گیا''سائبان تو اب ہٹ جا رہی ہے کامران۔ٹکٹ بھاری بلیک میں فروخت ہو رہے ہیں۔''

کامران بری طرح گڑبڑا گیا۔اختلاف کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔وہ ملک

کے سب سے بڑی ڈسٹری بیوٹرز میں سے ایک تھا''تین ہفتے کی رپورٹ تو مجھے معلوم ہے نورانی صاحب۔''اس نے بے حد تحمل سے کہا''فلم بہت نرم گئی تھی۔پہلے ہفتے میں بھی ایک بار بھی ہاؤس فل نہیں ہوا۔بلکہ آدھا بھی نہیں ہوا۔''

''پرانی بات ہے۔''نورانی نے بے پروائی سے کہا''اب تین دن سے فلم ایسا رش لے رہی ہے کہ میں اس وقت بھی کائناتی صاحب سے فلم خریدنے کو تیار ہوں۔''

''شکریہ نورانی صاحب اب تو یہ ممکن نہیں۔''

اب کامران بری طرح ڈول گیا تھا۔اس نے کہا''پلاٹینم جوبلی کا امکان تو نہیں ہوسکتا نا؟''

''پلاٹینم جوبلی کر بھی گئی تو میں اسے سہانی رت کی صف میں رکھنا پسند نہیں کروں گا۔''تصویر کائناتی نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم حد سے گزر رہے ہو۔''کامران نے غصیلی آواز میں کہا۔

''میں نے ایک عام بات کہی ہے۔''

''عام بات نہیں ہے۔تم نے میری فلم کا نام لے کر مجھ پر چوٹ کی ہے۔''

''یہ بات تو میں بھی کہہ سکتا ہوں۔لیکن کہی نہیں۔نہ ہی کہہ رہا ہوں۔''

''تم نے مجھ پر چوٹ کی ہے۔''کامران سعید قابو سے باہر ہوا جا رہا تھا۔

''میں چوٹ کرنے کا قائل نہیں ہوں کامران صاحب۔مجھے جو کچھ کہنا ہوتا ہے دو ٹوک الفاظ میں کہتا ہوں۔میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں کہ معیاری فلمیں بناؤ۔یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے اسے مانو نہ مانو یہ تمہاری مرضی۔''

''تم ہوتے کون ہو مجھے مشورہ دینے والے۔''کامران نے اونچی آواز میں کہا۔آس پاس موجود لوگ ان کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ان میں باہر کے لوگ بھی تھے اور اخبار نویس بھی۔جو ایسے ہی موقعوں کی تاک میں رہتے ہیں۔یہ بھی گرما گرم خبر تھی۔فوٹوگرافرز نے کیمرے سنبھال لئے۔

''مشورہ تو کوئی بھی دے سکتا ہے، کسی کو بھی دے سکتا ہے۔''تصویر کائناتی نے نرم لہجے

میں کہا ''میں تو پھر بھی ایک ڈائریکٹر ہوں۔''

''دیکھا آپ لوگوں نے۔اسے ایک فلم بنا کر فلم ڈائریکٹر ہونے کا زعم ہوگیا ہے۔'' کامران چلایا ''یہ میری کامیابی سے جلتا ہے اور خواہ مخواہ میری بنائی ہوئی فلموں میں کیڑے نکالتا ہے۔حالانکہ ابھی اسے فلم میکنگ کی ابجد سے بھی واقفیت نہیں۔باپ کی دولت سے ہٹ کر کچھ کر کے دکھائے تو میں بھی نانوں۔''

سیٹھ نوچندی نے یہ صورت حال دیکھی تو تیزی سے آگے بڑھا ''اے کامران، تمارا مگج تو نئیں پھر گیا۔'' وہ کامران پر برہم ہوگیا ''مہمان کی بے اجتی کرتے ہو۔''

''ہم تو تبادلۂ خیال کر رہے تھے سیٹھ صاحب۔'' تصویر نے جلدی سے کہا ''اس میں بے عزتی کی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''میرے کو کھیال ہوا......'' نوچندی کہتے کہتے رکا۔پھر چونک کر بولا ''اجت اجت ہوتی ہے۔تبادلۂ کھیال اونچی آواج میں نہ ہو تو اچھا ہے۔''

''پوز کرنے کی کوشش مت کرو۔'' کامران نے تیز لہجے میں کائناتی سے کہا ''تم معاندانہ گفتگو کر رہے تھے اور اب اسے تبادلۂ خیال کا نام دے رہے ہو۔''

''اگر یہ معاندانہ گفتگو تھی تو اس کا آغاز تم نے کیا تھا۔میں تو تبادلۂ خیال ہی کر رہا تھا۔'' تصویر نے بے حد سکون سے کہا۔

''بری بات ہے کامران۔'' سیٹھ بولا ''تم کو پہلے بھی بولا اپنے کام سے کام رکھو۔دوسروں کے لفڑوں میں ٹانگ مت اڑاؤ۔''

کامران سعید بڑبڑاتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔

''میں تم سے ماپھی مانگتا ہوں۔'' اس کے جانے کے بعد سیٹھ نوچندی نے تصویر کائناتی سے کہا۔

''میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں سیٹھ۔میں ان باتوں کو تبادلۂ خیال سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔'' تصویر کائناتی کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

تصویر کائناتی اپنے آفس میں تنہا نہیں تھا۔اس کے سامنے اقبال چشتی بیٹھا تھا۔دونوں

کے سامنے چائے کی پیالیاں رکھی تھیں۔

''تم نے بہت دن لگا دیے میرے پاس آنے میں۔'' تصویر نے کہا۔

''میں پہلے بتا چکا ہوں کہ امی کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے......''

''میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم پہلے آ گئے ہوتے تو میں تمہاری کہانی پر صرف رائے دے سکتا تھا۔تمہارے دیر سے آنے کا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے سوچنے کا موقع مل گیا۔میں نے کہانی میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔'' اس نے مسودہ اقبال کے سامنے رکھتے ہوئے کہا ''یہ دیکھو۔میں نے کچھ نشانات لگائے ہیں۔حاشیے میں وہ مجوزہ تبدیلیاں بھی لکھ دی ہیں۔جو اس کہانی میں کرنی ہیں اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو......''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کائناتی صاحب۔آپ نے وہی تبدیلیاں کی ہوں گی جو ضروری ہوں گی۔مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

''بہر حال تم اسے دیکھ لو۔ممکن ہے تم اس سے بھی بہتر تبدیلی کر سکو۔''

''میرے لئے تو یہ سوچنا بھی محال ہے۔''

''یار یہ بحث کرنے کی عادت بری ہے۔'' کائناتی نے جھنجھلا کر کہا ''میں کہہ رہا ہوں کہ انہیں دیکھ لو۔آئیڈیا تمہارا ہے۔یہ کہانی تمہاری تخلیق ہے۔اسے تم سے زیادہ اور تم سے بہتر طور پر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

''ٹھیک ہے جناب۔'' اقبال جلدی سے بولا ''میں کہانی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔گھر جا کر سکون سے اسے دیکھوں گا۔اس وقت تو آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''ضرور۔'' تصویر کائناتی نے سر ہلا کر کہا ''تخلیقی کاموں کے لئے فرصت اور سکون دونوں ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔تم کہانی گھر لے جا کر ہی دیکھنا۔''

''اخبارات میں آپ کے اور کامران صاحب کے اختلافات کی خبریں بڑی کثرت سے شائع ہو رہی ہیں۔''

''اختلافات تو ہمارے درمیان ہیں۔'' تصویر نے کہا ''میں اس کا دوست ہوں۔اسے

سچ ضرور بتاؤں گا۔ اسے سیدھا راستہ دکھانا میرا فرض ہے۔''

''وہ آپ کے متعلق اتنی گھٹیا باتیں کیوں کر رہے ہیں۔ جبکہ وہ آپ کے دوست ہیں۔''

''محرومی کا احساس تو اسے پہلے بھی تھا۔'' تصویر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا'' اب اس میں حسد بھی شامل ہوگیا ہے۔ اس نے خود کو اپنی مرضی اور مزاج کے خلاف فلم انڈسٹری کے ماحول میں پوری طرح ڈھال لیا ہے لیکن اپنے اندر وہ اس بات پر شرمندہ رہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں بھی اس کے رنگ میں رنگ جاؤں۔ میری انفرادیت اسے شکست کا احساس دلاتی ہے۔ جو سمجھوتا اس نے کیا میں وہ سمجھوتا کئے بغیر انڈسٹری میں مقام بناؤں، یہ اس کے لئے تکلیف دہ ہے۔ وہ مجھ سے سینئر ہے، کامیاب بھی ہے لیکن اس کی فلموں کو ناقدین نے کبھی نہیں سراہا جبکہ میری واحد فلم کو بہت زیادہ سراہا گیا ہے۔ یہ بات اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔''

''یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص اس حد تک تبدیل بھی ہوسکتا ہے۔''

''اس انڈسٹری میں رہو گے تو یقین بھی کرنے لگو گے۔''

''اچھا...... آپ کی سائبان کیسی جا رہی ہے؟''

''میری توقع کے برعکس بہت اچھا بزنس کر رہی ہے۔'' تصویر کائناتی نے کہا'' فلم سلور جوبلی کر چکی ہے اور ابھی تک ہاؤس فل جا رہی ہے۔ سینما کم نہ ملے ہوتے تو اب تک گولڈن جوبلی کر چکی ہوتی۔ بہرحال چھوٹے بجٹ کی فلم تھی۔ اس لئے منافع کا پرسنٹیج بہت زیادہ ہے، اللہ کا بڑا شکر ہے۔''

''بعض اخبارات تو زور شور سے سائبان کو فلاپ فلم لکھ رہے ہیں۔'' اقبال نے کہا۔

''ہاں یہ حرکت بھی کامران ہی کی ہے۔ بہرحال مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔''

''اب مستقبل کا کیا پروگرام ہے؟''

''تم فرصت نکالو تو بیٹھ کر تمہاری اس کہانی کو اسکرپٹ میں ڈھالیں۔'' تصویر نے مسکراتے ہوئے کہا'' یوں تمہیں اسکرپٹ کی سوجھ بوجھ بھی آجائے گی۔''

''میں تو حاضر ہوں لیکن آپ کی وہ پہلی کہانی......''

''میرے مطلب کا چہرہ مل گیا تو وہ فلم ضرور بناؤں گا۔''

اسی وقت دروازے سے سیٹھ نوچندی نے ہانک لگائی'' میں اندر آسکتا ہوں۔''

تصویر کائناتی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا'' آجاؤ سیٹھ۔'' اس نے کہا لیکن وہ حیران تھا۔

سیٹھ نوچندی اندر آگیا۔ اس نے تصویر سے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔ اقبال چشتی سے ہاتھ ملانے کے بعد وہ بولا'' آپ کی تارپھ؟''

''سیٹھ آپ سے ان کا تعارف ہو چکا ہے۔'' تصویر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میرے کو یاد نہیں پڑتا بابا۔''

''میں آپ کے پاس ایک کہانی لے کر آیا تھا۔'' اقبال نے سیٹھ سے کہا'' آپ اس وقت اپنے رائٹر سے کوئی دھانسو اسٹوری سن رہے تھے۔''

''ارے بابا، تم وہ ہے پھسیاتی مسلے والا؟'' سیٹھ نے کہا'' ابی میرے کو یاد آ گیا۔''

اقبال کو سیٹھ کی یادداشت پر حیرت ہونے لگی'' کمال ہے سیٹھ۔ آپ کو میں یاد رہا؟''

''اپن کا مگج ایسا ہی ہے بابا۔ بھولتا کچھ بھی نہیں۔'' سیٹھ نے فخریہ لہجے میں کہا'' اس اسٹوری کا کیا بنا بابا؟''

''وہ کہانی میں نے لے لی سیٹھ۔'' اقبال کے بجائے تصویر نے جواب دیا'' اور تم سناؤ سیٹھ۔ کیا حال ہے؟''

''اپن فٹ فاٹ ہے۔ تم کو مبارکباد دینے آیا تھا۔ تمہاری پھلم نے تو کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیے۔''

''اللہ کی مہربانی ہے سیٹھ، ویسے یہ جھنڈے گاڑنے والی بات تو غلط ہے۔ جھنڈے تو تمہاری فلم سہانی رت گاڑ رہی ہے۔''

''مگر بابا، منا پھے میں تم آگے ہے۔ اپن پیسہ بھی تو بھوت لگائیلا تھا۔''

تصویر کائناتی سیٹھ نوچندی کی کاروباری نظر کا قائل ہو گیا" پھر بھی سیٹھ، پلاٹینم جوبلی تو بڑی چیز ہوتی ہے۔"

"اپن جوبلی نئیں مانتا۔ روکڑا روکڑا ہے کائناتی۔ اپن صرپھ روکڑے کی جبان سمجھتا اے۔" سیٹھ کہتے کہتے رکا اور اقبال کو دیکھنے لگا" کائناتی اپن تم سے ایک کاروباری بات کرنے کو آیا۔"

"آپ اقبال کی فکر نہ کریں۔ یہ میرا خاص آدمی ہے۔" تصویر نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ مل کر پھلم بنانا چاہتا ہوں۔" سیٹھ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

تصویر کائناتی کو پھر حیرت ہوئی "لیکن سیٹھ تمہارا ایگریمنٹ کامران کے ساتھ ہے۔"

"وہ اپنی جگہ ہے بابا۔ اس کے ساتھ میں تین پھلمیں بنا رہا ہوں۔ ایک تمہارے ساتھ بھی بناؤں تو......"

"کامران مجھ سے ویسے ہی خفا ہے۔ وہ یہ برداشت نہیں کرے گا۔"

"کیسی بات کرتا ہے کائناتی۔ اپی میں پابند تو نئیں ہوں اس کا۔ وہ ایتراج کرے گا تو میں اس کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔"

"نہیں سیٹھ۔ تمہاری میری بات نہیں بنے گی۔ میری فلم تو فلوک میں کامیاب ہوئی ہے۔"

"وئی تو میں بی بولتا بابا۔ فلوک کا مطلب ہے لک۔ اور لک سب سے بڑی چیج ہے بس تم ہاں بول دو۔"

"کیسے بول دوں سیٹھ۔ جس کہانی پر میں اب فلم بنا رہا ہوں وہ تم سن نہیں سکو گے۔"

"سناؤ تو بابا۔"

تصویر کائناتی نے اسے کہانی کا خاکہ سنایا۔ اس کی توقع کے خلاف سیٹھ نوچندی پھڑک اٹھا" واہ بابا کیسا اسٹوری ہے یہ۔ میرے کو تو بھوت پسند آیا۔ یہ تو بڑی گرم پھلم بنے گی بابا۔ ایک دم گرم۔ بس تم مجھ سے ایگریمنٹ کر لو۔"

تصویر کی سمجھ میں اب اس کی پسندیدگی کی وجہ آئی "فلم گرم نہیں ایک دم ٹھنڈی بنے گی

سیٹھ۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔" پھر اس نے وضاحت کی تو سیٹھ بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔

"پر کائناتی بابا، اپن تمارے ساتھ فلم جرور بنائیں گا۔" سیٹھ نے اٹھتے ہوئے کہا" اس کامران کا مگج ایک دم پھر گھیلا ہے اپی وہ پارٹنر شپ تک آ پہنچا ہے۔"

نوچندی کے جانے کے بعد بھی وہ دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر اقبال اٹھنے لگا تو تصویر کائناتی نے اسے پانچ ہزار کا چیک دیتے ہوئے کہا" یہ تمہاری معاوضے کی پہلی قسط ہے۔ اب فرصت نکالو تو اسکرپٹ پر کام شروع کیا جائے۔"

اقبال کی حیرت کی کوئی حد نہیں تھی۔ دیر تک وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔

وقت پر لگا کر اڑتا رہا۔ کامران سعید کے حصے میں کامرانیاں آتی رہیں۔ اس نے سیٹھ نوچندی کے ساتھ برابر کی شرکت کی اور دو ہٹ فلمیں بنائیں۔ ان فلموں نے اسے مالی استحکام عطا کیا۔ پھر سیٹھ نوچندی سے اختلافات ہو گئے اور وہ علیحدہ ہو گئے۔ یہ علیحدگی دونوں کے لئے مختلف نتائج لائی۔ نوچندی نے یکے بعد دیگرے کئی ڈائریکٹر آزمائے لیکن ٹیم نہیں بن کر دی۔ اس کی کوئی ایک فلم بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس کامران سعید نے اپنے سرمائے سے بحیثیت فلم ساز و ہدایت کار جو پہلی فلم بنائی وہ سپر ہٹ ثابت ہوئی اور اس نے بزنس کے اعتبار سے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیے۔ اب اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بعد اس نے کبھی کسی کا اشتراک یا سرمایہ قبول نہیں کیا۔ دس سال کے عرصے میں اس نے تیس کے لگ بھگ فلمیں بنائیں۔ ان میں سے صرف چار فلمیں فلاپ ہوئیں۔ بیس سپر ہٹ ثابت ہوئیں اور چھ فلموں نے اوسط سے بالاتر بزنس کیا۔ لیکن ناقدین کی توجہ اسے حاصل نہیں ہو سکی۔ اسے کبھی اہمیت کوئی مقام نہیں دیا گیا۔

اس تمام عرصے میں تصویر کائناتی اپنے مخصوص نظریات پر ڈٹا رہا۔ وقت نے البتہ اسے حالات سے کسی قدر مفاہمت کرنا ضرور سکھا دیا تھا۔ اس کے رویے میں اس حد تک لچک ضرور آ گئی تھی کہ اس کی فلموں میں تفریحی عنصر کا کسی قدر اضافہ ہو گیا لیکن یہ تفریحی عنصر کبھی

بھی لچر پن کی حدود میں داخل نہیں ہوا۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح منفرد سوچ کا مالک تھا۔ فنی اعتبار سے اس نے زبردست ترقی کی تھی۔ اس کا عکس بند کیا ہوا ہر شاٹ شاہکار ہوتا تھا۔ نقادوں اور صحافیوں کی نظر میں وہ اعلیٰ ترین فنی مہارت کا حامل ہدایت کار تھا۔ فلم بینوں میں بھی اس کا ایک خاص حلقہ بن گیا تھا۔ وہ حلقہ بتدریج بڑھ بھی رہا تھا۔ دس سال کے عرصے میں فلم اس کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہوئی تھی۔ یہ الگ بات کہ دو فلموں کے سوا باکس آفس پر کوئی غیر معمولی کامیابی بھی اس کے حصے میں نہیں آئی تھی۔

تصویر کائناتی نے حال ہی میں اپنی نئی فلم کا آغاز کیا تھا۔ فلم کے بعض مناظر آفس سے متعلق تھے۔ وہ ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ اس کی فلموں کے مناظر حقیقت سے زیادہ سے زیادہ قریب ہوں۔ وہ کئی دن سے ان مناظر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ آخر کار اسے خیال آیا کہ اس سلسلے میں اپنے ڈیڈی سے مدد طلب کی جائے۔ یہ خیال آتے ہی وہ توقیر صاحب کے پاس چلا گیا ''آؤ بھئی۔ اب تو تم سے ملاقات بھی کم ہی ہوتی ہے۔ میں کب سے تم سے ایک ضرورت بات کرنا چاہ رہا ہوں۔''

''فرمایئے ڈیڈی؟''

''بھئی بہت ہوگئی۔ میں چاہتا ہوں کہ اب تم شادی کر ہی لو۔''

''ڈیڈی۔ شادی میں اپنے خواب کی تعبیر ملنے کے بعد ہی کروں گا۔'' تصویر نے کہا ''وہ فلم تو یکسوئی سے بنالوں جس کی خاطر یہ سب کچھ کیا ہے۔ اپنی شادی بھی قربان کردی میں نے۔''

''بیٹے میرے بھی کچھ خواب ہیں پوتا پوتی کے بارے میں۔''

تصویر کو شرمندگی ہونے لگی ''ڈیڈی میرا دل کہتا ہے مجھے یقین ہے کہ اب زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ آپ کی خواہش پوری ہونے ہی والی ہے۔'' اس نے کچھ توقف کیا، پھر بولا ''اس وقت میں آپ کے پاس ایک ضروری کام سے آیا تھا۔''

''کہو کیا بات ہے؟''

''مجھے اپنی نئی فلم کے لئے آفس کے کچھ شاٹ فلمانے ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو

آپ کے آفس میں شوٹنگ کرلوں۔''

''ضرور کرلو مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''

''میں چاہتا ہوں کہ منظر حقیقی انداز میں عکس بند کروں۔'' تصویر نے ڈرتے ڈرتے کہا ''آپ اور آپ کی سیکرٹری اس منظر کا حصہ ہوں گے۔''

''بیٹے میں کوئی اداکار تو نہیں ہوں۔ میں بھلا یہ رول کیسے کرسکوں گا۔ تم کسی اداکار سے کام کیوں نہیں لیتے۔''

''اداکاروں سے کام لینا تو میری مجبوری ہے ڈیڈی۔ اگر میرا بس چلے تو میں ہر کردار کے لئے زندگی کے اسی شعبے سے اداکار منتخب کروں، جس سے کردار کا تعلق ہو۔ اچھی فلم کے لئے ضروری ہے کہ اداکار کردار کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آئے۔ اس کی پرفارمنس پر اداکاری کا گمان بھی نہ ہو۔ بہرحال آپ کو تو کچھ بھی نہیں کرنا ہوگا۔ صرف وہ مکالمے بولنے ہوں گے جو آپ کو دیئے جائیں گے بلکہ یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ میں آپ کو سچویشن سمجھا دوں گا اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے سوچئے گا کہ آپ اپنی سیکریٹری کو کس انداز میں ہدایات دیتے...... کیا کہتے...... یہ کوئی مشکل بات ہے؟''

''ٹھیک ہے بھئی۔'' توقیر صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''کل کوئی بھی وقت رکھ لو۔ مجھے بتا دینا۔''

''آفس ٹائم کے فوراً بعد ٹھیک رہے گا۔'' تصویر کائناتی نے کہا ''اس طرح آفس کا حرج بھی نہیں ہوگا اور آپ کے چہرے پر تھکن کے وہ تاثرات بھی ہوں گے جو نظر آنے چاہئیں۔''

''ساڑھے چار بجے آفس کی چھٹی ہوتی ہے۔''

اگلے روز ساڑھے چار بجے تصویر کائناتی اپنے یونٹ کے ساتھ توقیر صاحب کے آفس پہنچ گیا۔ شہر کے مصروف کاروباری علاقے میں واقع آٹھ منزلہ بلڈنگ ان کی ذاتی ملکیت تھی۔ پوری بلڈنگ میں ان کے ہی مختلف دفاتر تھے۔ ان کا ذاتی آفس گراؤنڈ فلور پر تھا۔

تصویر نے پہلے بلڈنگ کے باہر کچھ شاٹ فلم بند کئے۔

یونٹ کے افراد توقیر صاحب کا آفس دیکھ کر حیران تھے۔ دبیز قالین میں ان کے پیر دھنسے جا رہے تھے۔

''اجازت ہے ڈیڈی؟'' تصویر نے توقیر صاحب سے پوچھا۔

''ٹھیک ہے تم اپنے انتظامات مکمل کرلو تو مجھے بتادینا۔'' انہوں نے جواب دیا۔

تصویر اپنے عملے کو ہدایات دینے میں مصروف ہوگیا۔ ذرا دیر میں آفس پر کسی فلم کے سیٹ کا گمان ہونے لگا۔ کمرے میں چار کیمرے سیٹ کردیے گئے، لائٹس لگادی گئیں او عکس بندی کے انتظامات مکمل کردیے گئے۔

''آپ کی سیکریٹری کون سے دروازے سے آپ کے کمرے میں آتی ہے؟'' تصو نے توقیر صاحب سے پوچھا۔

''اس دروازے سے۔'' انہوں نے اندرونی سمت کے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

''ابھی ریہرسل ہوگی۔ میں صرف اس کی انٹری دیکھنا چاہتا ہوں۔''

توقیر صاحب اس کا مطلب سمجھ گئے۔ انہوں نے سامنے رکھے ہوئے انٹرکام کا بٹ دبایا ''لیلیٰ ذرا میرے کمرے میں آیئے۔'' انہوں نے انٹرکام میں کہا۔

''لائٹس آن۔'' تصویر نے آواز لگائی۔

لائٹس آن کردی گئیں۔ کمرا بقعۂ نور بن گیا۔

''اپنے کیمرے کا رخ اس دروازے کی طرف کردو۔'' تصویر کائناتی نے ایک کیم مین کو ہدایت دی ''سیکرٹری کمرے میں داخلے کے وقت سے باہر جانے تک تمہار۔ کیمرے کی زد میں رہے گی۔ اور تم'' وہ دوسرے کیمرہ مین سے مخاطب ہوا ''تمہارا کیم مسلسل صاحب کو فوکس میں رکھے گا۔'' وہ تیسرے کیمرہ مین کی طرف متوجہ ہوا ''اور تم ا۔ کیمرے سے اینگولر شاٹ لوگے۔ فورگراؤنڈ میں صاحب اور بیک گراؤنڈ میں سیکریٹ ہوں گی۔'' اس نے ایک گہری سانس لی اور چوتھے کیمرہ مین کی طرف مڑا ''سیکرٹری کمر میں داخل ہو تو تمہارے کیمرے کی آنکھ اس پرن جمی ہو اور جیسے جیسے وہ بڑھتی جائے شا

کی رینج لانگ ہوتی جائے اور جب وہ صاحب کے نزدیک پہنچے تو فریم میں صاحب اور وہ دونوں ہوں۔ یاد رہے کہ یہ ریہرسل ہے، ٹیک بعد میں کریں گے۔''

اسی وقت دروازہ کھلنے کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ تصویر کائناتی اس طرح کھڑا تھا کہ چاروں کیمروں کی رینج سے باہر تھا۔ اس کی نگاہ کیمروں اور کیمرہ مینوں پر تھی۔ اس نے آواز سن کر ایک نظر دروازے کی طرف ڈالی۔ سیکرٹری پلٹ کر دروازہ بند کررہی تھی۔ وہ دوبارہ کیمرہ مینوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ وہ اس کی ہدایات کے مطابق کام کررہے تھے۔ تیز روشنیوں نے ذرا ہی دیر میں کمرے کے ائرکنڈیشنر کو غیر موثر کردیا تھا۔ کمرے کی حدت میں اضافہ ہوگیا تھا۔

''جی سر'' کمرے کی محدود فضا میں سیکرٹری کی آواز نے ارتعاش پیدا کردیا۔

آواز کی کھنک اور لہجے کی مٹھاس نے تصویر کائناتی کو بے اختیار نظریں اٹھانے پر مجبور کردیا۔ سیکرٹری اس وقت اس کے ڈیڈی کے نزدیک کھڑی تھی۔ وہ کچھ نروس دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ نظریں جھکی ہوئی تھی۔ صرف ایک بار اس نے نظریں اٹھا کر کیمروں کو دیکھا اور پھر نظریں جھکالیں۔

تصویر کائناتی کے لئے وہ ایک نظر دل کی دنیا کو زیروزبر کرنے والی تھی۔

اسے محسوس ہوا کہ جیسے زمین کی گردش تھم گئی ہے۔ اس نے ہلکی سی آواز بھی محسوس کی لیکن سنا کچھ نہیں۔ غالباً توقیر صاحب اس سے کچھ کہہ رہے تھے لیکن وہ تو ہوش وحواس سے بیگانہ ہوچکا تھا۔ اس کی نگاہ تو بس سیکریٹری پر جمی ہوئی تھی۔

وہ تھی بھی بے حد حسین۔ قد پانچ فٹ چار انچ سے کم نہیں تھا۔ ترشے ہوئے یاقوت سے ہونٹ، کھلتی ہوئی رنگت گہری سیاہ آنکھیں، جن پر گھنیری پلکوں کی جھالر تھی اور سب بڑھ کر اس کے چہرے پر بکھری ہوئی معصومیت تھی۔

کائناتی ساکت وصامت کھڑا تھا۔ جیسے اسے سکتہ ہوگیا ہو۔ لیکن اس کی وجہ سیکریٹری کا حسن نہیں تھا۔ حسن سے تو وہ کبھی مرعوب نہیں ہوا تھا۔ زندگی میں بے شمار حسین لڑکیاں اس

نے دیکھی تھیں۔لیکن کبھی مرعوب نہیں ہوا تھا۔

وہ تو بات ہی کچھ اور تھی۔

یونیورسٹی کے وسیع وعریض میدان میں بڑے بڑے شامیانے لگے تھے۔ہفتہ طلبا منایا جارہا تھا۔گزشتہ پانچ روز سے یونیورسٹی میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔کلاسیں ویران ہوگئی تھیں۔یونیورسٹی کی تمام تر رونق سمٹ کر اس پنڈال میں محدود ہوگئی تھی۔

پنڈال میں دو ہزار نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا لیکن طلبا کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ نشستیں پر ہونے کے بعد بھی سیکڑوں طلبا کھڑے ہوئے تھے۔ہفتہ ءطلبا میں رنگا رنگ پروگرام ترتیب دیے گئے تھے۔یہ ہفتہ ءطلبا کا آخری دن تھا۔اس روز طلبا نے ملک کی کچھ مشہور شخصیات کو عدالت میں طلب کر کے ان پر فرد جرم عائد کرنے اور مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا تھا۔ان مشہور اور اہم شخصیات کا تعلق مختلف شعبوں سے تھا۔مقدمے کی سماعت اور فیصلے کے لئے ہائی کورٹ کے ایک جج کو مدعو کیا گیا تھا۔

جن شخصیات پر مقدمہ دائر کیا گیا تھا ان میں کامران سعید بھی تھا۔دعوت نامہ دیتے وقت اس بتا دیا گیا تھا کہ اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔اس نے دامن بچانے کی پوری کوشش کی تھی۔لیکن فلم انڈسٹری اور خاص طور پر فلم میکرز کی نمائندگی کے لئے منتظمین اسی کی شرکت پر مصر تھے۔اس نے غور کیا تو اندازہ ہوا کہ عدم شرکت پر مصر تھے۔اس نے غور کیا تو اندازہ ہوا کہ عدم شرکت کی صورت میں اخبارات اس بات کو لے اڑیں گے۔وہ ویسے ہی اس کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔دوسری طرف شرکت نہ کرنے کی صورت میں مقدمے کی کاروائی ہوتی اور عدالت یک طرفہ فیصلہ سنا دیتی اور فیصلہ اس کے خلاف ہی ہوتا۔

استغاثہ کے مطابق فلم انڈسٹری پر الزام تھا کہ وہ معاشرے کی غلط عکاسی کر کے ہلاکت خیز کردار ادا کر رہی ہے اور فلموں کے ذریعے مثبت تبدیلیاں لانے کے بجائے معاشرے تباہی کی طرف لے جایا جارہا ہے۔

اس نے جی کڑا کر کے اس عدالت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کر لیا۔مفر زیادہ وہ نقصان دہ تھ

وہ یونیورسٹی پہنچا تو اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔وہ اس قدر خوف زدہ تھا کہ وقت سے کافی پہلے وہاں پہنچ گیا۔

"آپ پہلے ملزم ہیں جو مجرم ثابت ہونے کے لئے بے تاب ہیں۔" منتظمین میں سے ایک لڑکے نے اس پر چوٹ کی۔

"میں ایک ذمے دار آدمی ہوں۔میں نے تو بس پابندی وقت کا خیال رکھنے کی کوشش کی ہے۔" کامران نے بے حد وقار سے کہا۔

"آیئے پروگرام شروع ہونے تک آپ کو مہمان خانے میں بٹھاتے ہیں۔" ایک اور منتظم بولا۔

ٹھیک اسی وقت اقبال چشتی ایک منتظم سے محو گفتگو تھا" یہ آپ نے مجھے کس مصیبت میں پھنسا دیا؟" وہ شکایتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"یہ مصیبت نہیں۔اس کا بے حد مثبت نتیجہ نکل سکتا ہے۔" لڑکے نے کہا۔

"مجھے اس مصیبت میں کائناتی صاحب نے پھنسایا ہے۔" اقبال نے آہ بھر کے کہا" آپ لوگوں نے انہیں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔انہوں نے رخ میری طرف کر دیا۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے۔" زبیر صدیقی نامی اس لڑکے نے کہا۔

وہ ان پانچ لڑکوں میں شامل تھا جنہیں فلم انڈسٹری کے خلاف مقدمہ پکا اور ناقابل شکست کرنے کی ذمے داری سونپی گئی تھی۔ان لوگوں نے کیس کو بہت اسٹڈی کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ کیس بہت مضبوط ہے ہاں ایک شخص ایسا تھا جو تنہا صرف اپنی کارکردگی کی بنیاد پر کیس کی دھجیاں اڑا سکتا تھا۔تصویر کائناتی۔

یہ تجویز زبیر صدیقی ہی کی تھی کہ تصویر کائناتی سے ملا جائے۔وہ تصویر کائناتی سے ملنے کے لئے پہنچ گئے۔

تصویر کائناتی ان سے بڑے تپاک سے ملا۔بڑی توجہ سے ان کی باتیں سنیں پھر مسکراتے ہوئے بولا" آپ نے اگر کامران سعید کی جگہ فلم انڈسٹری کے نمائندے کے طور پر مجھے چنا ہوتا تو یہ کیس بہت سنسنی خیز ثابت ہوتا۔"

"سنسنی خیز نہیں سر۔ یہ کیس ختم ہو جاتا۔ آپ پر تو ہم ایک الزام بھی ثابت نہ کر پاتے۔"

"آپ میرے پاس کس لئے آئے ہیں؟"

"ہم نہیں چاہتے کہ کیس کمزور پڑے۔ ہم نے کامران صاحب کے دفاع کے امکانات پر غور کیا تو یہ اندازہ ہوا کہ وہ دوسروں پر ذمے داری ڈال کر اپنا دامن بچائیں گے، اس کے لئے وہ پروڈیوسرز اور مصنفین کو موردِ الزام ٹھہرا سکتے ہیں۔ اس دفاع کو غیر مؤثر کرنے کے لئے ہم نے ایک گواہ تو ڈھونڈ نکالا ہے لیکن کم از کم ایک گواہ اور درکار ہوگا۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ آپ کے مشورے کی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ کیس پر اتنی محنت کر رہے ہیں۔ میں تو یونیورسٹی مین پڑھ چکا ہوں۔ آپ لوگوں کے اسٹائل سے واقف ہوں۔ لیکن کامران سعید کو نہیں معلوم کہ آپ لوگ کتنا مضبوط کیس بنا سکتے ہیں۔ وہ بے چارہ تو بے خبری میں ہی مارا جائے گا۔ دوسرے کیس ویسے ہی اتنا مضبوط ہے کہ دفاع نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ وہ لازمی طور پر احساس جرم سے بھی دو چار ہوگا۔"

"ایسا ہی آدمی تو ذمے داری دوسروں پر عائد کر کے بری الذمہ ہونا چاہتا ہے۔" ایک لڑکے نے کہا۔

"پروڈیوسرز پر وہ ذمے داری عائد نہیں کر سکتا۔" تصویر نے کہا "ایک پروڈیوسر نے ایک مکمل او مختلف اسکرپٹ کے ساتھ اسے سرمائے کی آفر کی تھی۔ لیکن اس نے فلم بنانے سے انکار کر دیا تھا۔"

"آپ اس پروڈیوسر کو جانتے ہیں؟" زبیر صدیقی کے لہجے میں سنسنی تھی۔

"وہ پروڈیوسر میں خود ہوں۔" تصویر کائناتی نے کہا اور انہیں پوری تفصیل سے واقعہ سنایا۔

"آپ گواہی دیں گے اس کے خلاف؟"

"یہ مناسب نہیں ہوگا۔ میں اس کا دوست ہوں اور اسے نقصان نہیں، فائدہ پہنچانا چاہ ہوں۔ وہ ویسے ہی مجھ سے ناراض ہے۔ میں اسے اور ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ یہ بہ

نقصان دہ ہو جائے گا۔"

"تو پھر فائدہ کیا ہوا اس نالج کا؟"

تصویر تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر بولا "میں ایک گواہ آپ کو دیتا ہوں فلمی مصنف اقبال چشتی۔ اقبال اپنی پہلی کہانی لے کر کامران کے پاس گیا تھا اور وہاں اس کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ اسی کہانی پر میں نے اپنی دوسری فلم گھر اور محبت بنائی تھی۔ اقبال کو یہ واقعہ بھی معلوم ہے... میرا اوالا۔"

چنانچہ لڑکوں نے اقبال چشتی سے رابطہ کیا تھا۔ اور اب اقبال وہاں موجود تھا "آپ پریشان نہ ہوں جناب۔" زبیر صدیقی نے اس سے کہا "ہمارا کیس بہت مضبوط ہے۔ ایک اہم گواہ ہم نے خود بھی تلاش کیا ہے۔"

کامران سعید خوف زدہ تھا کہ طلبا کی عدالت میں جانے اس کا کیا حشر کیا جائے گا۔ لیکن جب اسے بڑے احترام کے ساتھ اسٹیج تک پہنچایا گیا تو اس کی تشویش رفع ہوگئی۔ پھر مقدمے کی کارروائی کا آغاز ہوا تو اس کا اعتماد پوری طرح بحال ہوگیا۔ پہلے ایک نثر نگار اور پھر ایک شاعر کا مقدمہ پیش کیا گیا۔ ان کے لئے وکیل صفائی کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ دونوں وکیلوں نے بڑی کامیابی سے اپنے مؤکلوں کا دفاع کیا۔ وہ بے فکر ہو کر بیٹھ گیا۔ دونوں مقدموں کی کارروائی بے حد دلچسپ تھی۔ طلبا پوری طرح محظوظ ہو رہے تھے۔ وقفے وقفے سے ہوٹنگ بھی ہو رہی تھی۔

آخر کار اس کی باری بھی آ گئی!

وکیل استغاثہ نے اس پر لگائے گئے الزامات کی فہرست سنائی۔ انڈسٹری کا سب سے کامیاب ڈائریکٹر ہونے کے ناتے اسے فلم انڈسٹری کی نمائندگی کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔ اب اسے اس صورت حال سے نمٹنا تھا۔ اس نے بری ہونے کے لئے اپنے طور پر ایک لائحہ عمل مرتب کر لیا تھا۔

وکیل استغاثہ الزامات کی فہرست سنا چکا تھا۔ اب وہ جج سے مخاطب ہو کر کہہ رہا

تھا''جناب والا! ان الزامات کی تائید میں کوئی ثبوت یا گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں
ہے۔کامران سعید صاحب کی اپنی بنائی ہوئی فلمیں خود ان الزامات کا منہ بولتا ثبوت
ہیں۔لہٰذا میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ مجھے ملزم پر جرح کرنے کی اجازت
دی جائے۔''

''میں اس سے پہلے ملزم کو موقع دوں گا کہ وہ اپنی صفائی کے سلسلے میں کیس پیش کرے۔''

کامران سعید اپنی جگہ سے اٹھا اور ملزموں کے کٹہرے میں آ گیا۔اس نے کاروبا
اور کاروباری اصولوں کے حوالے سے ایک مؤثر تقریر کی۔اس نے فلم انڈسٹری میں وسائل ک
کمی کو مؤثر انداز میں بیان کیا''ہم ان کیمروں سے کام لیتے ہیں جناب والا جو دنیا بھر میں
متروک قرار پا چکے ہیں اس کے باوجود ہمارا فوٹو گرافی کا معیار کسی طور کم نہیں۔لائٹس ک
مثال لیجئے۔لائٹ مین بھاری بھاری لائٹس کو ہاتھوں سے ہینڈل کرتے ہیں۔ہالی وڈ کا
حال ہے کہ وہ بحر اوقیانوس میں ہونے والی شوٹنگ اپنے اسٹوڈیو میں اس طرح کرتے ہیں
کہ اسکرین پر ٹھاٹھیں مارتے سمندر کا تاثر مرتب ہوتا ہے۔جس حال میں ہم کام کر
ہیں،حقیقت پسندی ایک بے حد پر تعیش چیز معلوم ہوتی ہے۔فلم ناکام ہو جائے تو پروڈیوسر
کمر ٹوٹ جاتی ہے۔حساب لگائیے کہ آج تک انڈسٹری میں کتنے پروڈیوسر ٹھہر سکے اور
ایک فلم بنا کر غروب ہو گئے۔ہماری مارکیٹ اتنی چھوٹی ہے کہ باکس آفس کی اہمیت بڑ
ہے۔انڈیا میں ناکام فلم بھی اپنا سرمایہ ضرور واپس دلا دیتی ہے۔میں سمجھتا ہوں جناب
کہ جن وسائل کے ساتھ جن حالات میں ہم فلمیں بنا رہے ہیں ان میں ہالی وڈ والے
کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔یہاں حکومت ہمارے ساتھ الگ سوتیلی ماں کا سا
رکھتی ہے۔ہم تو مظلوم ہیں جناب اور ہمیں ظالم بنا کر کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔
ہی بتائیں کہ کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں......''

اس کی تقریر ختم ہوئی تو پنڈال تالیوں سے گونج اٹھا۔اس کا سینہ پھول گیا۔کیس ا
توقع کے برعکس کمزور اور اس کے لئے آسان ثابت ہوا تھا۔

''اب میں ملزم پر جرح کی اجازت چاہوں گا جناب والا۔''وکیل استغاثہ نے کھڑے
ہوتے ہوئے کہا۔

''اجازت ہے۔''جج نے بے حد وقار سے کہا۔

کامران سعید نے حاضرین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔سب لوگ سانس روکے بیٹھے
تھے۔ہر نگاہ اس پر جمی تھی۔اس کی نگاہ سامنے والی قطار میں بیٹھی ہوئی ایک لڑکی پر
پڑی۔سرخ و سفید رنگت اور نہایت حسین خدوخال والی وہ لڑکی اس ہجوم مین الگ نظر آ رہی
تھی۔وہ بھی کامران ہی کو دیکھ رہی تھی۔اس سے نظریں ملیں تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے لڑکی
نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کوئی پیغام دیا ہو۔یہ حقیقت ہے کہ وہ لڑکی اس کے ہوش
وحواس پر بجلی بن کر گری تھی۔

وکیل استغاثہ کی آواز نے اسے چونکا دیا''آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ اپنی فلموں
کے ذریعے معاشرے کی غلط عکاسی کر کے آپ اسے زوال کی طرف لے جا رہے
ہیں؟''وکیل استغاثہ کے لہجے میں چیلنج تھا۔

کامران نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا۔ورنہ اس کا جی تو چاہ رہا تھا کہ اس لڑکی کو
دیکھتا رہے۔فلم انڈسٹری میں پندرہ برس کے دوران اس نے ایک سے بڑھ کر ایک حسین
لڑکی دیکھی تھی۔لیکن اس لڑکی کا حسن نگاہوں کو خیرہ کر دینے والا تھا۔ایسا بے مثال حسن اس
کی نظر سے کبھی نہیں گزرا تھا۔

''میں اس سے انکار کرتا ہوں۔''اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر یہ بتائیے کہ آپ کی فلموں میں جو معاشرہ دکھایا جاتا ہے وہ کہاں پایا جاتا ہے؟''

''کہیں بھی نہیں۔''اس نے بے حد اطمینان سے جواب دیا''اور یہ ضروری بھی
نہیں۔کیا آپ ادب برائے زندگی اور ادب برائے ادب کی بحث تو نہیں چھیڑنا
چاہتے۔میں فلم برائے فلم کا قائل ہوں۔''

اس پر حاضرین میں قہقہہ پڑا۔وکیل استغاثہ کا چہرہ تمتما اٹھا''آپ یہ اعتراف کر رہے

ہیں کہ آپ کی فلموں میں غیر حقیقی ماحول پیش کیا جاتا ہے؟"

کامران گڑبڑا گیا" دیکھیں بنیادی طور پر میں ہدایت کار ہوں، کہانی کار نہیں۔ جیسی کہانیاں ہوں گی، ویسی فلمیں بناؤں گا۔ ماحول پیش کرنا کہانی کار کا کام ہے اور ماحول کو اجاگر کرنا ہدایت کار کی ذمے داری ہے۔"

"آپ کہانیوں میں تبدیلیاں کرا سکتے ہیں۔" وکیل استغاثہ نے اعتراض کیا۔

"صرف اس صورت میں جب کہانی نویس ہم سے تعاون کریں۔"

"اگر کہانی نویس آپ سے تعاون نہیں کرتے تو کیا وجہ ہے کہ پوری انڈسٹری پر چند کہانی نویس چھائے ہوئے ہیں۔ آپ نئے کہانی نویس کیوں نہیں تلاش کرتے۔"

"ہم کہانی نویسوں کو ڈھونڈنے کہاں جائیں۔ جن لوگوں میں صلاحیت ہے یہ تو ان کی ذمے داری ہے کہ وہ کہانیاں لا کر دیں۔" کامران نے بے حد اطمینان سے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے کہ اگر نئے مصنفین آپ کے پاس مختلف اور حقیقت سے قریب موضوعات پر کہانیاں لائیں تو آپ انہیں موقع دیں گے؟"

"جی ہاں بالکل۔" کامران سعید نے کہا اور فاتحانہ انداز میں اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی کی نظریں اب بھی اس پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر بے حد حوصلہ افزا مسکراہٹ تھی۔ جیسے اسے داد دے رہی ہو۔ اس کی نگاہوں میں کامران کو واضح بلاوے محسوس ہو رہے تھے۔

وکیل استغاثہ کامران سعید کا جواب سن کر جج کی طرف مڑا" جناب والا" اس نے کہا "چونکہ ملزم نے سارا الزام کہانی نویسوں کے سر ڈال دیا ہے لہٰذا میں دو گواہ پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔"

"اجازت ہے۔" جج کی باوقار آواز گونجی۔

کامران چونک پڑا۔ اسے ایک بار پھر اس لڑکی کے طلسم سے باہر آنا پڑا تھا۔ وہ گھبرا گیا کہ جانے کس قسم کے گواہ پیش کئے جائیں گے۔

اسٹیج کے عقب سے ایک شخص کو اسٹیج پر لایا گیا۔ اس کے جسم پر معمولی سا لباس تھا۔ آنکھوں پر موٹے عدسوں والی سستے فریم کی عینک، بڑھا ہوا شیو، سر کے کھچڑی بال اور چہرے پر قبل از وقت پڑ جانے والی جھریاں اس کی زبوں حالی کی عکاسی کر رہی تھیں۔

کامران نے ذہن پر زور دیا لیکن اسے یاد نہ آ سکا کہ پہلے کبھی اس شخص کو دیکھا ہے۔

"آپ کا نام؟" وکیل استغاثہ نے گواہ سے پوچھا۔

"دلشاد بزمی۔" گواہ نے جواب دیا۔

کامران کو اس کا نام جانا پہچانا محسوس ہوا لیکن یہ اب بھی یاد نہیں آیا کہ اسے پہلے کب اور کہاں دیکھا ہوگا۔ اور شناسائی کا احساس کیوں ہے۔

"ان سے واقف ہیں؟" وکیل استغاثہ نے کامران سعید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہ کامران سعید ہیں۔ مشہور فلم ڈائریکٹر۔"

"آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟"

"میں ان سے مل چکا ہوں۔"

"کیسے؟ کس سلسلے میں؟"

"میں ان کے پاس ایک کہانی لے کر گیا تھا۔"

کامران سعید کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ اسے یاد آ گیا کہ چند ماہ پہلے ہی یہ شخص ایک کہانی لے کر اس کے آفس آیا تھا اور اس نے اس کے ساتھ وہی روایتی سلوک کیا تھا جو وہ ہر نئے لکھنے والے کے ساتھ کرتا تھا مگر وہ شخص غیر معروف نہیں تھا۔ وہ شاعر تھا۔ اس کا کلام اور کہانیاں بعض ادبی جرائد میں چھپتی رہتی تھیں۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ دل گویا کھوپڑی میں دھڑکنے لگا۔ یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ لڑکوں نے اس کے خلاف ریسرچ کر کے مواد جمع کیا ہوگا۔ وہ تو اب دوسرے گواہ کے تصور سے لرز رہا تھا۔

دلشاد بزمی اب ان ملاقات کا احوال سنا رہا تھا اور لوگ کامران سعید کو ہوٹ کر رہے

تھے۔دلشاد بزمی نے اس کی پول کھول کر رکھ دی تھی۔

''مجھے گواہ سے مزید کچھ نہیں پوچھنا۔'' وکیل استغاثہ نے جج سے کہا۔

''آپ چاہیں تو گواہ پر جرح کر سکتے ہیں۔'' جج کامران سے مخاطب ہو گیا۔

''اس کی ضرورت نہیں جناب والا۔'' کامران نے مری مری آواز میں کہا۔

''میں دوسرا گواہ پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا می لارڈ۔'' وکیل استغاثہ نے کہا۔

''اجازت ہے۔''

دوسرے گواہ کو دیکھ کر کامران سعید کے دیوتا کوچ کر گئے۔وہ رائٹر اقبال چشتی تھا۔

وکیل استغاثہ نے سوال و جواب کے زور پر اس کے گرد ایک ایسا جال بن دیا جس سے وہ نکل نہیں سکتا تھا۔یہ بات واضح ہو گئی کہ جس کہانی کو اس نے مسترد کیا تھا اسی پر ہدایت کار تصویر کائناتی نے شاہ کار فلم بنائی۔ایک ایسی فلم جو تجارتی طور پر بھی کامیاب تھی اور جسے ایوارڈز دینے والے تمام اداروں نے اس سال کئی کئی ایوارڈ دیے۔ان میں بہترین فلم، بہترین ہدایت کار، بہترین کہانی نویس، بہترین منظر نامہ نگار اور بہترین مکالمہ نگار کے ایوارڈز شامل تھے۔اقبال نے یہ بھی بتایا کہ وہ اب تک پندرہ فلمیں لکھ چکا ہے اور اس کی کوئی فلم فلاپ نہیں ہوئی ہے۔

''تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کا اور کامران سعید صاحب کا اشتراک اب تک نہیں بنا؟'' وکیل استغاثہ نے پوچھا۔

''سیدھی سی بات ہے۔اس پہلے تجربے کے بعد میری تو ہمت نہیں ہے کہ ان کے پاس جاؤں۔اور انہیں کبھی خیال ہی نہیں آیا۔میرا سوچنے اور لکھنے کا اسٹائل بھی انہیں پسند نہیں۔''

موقع پا کر اقبال نے یہ بھی بتا دیا کہ تصویر کائناتی نے اپنے سرمائے پر ایک بہترین اسکرپٹ پر فلم بنانے کی آفر کامران سعید کو دی تھی اور کامران نے اسے مسترد کر دیا تھا۔صرف اس وجہ سے کہ اس کے خیال میں وہ فلاپ فلم کا اسکرپٹ تھا۔

کامران سعید کے لئے وہ سب کچھ ایک ڈراؤنا خواب تھا۔اب تو اسے ہوش بھی نہیں تھ

کہ کیا کہا جا رہا ہے۔وہ بس یہ جانتا تھا کہ اس پر بہت شدید ہوٹنگ کی جا رہی ہے۔وہ دم سادھے اپنی جگہ کھڑا رہا۔خدا خدا کر کے مقدمے کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔اسے تنبیہ کی گئی کہ فلمیں بناتے وقت معاشرے کی اقدار کو پیش نظر رکھا جائے۔جج نے فیصلہ سنایا کہ وہ مجرم ثابت ہوا ہے اور اسے عدالت برخواست ہونے تک قید کی سزا سنائی جاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی عدالت برخواست ہو گئی۔

مقدمہ ختم ہوتے ہی وہ بڑی عجلت میں باہر آیا۔اس کی بہت بے عزتی ہوئی تھی۔اس عالم میں وہ دوسروں کا سامنا کیسے کر سکتا تھا۔تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا وہ اپنی کار تک پہنچا ہی تھا کہ عقب سے کسی نے مترنم آواز میں اسے مخاطب کیا ''ذرا ایک منٹ میری بات سنیئے گا پلیز۔'' جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا۔

کار کے دروازے کے ہینڈل پر اس کا ہاتھ گویا جم کر رہ گیا۔اس نے آہستگی سے سر گھمایا۔مخاطب پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔یہ وہی لڑکی تھی جسے اس نے پنڈال میں دیکھا تھا۔قریب سے وہ اور حسین نظر آ رہی تھی۔

''فف.....فرمائیے؟'' کامران سعید کے لئے بولنا دوبھر ہو گیا۔

''کہیں کسی پرسکون جگہ بیٹھ کر اطمینان سے بات نہیں ہو سکتی؟''

کامران کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں ''کیوں نہیں'' اس نے اگلی نشست کی طرف اشارہ کیا ''بیٹھیے۔''

وہ اطمینان سے کار میں بیٹھ گئی۔کامران جلد از جلد یونیورسٹی سے نکل بھاگنا چاہتا تھا۔اس نے جلدی سے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے بڑھا دی۔

یونیورسٹی کی حدود سے نکل کر اس نے اطمینان کی سانس لی۔اب وہ پوری طرح سے لڑکی کی طرف متوجہ تھا ''آپ اپنا تعارف تو کرا دیں۔''

''میرا نام لیلیٰ ہے۔'' لڑکی کی آواز میں بلا کی نغمگی تھی ''سلمیٰ رواس الکلیل۔''

"اوہ۔ گویا آپ کا تعلق مشرق وسطیٰ سے ہے۔"

"جی ہاں میں لبنان سے حصول تعلیم کے لئے آئی ہوں۔"

"میں الجھن میں تھا کہ آپ اتنی حسین کیوں ہیں۔ اب یہ الجھن دور ہوگئی۔"

لڑکی نے بڑی ادا سے مسکرا کر اسے دیکھا "شکریہ" اس نے یوں کہا جیسے اس تعریف سے پوری طرح متفق ہو "لیکن اس حسن کا فائدہ کیا؟"

کامران بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ لڑکی کیا کہنا چاہتی ہے "آپ کا مطلب نہیں سمجھا!"

"آپ کے ملک میں بھی تو فلمیں بنتی ہیں آپ نے وہاں کوشش کیوں نہیں کی؟"

"کبھی موقع ہی نہیں ملا اس کا۔"

"اب آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ آپ ذہین آدمی ہیں۔"

کامران کو پسینہ آنے لگا۔ وہ دن ہی ایسا تھا کہ ہر کوئی اسے گھامڑ ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا "آپ دیکھ چکی ہیں کہ آج میں نے کتنا خراب اور سخت وقت گزارا ہے۔" اس نے صفائی پیش کی۔

"آپ کو دیکھا تو محسوس ہوا کہ آپ ہی وہ آدمی ہیں جس کی مجھے تلاش تھی۔" سلمیٰ بولی "نجانے کیوں مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"

"میں سمجھ گیا۔ آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کو اپنی فلموں میں کاسٹ کروں۔"

"آپ واقعی بہت ذہین آدمی ہیں۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"لیکن آپ کے ساتھ زبان کا مسئلہ بھی تو ہے۔"

"حیرت ہے اتنا بڑا ڈائریکٹر ایسی بات کہہ رہا ہے۔" وہ ایک ادا سے بولی "ڈبنگ تو اب بہت عام چیز ہوگئی ہے۔"

"پھر بھی ہونٹ تو آپ ہی کو ہلانے ہوں گے۔" کامران تفکر آمیز انداز میں بڑبڑایا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا "چائے پئیں گی آپ؟"

"جی کیوں نہیں۔" وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

کامران سعید نے گاڑی ایک ائرکنڈیشنڈ ریسٹورنٹ کے سامنے روک دی۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ قسمت نے کیسے یاوری کی تھی۔ سلمیٰ کو دیکھ کر اس کے دل میں بے اختیار اس کی قربت کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ خواہش اتنی جلدی پوری ہوجائے گی۔ اب وہ فلم میں رول دینے کے معاملے کو حیلوں بہانوں سے ٹالتا رہے گا اور اس کے ساتھ کافی عرصہ گزارے گا۔

وہ مستقبل کے رنگین تصور میں کھو گیا۔

گزشتہ دس سال سے جو چہرہ اس کے تصور میں آتا تھا۔ اب حقیقت میں اس کے روبرو تھا۔ وہی تیکھے نقوش، وہی بڑی بڑی ساحر آنکھیں، ویسے ہی حسین لانبے سیاہ گھنے بال، ماتھے پر اٹکھیلیاں کرتی شریر لٹ اور وہی قد وقامت۔ سب کچھ وہی تھا جو اس نے اپنی آئیڈیل فلم کی ہیروئن کے بارے میں سوچا تھا۔ دس سال سے وہ اسی چہرے کی تلاش میں تو سرگرداں تھا۔ اس تجسس میں وہ ہر لڑکی کو غور سے دیکھتا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ مطلوبہ چہرہ اسے کہاں ملے گا۔ لیکن اسے یقین تھا کہ وہ چہرہ اسے ملے گا ضرور۔ اس کی کوئی انجانی حس اسے یقین دلاتی رہتی تھی کہ کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی موڑ پر وہ اسے ملے گی ضرور اور پھر وہ اپنی شاہ کار فلم بنائے گا۔ وہ کہانی جو اس کی سب سے پہلی کہانی تھی جس پر کوئی اور ڈائریکٹر فلم بنانے پر آمادہ ہوجاتا تو شاید وہ خود فلم انڈسٹری سے بالکل ہی لاتعلق ہوتا۔

اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن حیرت کا وہ جھٹکا اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ خود کو سنبھالے نہیں سنبھال پا رہا تھا۔ اس نے کوشش کر کے اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹائیں۔ اتنی سی دیر میں وہ پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔ اس نے

جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھا۔

چاروں کیمرہ مین اسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔کافی دیر تک تو وہ اس کی ہدایت کے مطابق کیمرے کی آنکھ سے اپنے آبجیکٹ کو دیکھتے رہے تھے۔پھر کائناتی کی طرف سے مزید کوئی ہدایت نہ ملنے پر انہوں نے اس کی طرف دیکھا تھا اور دیکھتے ہی رہ گئے تھے۔خود اس کے ڈیڈی بھی حیران تھے۔انہوں نے دوبارا سے مخاطب بھی کیا تھا لیکن وہ تو اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھا، جواب کیا دیتا۔ان کی سیکریٹری لیلیٰ بھی حیران و پریشان کھڑی تھی۔اس بے چاری کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

توقیر صاحب کرسی سے اٹھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھے"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے بیٹے؟"انہوں نے پوچھا۔

"نن......نہیں۔میری طبیعت ٹھیک ہے۔پانی۔"

انہوں نے اس کے لئے پانی منگوایا"ادھر صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"انہوں نے کہا۔

تصویر کائناتی صوفے پر جا بیٹھا۔چپراسی پانی لے کر آیا تو اس نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کر دیا"تم لوگ جاؤ۔"اس نے اپنے یونٹ کے لوگوں سے کہا"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔آج شوٹنگ نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا بات ہے سر، خیریت تو ہے؟"ایک کیمرہ مین نے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس تم لوگ جاؤ۔"

"ڈاکٹر کو فون کروں؟"توقیر صاحب نے کہا۔وہ واضح طور پر گھبرائے ہوئے نظر آرہے تھے۔

"نہیں ڈیڈی، گھبرانے کی بات نہیں ہے۔میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا۔پتا نہیں کیوں اچانک دل گھبرانے لگا تھا۔"

"اچھا تم صوفے پر لیٹ جاؤ آرام سے۔"

"کچھ نہیں ڈیڈی۔اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔آپ بیٹھیں تو سہی۔"

توقیر صاحب اپنی سیٹ کی طرف پلٹے۔ان کی نگاہ اپنی سیکریٹری پر پڑی"ارے لیلیٰ تم

ابھی تک یہیں کھڑی ہو، جاؤ اپنے کمرے میں بیٹھو۔"

لیلیٰ خاموشی سے اسی دروازے سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔دروازہ بند کرنے سے قبل اس نے تصویر کائناتی کو نظر بھر کے دیکھا تھا۔کائناتی بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے اس ایک نظر میں بہت کچھ محسوس کیا۔اسے لگا کہ لیلیٰ اس سے شکوہ کر رہی ہے۔شاید اس بات پر کہ سب کے سامنے اس طرح وارفتگی کا اظہار کر کے اس کی رسوائی کا سامان کیوں کیا۔

توقیر صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔وہ تصویر کو ہی دیکھے جا رہے تھے۔ان کی نگاہوں میں تشویش تھی۔فلم یونٹ والے تیزی سے اپنا سامان سمیٹنے میں مصروف تھے۔

"کسی چیز کی ضرورت محسوس کر رہے ہو تو بتاؤ۔"توقیر صاحب نے کہا۔

"چائے منگوا لیجئے ڈیڈی۔"تصویر نے گہری سانس لے کر کہا۔

توقیر صاحب نے چپراسی کو بلا کر چائے منگوائی۔چائے آنے تک کمرے میں خاموشی رہی۔اس دوران یونٹ والے رخصت ہو چکے تھے۔چائے آئی تو تصویر اٹھ کر ان کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھا"یہ تو وہی ہے ڈیڈی۔"اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟ کون وہی ہے؟"

"آپ کی سیکریٹری......لیلیٰ۔"

"لیلیٰ وہی ہے!"توقیر صاحب نے حیرت سے کہا"تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"وہی چہرہ ڈیڈی، جسے میں دس سال سے تلاش کر رہا ہوں۔"

"اوہ، توقیر صاحب نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا"یعنی تم لیلیٰ کو اپنی فلم میں مرکزی کردار میں لینا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں ڈیڈی۔آپ تو جانتے ہیں کہ صرف اسی وجہ سے میں نے دس سال سے اس فلم کو التوا میں ڈال رکھا ہے۔جبکہ یہ فلم میرے لئے مقصد حیات کا درجہ رکھتی ہے۔"

"ہوں"انہوں نے پر خیال انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا"تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں اس سے بات کروں؟"

"میری طرف سے تو اجازت ہے۔" وہ بولے "لیکن......"

"لیکن کیا ڈیڈی؟" تصویر کے لہجے میں بے تابی تھی۔ "جلدی بتائیے۔"

"مجھے اس کا رضامند ہونا مشکل لگتا ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"تم شاید اس وقت ذہنی طور پر بہت مصروف تھے۔ جب اس نے کہا تھا کہ وہ فلم کی شوٹنگ میں حصہ نہیں لے سکے گی۔"

"نہیں!" تصویر کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"یہ درست ہے تم اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں تھے۔" توقیر صاحب بولے "اور میں اس پر زور نہیں دے سکتا۔ وہ میری ملازم ضرور ہے لیکن یہ بات اس کے فرائض میں شامل نہیں ہے وہ انکار کرنے کا پورا حق رکھتی ہے۔"

"اگر اس نے انکار کیا تو مجھے بہت افسوس ہوگا ڈیڈی۔"

"اس کی ہمت کے پیش نظر ہونا بھی چاہئے۔ بہرحال تم کوشش کر کے دیکھ لو۔ یہ بھی ایک چیلنج ہے تمہارے لئے۔"

تصویر کائناتی چند لمحے کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر وہ بولا اس کی آواز صاف اور واضح تھی۔ لہجے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے چیلنج قبول کر لیا ہے "او کے ڈیڈی۔ کوشش کے بغیر تو میں رہ بھی نہیں سکتا۔ معاملہ ہے ہی اتنا اہم۔"

چائے ختم کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا "مجھے اجازت ہے ڈیڈی؟" اس نے لیلیٰ کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" توقیر صاحب نے ہنس کر کہا۔

تصویر کائناتی لیلیٰ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور آہستگی سے دروازہ کھول لیا "میں حاضر ہو سکتا ہوں مس لیلیٰ؟" اس نے بے حد شائستگی سے پوچھا۔

"تشریف لائیے۔" لیلیٰ بے اختیار اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

تصویر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈالی۔ کشادہ اور صاف ستھرا کمرا تھا۔ لیلیٰ کی میز پر ایک ٹائپ رائٹر رکھا تھا۔ میز دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جانے کی تیاری کر چکی ہے۔

"اجازت ہو تو بیٹھ جاؤں؟" تصویر نے کہا۔

"آپ کا اپنا آفس ہے، تشریف رکھیے۔"

اس کے لہجے کی چبھن تصویر نے اپنے دل میں محسوس کی۔ بہرحال وہ بیٹھ گیا "آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھ جائیے نا۔"

"مالکوں کے روبرو بیٹھنا ملازموں کو زیب نہیں دیتا۔" بڑے سادہ سے لہجے میں جواب ملا۔

"میں آپ کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہوں۔" کائناتی کے انداز سے بے بسی جھلک رہی تھی "میرا تو اس آفس سے سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔"

"مالک کا بیٹا بھی مالک ہی ہوتا ہے۔"

"یہ باتیں آپ بیٹھ کر بھی تو کر سکتی ہیں۔"

"آپ کا حکم ہے تو بیٹھ جاتی ہوں۔" وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

تصویر کا حلق خشک ہونے لگا۔ لیلیٰ کا انداز ہی ایسا تھا کہ اسے اپنا حوصلہ جواب دیتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے کوشش کر کے اپنے حوصلے کو مجتمع کیا "میں نے سنا ہے کہ آپ کو میری فلم کے اس سین میں کام کرنے پر اعتراض تھا؟"

"کس سے سنا ہے آپ نے؟" لیلیٰ نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ڈیڈی کہہ رہے تھے۔"

"کمال ہے حالانکہ میں نے آپ کی موجودگی میں ہی ان سے یہ بات کہی تھی۔"

"میں اس وقت ذہنی طور پر غیر حاضر رہا ہوں گا۔"

"میں نے اس سین میں نہیں فلم میں کام کرنے سے انکار کیا تھا۔"

”میرا خیال ہے اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ آپ کا کام اسی سین تک محدود تھا۔“

”آپ کے خیال میں نہ جانے کیا کیا درست ہوگا۔ تو کیا میں آپ کی ہر بات سے اتفاق کرلوں گی۔“ لیلیٰ کا لہجہ طنزیہ تھا۔

”میں آپ کو یہ بتانا چاہ رہا ہوں......“

”پلیز کائناتی صاحب، آپ کوئی اور بات نہیں کر سکتے؟“

کائناتی نے طویل سانس لی ”ٹھیک ہے مس لیلیٰ۔ اگر میں آپ کی ذات کو موضوع گفتگو بناؤں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟“

”ایک حد تک تو میں اسے برداشت کرلوں گی۔“

”تو اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔“

”یہ باتیں تو امیروں کی زندگی میں ہوا کرتی ہیں، ہم غریبوں کے پاس تو بتانے کے لئے کچھ ہوتا ہی نہیں ہے۔“

”دیکھیے۔ آپ مسلسل طنزیہ گفتگو کر رہی ہیں۔“

”کائناتی صاحب یہ طنز نہیں حقیقت ہے۔ بہر حال آپ کو ناگوار گزر رہا ہے تو میں اب اس قسم کی گفتگو سے گریز کروں گی۔ آپ میرے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہیں؟“

”جس حد تک بھی آپ مناسب سمجھیں بتادیں۔“

”میرے نام سے تو آپ واقف ہو ہی چکے ہیں۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہوں۔ والد کا بچپن میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔ میری والدہ نے محنت مزدوری کر کے بڑی مشکل سے میری پرورش اور تعلیم کے اخراجات پورے کئے۔ اس سے پہلے بھی ایک دو جگہ ملازمت کر چکی ہوں مگر وہاں اوقات کار بہت زیادہ تھے اور تنخواہ بہت کم تھی۔ خدا بھلا کرے آپ کے ڈیڈی کا۔ انہوں نے مجھے یہ ملازمت دی لیکن اب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔“

”اب کیا ہوگا؟“ تصویر نے تیز لہجے میں پوچھا ”کس بات کا اندیشہ ہے آپ کو؟“

”میں نے باس کے لاڈلے بیٹے کی فلم میں کام کرنے سے انکار کیا ہے آخر۔ اس

جسارت کی سزا بے روزگاری بھی ہو سکتی ہے۔“ وہ بولی۔

”آپ ڈیڈی سے یہ توقع کر سکتی ہیں؟“

”یہ توقع نہیں خدشہ ہے۔ ناممکن تو کچھ بھی نہیں ہے کائناتی صاحب۔“

”نہیں مس لیلیٰ آپ غلط انداز میں سوچ رہی ہیں۔ ہر شخص کو اپنی زندگی کے بارے میں فیصلے کرنے کی آزادی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ پر اس سلسلے میں کوئی دباؤ نہیں پڑے گا۔“

”آپ یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟“

”ڈیڈی نے مجھے بتادیا ہے کہ یہ بات آپ کے فرائض میں شامل نہیں ہے۔“

”ان سے تو مجھے یہی توقع تھی لیکن آپ نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔“

تصویر حیران رہ گیا۔ گویا لیلیٰ کو اس سے کوئی توقع تھی جس پر وہ پورا نہیں اتر سکا ”میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔“

”میں آپ کی فلمیں دیکھتی رہی ہوں کائناتی صاحب۔ جس معیار کی فلمیں آپ بناتے ہیں اس کے پیش نظر میں نے آپ کے بارے میں ایک رائے قائم کرلی تھی۔ اور وہ رائے بہت اچھی تھی لیکن آج مجھے دیکھ کر آپ نے جس ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے اس نے میرے تصورات کو بری طرح مجروح کیا ہے۔“ لیلیٰ ایک لمحے کو رکی۔ پھر اچانک بولی ”کیا میں بہت زیادہ خوب صورت ہوں کائناتی صاحب؟“

”جی؟“ کائناتی ہونقوں کی طرح منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

”میں پوچھ رہی ہوں کیا میں بہت خوب صورت ہوں؟“

تصویر کائناتی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ گفتگو بے حد نازک موڑ پر آ پہنچی تھی۔ لیلیٰ کی نظروں میں اس کی پوزیشن بہت خراب ہو چکی تھی۔ اس نے جان لیا کہ اگر وہ اس وقت اپنی پوزیشن صاف نہ کر سکا تو اپنے خواب کی تعبیر سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو بیٹھے گا ”دیکھیے مس لیلیٰ، آپ بہت سنگین غلط فہمی کا شکار ہو رہی ہیں۔ بلاشبہ خدا نے آپ کو بے پناہ حسن

سے نوازا ہے لیکن میری وارفتگی کی یہ وجہ نہیں تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ وہ سرے سے وارفتگی تھی ہی نہیں۔ وہ تو حیرت تھی، مسرت تھی آپ کو دیکھنے کے بعد مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔''

''آپ کیا کہہ رہے ہیں کائناتی صاحب؟'' لیلیٰ نے تہدیدی لہجے میں کہا۔

''بات آسان نہیں ہے مس لیلیٰ۔ پوری بات سمجھانے کے لئے مجھے آپ کو بہت کچھ سنانا پڑے گا تبھی آپ میری کیفیت کو صحیح طور پر سمجھ سکیں گے۔''

''یوں کیوں نہیں کہتے کہ آپ پہلو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''بخدا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اس وجہ سے ہچکچا رہا ہوں کہ آپ کے پاس اتنا وقت نہیں ہوگا اور پھر کیا ضروری ہے کہ جو کچھ میں کہوں آپ اسے دلچسپی سے سنیں۔ ممکن ہے کہ آپ بور ہو جائیں۔''

''یہ ممکن نہیں ہے کائناتی صاحب۔ آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ میری نظر میں آپ کا امیج کس بری طرح مجروح ہوا ہے۔ میری تمنا ہے کہ کاش آپ وہ امیج بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آپ اپنی اس کیفیت کی کوئی معقول وجہ بیان کر سکے تو میں اپنا دل صاف کر لوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ تو پھر سنیئے۔'' تصویر کائناتی نے اپنی داستان اسے سنانا شروع کی۔ فضلانی سے ملاقات اور اپنی مایوسی سے لے کر اپنے فلمی کیریر تک اس نے ایک ایک بات اسے سنائی۔ اس نے اسے یہ بھی بتایا کہ وہ فلم وہ اب تک کیوں نہیں بنا سکا۔ جس کی خاطر اس نے اتنا کچھ کیا تھا۔

لیلیٰ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے بڑے غور سے اس کی باتیں سنتی رہی۔ اس کے انداز سے ایک لمحے کو بھی یہ ظاہر نہیں ہوا کہ وہ ذہنی طور پر غیر حاضر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس داستان میں ڈوب کر رہ گئی ہے۔

اس عالم میں وہ تصویر کائناتی کو اور حسین لگی ''اور مس لیلیٰ، جب مجھے وہ مطلوبہ لڑ

ملی تو اس نے فلم میں کام کرنے سے انکار کر دیا۔'' کائناتی نے حسرت زدہ لہجے میں اپنی داستان کا اختتام کیا۔

''کون تھی وہ؟'' لیلیٰ نے بے ساختہ پوچھا۔

''وہ آپ ہیں مس لیلیٰ۔'' تصویر نے کہا ''میں جس کی تلاش میں دس سال سے سرگرداں ہوں وہ آپ ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اتنی سرگردانی کے بعد، دس سال کے طویل انتظار کے بعد کسی کو اچانک اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آئے تو اس کا کیا حال ہوگا۔''

''آپ...... آپ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟'' لیلیٰ کی آواز کپکپا رہی تھی۔

''یہ سچ ہے۔ حقیقت ہے مس لیلیٰ۔''

''مجھے افسوس ہے کائناتی صاحب۔ میں شرمندہ ہوں۔'' لیلیٰ کے لہجے سے گہرا تاسف جھلک رہا تھا ''میں نے آپ کے بارے میں اتنی بڑی بدگمانی کی۔ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔''

''آپ کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی بھی ہوتا تو حالات سے بے خبری کے باعث اس کا رد عمل وہی ہوتا جو آپ کا تھا۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ بس میری ایک التجا ہے اس پر ہمدردانہ غور کیجئے گا۔''

''آپ مجھ سے فلم میں کام کرنے کو کہیں گے؟''

''آپ ٹھیک سمجھیں۔ میں اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن میں کیا کروں۔'' لیلیٰ کے لہجے میں بے بسی تھی۔

''آپ مجھے بتلائیے کہ اس میں قباحت کیا ہے۔ میں آپ کو رضامند کرنے کے لئے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہوں۔''

''میری والدہ مجھے اجازت نہیں دیں گی۔ اور وہ اجازت دے دیں تو بھی..... آپ تو فلمی دنیا کے ماحول سے خوب واقف ہیں۔ آپ ہی بتائیں کیا آپ مجھے اس ماحول میں لے جانا پسند کریں گے؟''

"آپ کے لئے تو کیا، میں کسی بھی شریف لڑکی کے لئے یہ پسند نہیں کروں گا کہ وہ فلم انڈسٹری کے ماحول میں جائے۔ لیکن میرے پاس اس کا حل موجود ہے۔ میں آپ کی والدہ سے ملوں گا اور انہیں رضامند کرنے کی کوشش گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"آپ مجھے اپنے گھر کا پتا لکھ دیں پلیز۔"

لیلیٰ نے ایک کاغذ پر اپنا پتا لکھ کر تصویر کی طرف بڑھایا "شکریہ مس لیلیٰ اب مجھے اجازت دیجیے۔" تصویر اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ توقیر صاحب کے کمرے میں آیا تو وہ کام میں مصروف تھے "آپ ابھی تک بیٹھے ہیں ڈیڈی؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں بیٹے۔" انہوں نے طویل سانس لے کر کہا "میں نے سوچا، کچھ کام ہی نمٹالوں۔ تم سناؤ کیا رہا؟"

"وہ تیم رضامند تو ہوگئی ہے ڈیڈی۔ اس کی والدہ راضی ہوجائیں تو مسئلہ حل ہوجائے گا۔"

"گڈ ورک۔ لیکن بیٹے لیلیٰ بہت اچھی لڑکی ہے۔"

تصویر نے انہیں حیرت سے دیکھا "اس میں کوئی شبہ نہیں ڈیڈی۔ لیکن آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ کچھ اچھا نہیں لگتا کہ وہ فلم جیسے خراب ماحول میں جائے۔"

"ہرگز نہیں ڈیڈی۔ یہ تو میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ میں اسے باقاعدہ اداکارہ بننے کو تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ وہ یہ رول قبول کر لے۔"

"ایک بات یاد رکھنا بیٹے۔ میں اس لڑکی کو ذاتی طور پر پسند کرتا ہوں۔"

"وہ ہے ہی ایسی ڈیڈی۔"

توقیر صاحب نے انٹرکام پر لیلیٰ کو مخاطب کیا "تمہیں گھر نہیں جانا لیلیٰ؟"

"بس جا ہی رہی ہوں سر۔" دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں جواب ملا۔

"مجھ سے مل کر جانا۔"

"بہتر سر۔"

چند منٹ بعد لیلیٰ ان کے کمرے میں داخل ہوئی "جی سر؟"

"بیٹھ جاؤ لیلیٰ بیٹی۔" توقیر صاحب نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"جی!" لیلیٰ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر؟"

"وہی جو تم نے سنا ہے۔" توقیر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا "اور جو کچھ میں نے کہا ہے سوچ سمجھ کر کہا ہے۔ بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ سر۔" لیلیٰ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "لیکن سر، آپ نے بہت بڑی بات کہی ہے۔"

"بیٹی کی تو مجھے کب سے حسرت تھی۔ خدا نے دی ہی نہیں۔" توقیر صاحب نے افسردگی سے کہا اور پھر گھنٹی بجا کر چپراسی کو بلایا "ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے، گھر جانا ہے۔"

"مجھے اجازت ہے سر؟ دیر بہت ہوگئی ہے۔" لیلیٰ نے کسمساتے ہوئے کہا۔

"ساتھ ہی چلو۔ ہم تمہیں ڈراپ کر دیں گے۔ دیر واقعی بہت ہوگئی ہے۔"

"یہ مناسب نہیں ہوگا سر۔" لیلیٰ ہچکچا رہی تھی۔

"مناسب اور نامناسب کے بارے میں سوچنے کا کام مجھ پر چھوڑ دو۔" توقیر صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

"گاڑی تیار ہے سر۔" چپراسی نے آکر بتایا۔

وہ تینوں باہر نکلے اور گاڑی تک پہنچے۔ لیلیٰ بہت نروس نظر آرہی تھی "تم فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جاؤ بیٹے۔" توقیر صاحب نے تصویر سے کہا۔ وہ خود لیلیٰ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے "ڈرائیور کو اپنا پتا سمجھاؤ بیٹی۔" انہوں نے لیلیٰ سے کہا۔

لیلیٰ ڈرائیور کو راستہ بتاتی رہی۔ متوسط طبقے کی آبادی میں ایک مکان کے سامنے گاڑی رکی۔ مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ایک معمر خاتون دروازے پر کھڑی تھیں۔ لیلیٰ کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر ان کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

''اتنی دیر لگادی لیلیٰ۔'' ان کے لہجے میں سرزنش تھی ''جانتی ہو کہ تمہیں دیر ہوجائے تو میری جان آدھی ہوجاتی ہے۔''

''سوری امی جان۔'' لیلیٰ نے نگاہیں جھکا کر کہا ''ایک ضروری کام کی وجہ سے دیر ہوگئی۔''

''اور یہ تم کس کی گاڑی میں آئی ہو؟'' انہوں نے تھکے لہجے میں پوچھا۔

توقیر صاحب گاڑی سے اتر آئے ''السلام علیکم بہن۔''

''وعلیکم السلام۔'' انہوں نے اپنی ساڑھی کا پلو درست کرتے ہوئے کہا۔ پھر چشمے کے عقب سے انہیں بغور دیکھا ''اوہ توقیر صاحب ہیں۔ معاف کیجئے گا، اندھیرے میں پتا ہی نہیں چل رہا تھا'' آئیے تشریف لائیے نا۔''

''اس وقت تو دیر ہوگئی ہے بہن۔ بیٹھ نہیں سکوں گا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' انہوں نے افسردگی سے کہا ''غریب خانہ اس قابل کہاں کہ آپ جیسے بڑے لوگ یہاں آ کر بیٹھیں۔''

''ٹھیک ہے بہن۔'' توقیر صاحب نے گہری سانس لے کر کہا ''آؤ بیٹے۔'' وہ تصویر سے مخاطب ہوئے۔

لیلیٰ کی والدہ انہیں ایک کمرے میں لائیں۔ وہ سادہ سا کمرہ تھا جس میں واجبی سا فرنیچر تھا۔ پرانے ڈیزائن کے صوفے تھے۔ ایک کونے میں لکڑی کی پرانی سی میز تھی جس پر کچھ کتابیں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ کمرا بہت صاف ستھرا تھا۔ توقیر صاحب تصویر کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئے۔

''کیا پینا پسند کریں گے؟'' لیلیٰ کی والدہ نے پوچھا۔

''آپ کی خوشی کی خاطر صرف ایک پیالی چائے مگر کسی قسم کا تکلف مت کیجئے گا پلیز۔''

''لیلیٰ بیٹی مہمانوں کے لئے چائے بنا لاؤ۔'' انہوں نے آواز دے کر کہا۔ پھر توقیر صاحب سے بولیں ''آپ اس وقت میرے مہمان ہیں۔ لیکن آپ برا نہ منائیں تو کچھ عرض کروں۔''

''بے تکلف فرمائیے۔''

''ہم غریب لوگ ہیں توقیر صاحب۔ ہمارے پاس ایک ہی دولت ہے۔ عزت کی دولت۔ آپ کا اس طرح کار میں لیلیٰ کو چھوڑنے کے لئے آنا ہمارے لئے مشکلات بھی پیدا کرسکتا ہے۔ آپ برا مت مانئے گا۔ میں بہت مجبور ہو کر یہ عرض کررہی ہوں۔''

''میں جانتا ہوں بہن'' وہ گھمبیر لہجے میں بولے ''آپ کو بہن کہہ رہا ہوں اور لیلیٰ کو بیٹی کی طرح سمجھتا ہوں۔ میں کیسے گوارا کروں گا کہ میری بہن یا بیٹی کی عزت پر حرف آئے۔''

''اس کے باوجود بھی.....''

''میں اس وقت توضاحت نہیں کرسکوں گا۔'' توقیر صاحب نے جلدی سے بات کاٹ دی ''البتہ کل اگر ممکن ہوا تو آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ذہن میں کیا بات ہے۔ فی الحال تو میرا بیٹا ایک مسئلے سے دوچار ہے۔ مجھے اس کا کوئی فوری حل سوچنا ہے۔''

''اوہو۔ یہ تصویر کائناتی ہیں۔'' لیلیٰ کی والدہ نے بڑی محبت سے تصویر کو دیکھا۔

''آپ مجھے کیسے جانتی ہیں آنٹی؟'' تصویر کائناتی نے حیران ہو کر پوچھا۔

''لیلیٰ کی زبانی اکثر تمہارا ذکر سنا ہے۔ اس کے خیال مین تم ملک کے بہترین ہدایت کار ہو۔ کہتی ہے کہ کسی اور ڈائریکٹر کو تو فلم بنانی آتی ہی نہیں۔''

''آپ پہلے سے جانتی تھیں کہ یہ میرا بیٹا ہے؟'' توقیر صاحب نے پوچھا۔

''جی ہاں تصویر کائناتی کو تو ہم پہلے سے جانتے تھے۔ جب لیلیٰ [illegible]پ کے ہاں ملازمت کی تو اسے پتا چلا کہ آپ تصویر کے والد ہیں۔ اس روز اس نے نجانے بڑے [illegible]ش کے عالم میں یہ خبر سنائی تھی۔ اسے توقع تھی کہ کسی نہ کسی روز ملک کے سب سے بڑے ہدایت کار سے اس کی ملاقات ہوجائے گی۔''

توقیر صاحب کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی اتر آئی۔انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی وہ اپنے بیٹے کے حوالے سے بھی پہچانے جائیں گے۔ان کی نظر میں تو تصویر ایک ایسا خبطی بیٹا تھا جسے وہ شفقت پدری کے ہاتھوں مجبور ہو کر برداشت کئے جا رہے تھے لیکن آج اس بیٹے نے ان کے خواب کو تعبیر دے دی تھی۔یہ ہر باپ کا خواب ہوتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے بڑا آدمی بنے۔اتنا بڑا کہ لوگ بیٹے کے حوالے سے اسے پہچانیں۔ان کا سر فخر سے بلند ہو گیا تھا۔

لیلیٰ کے ہاں وہ زیادہ دیر نہیں رکے تھے۔گھر پہنچ کر انہوں نے تصویر سے کہا ''لباس تبدیل کر کے کھانے کی میز پر آ جاؤ۔''

کھانے کی میز پر توقیر صاحب سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔تصویر انہیں بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔وہ مضطرب ہونے لگا۔آخر کار اس سے رہا نہیں گیا ''آپ نے مجھے کھانے کی میز پر خاص طور پر بلایا تھا۔''

''ہاں۔'' وہ چونک پڑے ''بات یہ ہے کہ برخوردار کہ تم جس مسئلے میں پھنس گئے ہو کیا اس کا کوئی حل بھی ہے تمہارے ذہن میں؟''

''فی الوقت تو اس کا کوئی حل میرے پاس نہیں ہے لیکن توقع ہے کہ حل نکل آئے گا۔''

''تم اتنے پر یقین کیوں ہو؟'' انہوں نے اسے گھورا۔

''جس نے تعبیر دکھائی ہے، وہ تعبیر دے گا بھی۔''

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔''

''میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ اس معاملے میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں، اسی لئے اتنا پر یقین ہوں۔بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی فوری حل بھی موجود ہے۔''

''تم نے کیسے اندازہ لگایا؟'' وہ چونک پڑے۔

''آپ بھول گئے شاید۔آپ کو یاد ہے آپ نے لیلیٰ کی والدہ سے کیا کہا تھا۔آپ نے کہا تھا کہ آپ انہیں کل کوئی حتمی جواب دے سکیں گے۔اس لئے کہ آپ کا بیٹا ابھی ایک

فوری نوعیت کے مسئلے سے دوچار ہے اور اس کا کوئی حل بھی سوچنا ہے۔''

''مجھے یاد بھی نہیں رہا تھا۔تم ٹھیک سمجھے۔میرے پاس اس الجھن کا ایک حل ہے لیکن......''

کائناتی الجھ گیا۔آخر وہ اتنا جھجک کیوں رہے ہیں؟ یہ جو بات ہے ایک بار میں کہہ کر ختم کیوں نہیں کر دیتے ''میں منتظر ہوں ڈیڈی۔'' اسے مجبور ہو کر بولنا ہی پڑا۔

''تمہیں کبھی میری آرزو کا خیال نہیں آتا؟'' توقیر صاحب نے الٹا سوال کر ڈالا۔

''کون سی آرزو۔'' یہ کہتے کہتے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ''اگر آپ کا اشارہ میری شادی کی طرف ہے تو شاید کل ہی میں اس سلسلے میں یقین دہانی کرا چکا ہوں اور اب تو منزل بھی سامنے دکھائی دے رہی ہے۔''

''بیٹے اب شادی کر ہی لو۔''

''جی؟'' تصویر کی آنکھوں میں حیرت تھی ''میرا خیال ہے ڈیڈی کہ اس وقت کوئی اور مسئلہ زیر بحث ہے۔''

''میرا مشورہ یہی ہے کہ اب شادی کر ہی لو۔''

''شادی تو ہوتی رہے گی ڈیڈی۔'' تصویر کے لہجے میں احتجاج تھا ''کیا آپ میری اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں؟''

''نہیں بیٹے۔'' توقیر صاحب نے گہری سانس لے کر کہا ''میرے خیال میں تمہارے مسئلے کا حل شادی ہی ہے۔''

''میں سمجھا نہیں وضاحت کیجئے۔''

''تم اتنے کوڑھ مغز تو کبھی نہیں تھے۔'' توقیر صاحب نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''آپ نے بھی اتنی بے ربط باتیں کبھی نہیں کیں؟''

''بے وقوف آدمی، میرا مطلب ہے کہ لیلیٰ سے شادی کر لو۔مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے ڈیڈی؟'' وہ بوکھلا کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"سکون سے بیٹھ کر بات کرو۔" توقیر صاحب نے ناگواری سے کہا "ناممکن کیوں ہے؟"

"میں نے تو اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔" تصویر کرسی پر ڈھے گیا۔

"اس میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ بس عمل کر گزرو۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں ڈیڈی۔" تصویر کے لہجے میں خفگی کا عنصر تھا "یہ پوری زندگی کا سوال ہے، شادی کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" توقیر صاحب نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا "میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ کسی فیصلے پر پہنچ جاؤ تو مجھے مطلع کر دینا۔ لیکن میری ایک بات یاد رکھنا کہ لیلیٰ کی والدہ اسے فلم میں کام کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گی۔ اس مسئلے کا واحد حل وہی ہے جو میں نے پیش کیا ہے۔ یعنی لیلیٰ سے شادی کر لو۔ اس کے بعد اس کی والدہ کو اعتراض کا حق نہیں رہے گا۔ مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تم ایک ناکارہ انسان ہو۔ مجھے غلطی ہوئی کہ آج تک تمہیں آئیڈیلسٹ سمجھتا رہا۔ اگر یہ فلم واقعی تمہارا خواب ہے اور واقعی وہ لڑکی ہے جس کا تم نے دس سال انتظار کیا ہے تو تمہیں اتنی جرح نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ میری تجویز سنتے ہی بغیر سوچے سمجھے لیلیٰ سے شادی پر رضامند ہو جاتے۔ پھرتے ہیں آئیڈیلسٹ..... ہنہہ" انہوں نے غصے سے کہا اور پیر پٹختے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔

توقیر صاحب سونے کے لئے لیٹ چکے تھے۔ اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھے "مجھے یقین ہے تم نے مثبت فیصلہ کیا ہوگا۔"

"نہیں ڈیڈی۔"

"تو پھر یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

"میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی جو کچھ کہتا ہے جس ردعمل کا اظہار کرتا ہے اس کے پس منظر میں کچھ اور ہوتا ہے، کوئی ایسی وجہ ہوتی ہے۔ اس کے اصل ردعمل کو کچل ڈالتی ہے۔"

"فلسفہ مت بگھارو۔ جو کہنا ہے کھل کر کہو۔"

"آپ نے میرے فلم انڈسٹری میں جانے کو کبھی پسند نہیں کیا۔ اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ میرے ساتھ تعاون کیا۔ میں اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"ضرور لیکن صرف الفاظ کسی کو کچھ نہیں سمجھا سکتے۔ مختصراً میں اتنا کہوں گا کہ اس کی وجہ تم اسی وقت سمجھو گے جب خود صاحب اولاد ہو گے۔ پھر بھی تم سننے پر مصر ہو تو......"

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ لیکن میری آئیڈیل فلم کے معاملے میں آپ کا تعاون غیر معمولی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ میرے خیال میں تو آپ کا فطری ردعمل یہ ہونا چاہئے تھا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے۔ کجا یہ کہ مسئلہ مجھ سے زیادہ آپ کا محسوس ہو رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے میرے غیر معمولی تعاون نے تمہیں شک میں مبتلا کر دیا ہے۔ اسی لئے میری شادی والی تجویز پر تمہارا ردعمل منفی تھا۔ ورنہ شاید تم فوراً راضی ہو جاتے۔"

"آپ کا خیال کسی حد تک درست ہے ڈیڈی۔"

"تم میرے لئے ہمیشہ ایک مسئلہ رہے ہو بیٹے۔ تم نے ہمیشہ اپنی منتخب شدہ راہوں پر جانا پسند کیا۔ میں نے تمہارے لئے کچھ اور خواب دیکھے تھے۔ لیکن میں تمہیں زبردستی اپنی مرضی کے راستے پر نہیں چلانا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ لیکن جانتے ہو آج کا دن کتنا بھرپور دن ہے۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میں کتنا خوش ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارا خواب پورا کرنے کے بہانے اپنا خواب پورا کر رہا ہوں۔ بہو اور پوتوں کا خواب۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ میں تمہیں وضاحت سے سمجھاتا ہوں۔" وہ کہتے کہتے رکے اور انہوں نے ایک گہری سانس لی "میں لیلیٰ کو شروع ہی سے بہت زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اس کے لئے میرے ذہن میں ہمیشہ یہ خیال آتا رہا کہ اسے اپنی بہو بنا لوں۔ لیکن تم سے کہنے کی ہمت کبھی نہیں ہوئی۔ تم نے کبھی میری بات مانی ہی نہیں۔ اور انکار سننے کا مجھ میں حوصلہ نہیں تھا۔ آج تم نے اسے پہلی بار دیکھا اور اس کے بارے میں یہ انکشاف کیا تو میری

خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں سمجھ گیا کہ قدرت ہی مہربان ہے۔ ورنہ اس اتفاق کا کیا سوال تھا۔ پھر لیلیٰ کی والدہ نے تمہارا تذکرہ کیا تو مجھے پہلی بار...... ہاں پہلی بار علم ہوا کہ میں تمہارے حوالے سے بھی پہچانا جاسکتا ہوں۔ یہ ایسا اعزاز ہے جس کی آرزو ہر باپ کرتا ہے جس پر ہر باپ فخر کرسکتا ہے۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ میں تمہیں سمجھنے میں غلطی کرتا رہا ہوں۔ تم تو میری لاعلمی میں ہی بڑے اور مشہور آدمی بن گئے ہو۔ اب تم فیصلہ کرو کہ میرا رویہ فطری ہے یا غیر فطری۔''

تصویر کائناتی سناٹے کے عالم میں توقیر صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ حیرت اور بے یقینی کے تاثرات اس کے چہرے پر گویا منجمد ہوگئے تھے۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس کی تعریف کریں گے''میں شرمندہ ہوں ڈیڈی کہ میں نے آپ کی نیت پر شک کیا''اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں بیٹے۔''توقیر صاحب کے لہجے میں شفقت تھی''یہ سب کچھ یونہی ہونا تھا۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟''

''آپ کا کہنا درست تھا ڈیڈی۔ لیلیٰ تو میری ضرورت بن گئی ہے اور پھر وہ ہے بھی ایسی کہ اس سے شادی کرنا باعث فخر ہے۔''

''جیتے رہو بیٹے۔ تم نے میری مشکل حل کردی ہے۔''

کامران سعید حسب معمول دیر سے سوکر اٹھا تھا۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے ایک انگڑائی لی اور بیڈ ٹیبل سے اخبار اٹھالیا۔ ملازم روزانہ ہی اخبارات رکھ جایا کرتا تھا لیکن وہ پڑھتا کبھی نہیں تھا۔ اس روز اتفاقاً ہی پڑھنے کا موڈ بن گیا۔ ورنہ اخبار تو بغیر پڑھے ہی ردی میں بک جایا کرتے تھے۔

اس نے اخبار کی سرخیوں پر نظر دوڑائی اور بور ہوگیا۔ وہی لگی بندھی خبریں تھیں۔ ملکی سیاست کی ابتری کی، حادثات کی اور قتل، ڈکیتی اور اغوا کی وارداتوں کی۔ اس سے اچھے تو فلمی اخبار ہوتے ہیں۔ اس نے سوچا۔ کم از کم دلچسپی کی خبریں تو ہوتی ہیں ان میں۔

ایک خبر نے اسے چونکا دیا۔ وہ تصویر کائناتی کی شادی کی خبر تھی۔ اسے یاد آیا کہ کائناتی نے دعوت نامہ اسے بھی بھجوایا تھا۔ لیکن اس نے اسے نظر انداز کردیا تھا۔ آدمی جس سے چڑتا ہو اس کی خوشی میں شرکت تو منافقت ہی ہوئی۔ ویسے بھی وہ ان دنوں سلمیٰ رواس الکلیل میں کھویا ہوا تھا۔ وہ اس کے حواس پر اس حد تک چھا گئی تھی کہ اس کا کام تک متاثر ہونے لگا تھا۔

خبر نے اس کو چونکایا تھا لیکن دولہا دلہن کی تصویر نے تو اس کے جسم میں کرنٹ دوڑا دیا۔ اس کی سستی ہوا ہوگئی۔ وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا۔ اب وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے تصویر کو گھورے جا رہا تھا''ناممکن''اس کے منہ سے نکلا''یہ کیسے ممکن ہے؟''

اس نے تصویر کے نیچے کیپشن پڑھا لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ تصویر کی بیوی کا نام شائع نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے بے تابی سے پوری خبر پڑھ ڈالی لیکن نام اس میں بھی نہیں تھا مگر اس سے فرق کیا پڑتا تھا۔ تصویر کی دلہن وہی تھی اس کی سلمیٰ رواس الکلیل۔

وہ دیر تک مختلف زاویوں سے تصویر کو دیکھتا رہا۔ لیکن نتیجہ وہی تھا۔ وہ اس لڑکی سے واقف تھا۔ جس کی تصویر کائناتی کی بیوی کی حیثیت سے چھپی تھی۔ وہ کیسے دھوکا کھا سکتا تھا۔ وہ تو عرصے سے اس کی خلوتوں کی ساتھی تھی۔

اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس کے خوابیدہ اعصاب کو جھنجوڑ ڈالا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے۔ اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا''ہیلو؟''اس کے لہجے سے بھی ناگواری کا اظہار ہو رہا تھا۔

''ہیلو کامران۔ خیریت سے تو ہو؟''دوسری جانب سلمیٰ تھی۔

کامران سعید سناٹے میں آگیا''میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب تم کبھی فون نہیں کروگی؟''

''ارے اتنی بدگمانی۔''سلمیٰ کی کھنک دار آواز سنائی دی۔

''اسے بدگمانی تو نہیں کہیں گے۔''کامران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

’’تم اچھی طرح جانتی ہو۔‘‘

’’شاید تین دن تک ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہو۔‘‘ سلمٰی نے چہکارتے والے انداز میں کہا ’’میں نے تمہیں پہلے ہی بتادیا تھا۔سمسٹر کے امتحانوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں تھا۔اب میں پھر آزاد ہوں۔‘‘

’’حالانکہ اس سے زیادہ پابند تم نہیں ہوسکتیں۔‘‘ کامران نے جلے بھنے لہجے میں کہا ’’اور یہ تم اس امتحان کی بات کررہی ہو جو کائناتی کے ساتھ چل رہا تھا۔‘‘

’’کائناتی۔‘‘ سلمٰی کے لہجے میں حیرت تھی ’’کون کائناتی؟ میں کسی کائناتی کو نہیں جانتی۔‘‘

’’تو پھر اخبار میں اس کے ساتھ میری تصویر چھپی ہوگی عروسی لباس میں۔‘‘

’’تم کیسی باتیں کررہے ہو کامران۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے اور تمہارا لہجہ بھی بہت خراب ہے۔‘‘

’’میں تو تمہاری دیدہ دلیری پر عش عش کررہا ہوں۔‘‘

’’تم صاف بات کیوں نہیں کرتے۔‘‘ سلمٰی بھی جھنجھلا گئی۔

’’شادی تم نے کی ہے اور صاف بات میں کروں۔‘‘

’’کیا میں فون بند کردوں؟‘‘

’’ٹھیک ہے تم یوں نہیں مانو گی۔‘‘ کامران بولا ’’ابھی اسی وقت مجھ سے ملنے آسکتی ہو‘‘

’’کیوں نہیں۔تم نے جب بھی بلایا ہے آئی ہوں۔‘‘

’’تو آدھے گھنٹے بعد شیزان میں آجاؤ۔‘‘

’’میں آرہی ہوں۔‘‘

آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں شیزان میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے

دیکھو۔‘‘ کامران نے تصویر والا اخبار اس کے سامنے پھیلا دیا ’’اب تم ہی بتاؤ، یہ تمہاری تصویر نہیں ہے؟‘‘

سلمٰی نے تصویر دیکھی اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ’’کمال ہے۔اس

بے ساختہ کہا ’’میں خود بھی نہیں کہہ سکتی کہ یہ میری تصویر نہیں ہے لیکن یقین کرو یہ حقیقت ہے۔‘‘ اس کی آواز لرزنے لگی۔

کامران اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے ’’اگر میں یہ مان لوں کہ یہ تمہاری تصویر نہیں ہے تو پھر یہ کون ہے؟‘‘

’’میں کیا بتاسکتی ہوں۔ میں تو خود حیران ہوں۔‘‘ سلمٰی کے لہجے میں بے بسی تھی۔

’’عجیب بات ہے۔اتنی مکمل مشابہت بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔‘‘ کامران بڑبڑایا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔اس کا ذہن تیزی سے کام کررہا تھا۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ تصویر نے سلمٰی سے شادی کی ہو۔گویا سلمٰی اس کے لئے خزانے کی صورت اختیار کرگئی ہے۔اسے اس کو بہت اچھی طرح استعمال کرنا تھا۔کائناتی سے اس کی لگتی تھی۔ یہ موقع تھا اس سے بدلہ لینے کا۔اگر وہ سلمٰی کو فلموں میں چانس دے دے۔صرف معمولی سارول۔تو اس سے کائناتی اپنی ہتک محسوس کرے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ موقع اگر اس نے ہاتھ سے جانے دیا تو شاید وہ کائناتی کو کبھی نیچا نہیں دکھا سکے گا۔

’’تم فلموں میں کام کرنا چاہتی ہو؟‘‘ اس نے عجیب سے لہجے میں سلمٰی سے پوچھا۔

’’جانتے ہو پھر بھی پوچھ رہے ہو۔‘‘ سلمٰی کے لہجے میں شکایت تھی ’’اب تو میں اردو بھی سیکھ رہی ہوں۔اچھی خاصی بولنے بھی لگی ہوں۔‘‘

’’دیکھو اگر میں تمہیں فوری طور پر کوئی رول دوں گا تو وہ بہت چھوٹا ہوگا اسی لئے میں ٹال رہا ہوں تمہیں۔‘‘

’’مگر میں چھوٹے رول سے بھی انکار نہیں کروں گی۔‘‘

’’گڈ‘‘ کامران نے چٹکی بجائی ’’بس تو بات پکی سمجھو۔‘‘

تصویر کائناتی بہت خوش تھا۔لیلیٰ ہر لحاظ سے بہت اچھی بیوی ثابت ہوئی تھی۔ ہر لمحے وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوتا جارہا تھا۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ تھا لیکن وہ اپنا مقصد نہیں بھولا تھا، بھول بھی نہیں سکتا تھا۔

شادی کے ایک ماہ بعد اس نے لیلیٰ کو اپنا اسکرپٹ پڑھنے کے لئے دیا۔ اسے جلد ہی
اندازہ ہوگیا کہ لیلیٰ نے فلم آزادی میں اپنے کردار کو بہت اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔

تصویر کائناتی نے فیصلہ کیا تھا کہ ممکنہ حد تک اس فلم کی شوٹنگ وہ آؤٹ ڈور میں کرے
گا۔ ان دنوں وہ اس سلسلے میں بے حد مصروف تھا۔ دن کا بیشتر حصہ لوکیشنز کی تلاش میں گزر
جاتا تھا۔ اسکرپٹ ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی لیلیٰ بھی ساتھ ہوتی۔ وہ محسوس کر
کہ بعض اوقات لیلیٰ اسے بے حد سودمند مشورے دیتی ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ فلم شروع کرنے
سے قبل ہی کاغذی کارروائی مکمل کر ڈالے۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کی شاہکار فلم کا اسکرپٹ
ایک مکمل اسکرپٹ ہو۔ ایسا اسکرپٹ جس میں ہر سین کی لوکیشن مکمل صحت کے ساتھ درج
ہو۔ ہر شاٹ فلمانے کے لئے کیمروں کے مختلف اینگلز تک لکھے ہوں۔ لوکیشنز کی تلاش میں
اس نے ملک کے دور دراز علاقوں تک کا سفر کیا۔ آخر کار وہ اپنی خواہش کے مطابق اسکرپٹ
مکمل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

اس روز کافی عرصے کے بعد اس نے اسٹوڈیو کا رخ کیا تھا۔ اسے اپنی فلم کا ٹا
سانگ ریکارڈ کرانا تھا۔ تمام دن کی محنت کے بعد کہیں جا کر گانا ریکارڈ ہو سکا تھا۔ یہ بھی
تھا۔ اسے امید نہیں تھی کہ گانا صرف ایک ہی دن میں اس کے حسب منشا ریکارڈ ہو سکے گا۔

گانا ریکارڈ کرانے کے بعد وہ واپس جانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ اس کی نگاہ کامران
پر پڑ گئی۔ وہ کسی لڑکی کا ہاتھ تھامے اسی طرف چلا آ رہا تھا۔ وہ بھی اس کی طرف بڑھنے لگا۔

کامران سعید کو معلوم ہو چکا تھا کہ تصویر کائناتی کی نئی فلم کا گانا ریکارڈ ہو رہا ہے۔
تصویر کے لئے ترس کر رہ گیا تھا۔ شادی کے بعد اس نے اسٹوڈیو آنا ہی چھو
تھا۔ کامران کو اس کی مصروفیات کا علم ہو گیا تھا لیکن وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سوائے ا
کرنے کے۔ وہ جلد از جلد دھماکا کر دینا چاہتا تھا لیکن یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

مگر اب اسے موقع مل گیا تھا۔ وہ اسی لئے اس وقت سلمیٰ رواس الکلیل کو ساتھ لے کر نکلا
ذرا آگے جا کر تصویر کائناتی کی نظر کامران کی ساتھی لڑکی پر پڑی۔ وہ ٹھٹک

گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے زمین اس کے پیروں تلے سے نکل گئی ہو اور آسمان اس کے سر
پر آ پڑا ہو۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ لیلیٰ سے مشابہ تھی
بلکہ ہو بہو لیلیٰ تھی لیکن یہ وہ جانتا تھا کہ لیلیٰ نہیں ہے۔ اس نے دس برس جس چہرے کی تلاش
کی تھی وہ وہی چہرہ تھا لیکن اس میں کچھ کمی تھی یا شاید زیادتی تھی بہرحال مکمل تھی اور نہ نامکمل۔

وہ دونوں ہنستے ہوئے اس کے قریب آ گئے "ہیلو" کامران نے خوش دلی سے
کہا "بڑے عرصے کے بعد نظر آئے۔ خیریت تو ہے؟"

تصویر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تو بس منہ کھولے اس لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا۔

"ہائے" کامران کی ساتھی نے شوخ لہجے میں کہا۔

کائناتی چونکا۔ اس بار وہ لیلیٰ اور اس لڑکی کے درمیان فرق کو سمجھ گیا۔ اس لڑکی کے لہجے میں
بلاوا تھا اور آواز میں بلا کی سیکس اپیل تھی۔ انداز میں عامیانہ پن تھا۔ لیلیٰ کی آواز میں
مٹھاس، لہجے میں معصومیت اور انداز میں وقار تھا۔ وہ اس فلم کی مجاہدہ تھی۔ جبکہ اس لڑکی کو
محض سیکس بم کہا جا سکتا تھا۔ بہرحال مشابہت حیرت انگیز تھی۔

"کیا بات ہے کائناتی۔" کامران معنی خیز لہجے میں بولا "اتنے گم صم کیوں ہو؟"

"وجہ شاید تمہیں معلوم ہے۔" تصویر نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوہ" کامران نے قہقہہ لگایا جس سے فتح مندی کا اظہار ہو رہا تھا "تم شاید اپنی بیوی
سے سلمیٰ کی مشابہت پر حیران ہو۔"

"بات ہی ایسی ہے۔"

"ارے میں نے تعارف بھی نہیں کرایا۔ سلمیٰ ان سے ملو یہ ہیں تصویر کائناتی۔ فلم
ڈائریکٹر۔" کامران نے کہا "اور کائناتی یہ ہے سلمیٰ۔ میری تازہ ترین دریافت۔ اسے
اداکاری کا شوق بھی ہے اور باصلاحیت بھی ہے۔"

"گلیڈ ٹو میٹ یو۔" سلمیٰ نے تصویر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔ وہ انگریزی بول رہی تھی اور لہجے سے مشرق وسطیٰ کے کسی
ملک کی معلوم ہوتی تھی۔ تصویر نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا۔

''می ٹو''اس نے خود پر جبر کر کے کہا۔

''تمہارا دوست بہت بیک ورڈ معلوم ہوتا ہے۔''سلمیٰ نے منہ بنا کر کامران سے کہا۔

''نہیں۔یہ آئیڈیلسٹ ہے۔'' کامران نے مسکراتے ہوئے کہا''اس کے بارے میر
رائے قائم کرنے میں جلدی مت کرو۔''

''خیر مجھے کیا۔''سلمیٰ نے اپنے نازک کندھے اچکاتے ہوئے کہا''آؤ چلیں۔''اُر
نے کامران کا ہاتھ تھام کر کہا۔

''تم جاؤ۔'' کامران بولا''میں ذرا کائناتی سے کچھ بات کرلوں۔ بہت عرصے کے بع
ملاقات ہوئی ہے۔''

''اچھا بائی۔''سلمیٰ نے ہاتھ ہلایا اور لچکتی ہوئی چلی گئی۔تصویر کائناتی اسے د
رہا۔وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو وہ کامران کی طرف مڑا''یہ لڑکی تمہیں کہاں سے
گئی؟''اس نے پوچھا۔

''اتفاقاً ہی ملاقات ہوگئی تھی۔'' کامران نے بے پروائی ظاہر کی''یونیورسٹی میں پڑ
ہے لبنان سے آئی ہے۔''

''یہاں کس سلسلے میں آئی تھی؟''

کامران اسی سوال کا منتظر تھا۔یہ انکشاف کہ وہ فلموں میں کام کررہی ہے یقیناً کا
کے اعصاب کے لئے دھماکا ہوتا''فلموں میں کام کرنے کی شوقین ہے۔''اس نے
میں نے چانس تو دیا ہے دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔''

کامران نے تو کسی اور نظریے سے یہ الفاظ کہے تھے۔اس کا خیال تھا کہ اپنی بیو
ہم شکل کے فلموں میں کام کرنے کا سن کر کائناتی پریشان ہوجائے گا، جلے گا، کڑھے گا
اس کی اس تکلیف پر بہت خوش ہوگا۔لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ اندازہ اس کی تو
کہیں بڑھ کر ہے۔تصویر کائناتی تو یہ سن کر ششدر رہ گیا تھا۔

تصویر کائناتی کو ایسا لگا۔جیسے کامران نے اس سے اس کی زندگی چھین لی ہو۔

بنانے جارہا تھا اس کے مرکزی کردار کے لئے کسی مناسب چہرے کی تلاش میں اس نے دس
سال گزارے تھے۔اسے معلوم تھا کہ یہ فلم بنانے میں اسے خاصا طویل عرصہ لگ جائے
گا۔اس دوران کامران کئی فلمیں بناڈالے گا۔اگر وہ اپنے خاص انداز میں آزادی کی ریلیز
تک اس ہم شکل لڑکی کی دوتین فلمیں بھی ریلیز کر بیٹھا تو کائناتی کی دریافت تباہ ہو کر رہ
جائے گی۔نئے چہرے سے جو فائدہ وہ اٹھانا چاہتا تھا وہ حاصل نہیں ہوگا۔کامران تو اس
چہرے کا امیج پہلے ہی برباد کرچکا ہوگا۔وہ آئیڈیل چہرہ فلموں کے دیگر چہروں کی طرح عام
بن کر رہ جائے گا۔اس کا حسن پامال ہوجائے گا۔

تصویر کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔

''کیا سوچنے لگے؟'' کامران نے اسے ٹوکا۔وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

تصویر کائناتی نے چونک کر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا''کیا یہ ضروری ہے کہ تم
اسے فلم میں رول دو؟''

''اس میں حرج ہی کیا ہے۔میں صلاحیتوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتا ہوں۔''

''حرج ہے تبھی تو کہہ رہا ہوں۔''

''غالباً حرج یہ ہے کہ وہ تمہاری بیوی کی ہم شکل ہے۔''

''نہیں یقین کرو بات اتنی ہی نہیں ہے۔''تصویر نے تیزی سے کہا۔

''تو پھر کیا بات ہے؟'' کامران نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہیں معلوم ہے میں وہ فلم شروع کررہا ہوں جسے بنانے کے برسوں سے خواب دیکھ رہا تھا۔''

''ہاں معلوم ہوا ہے، تمہیں مبارکباد دینا یاد ہی نہیں رہا۔''

''جانتے ہو اس کے مرکزی کردار کے لئے میں نے کس کا انتخاب کیا ہے؟''

''معلوم تو نہیں ہے لیکن جاننے کے لئے بے تاب ہوں۔ظاہر ہے تم نے دس سال
تک انتظار کیا ہے اس کا۔وہ کیسا چہرہ ہوگا۔جسے تم نے منتخب کیا ہوگا۔''

''وہ میری بیوی ہے.....لیلیٰ۔''

کامران کے لئے تو وہ دھماکا تھا۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا اور کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ایک پل میں سیکڑوں خیالات اس کے ذہن سے گزر گئے۔ یہ بات سمجھنے میں اسے خاصی دیر لگی کہ وہ کائناتی کو کتنی بڑی چوٹ دینے میں کامیاب ہوا ہے۔ پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ کائناتی سلمیٰ کو دیکھ کر اتنا پریشان کیوں ہو گیا تھا۔ ایک ہی لمحے میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب اسے کیا کرنا ہے "کمال کر دیا تم نے۔" وہ بولا "یہ بات پہلے ہی بتا دی ہوتی تو میں خیال رکھتا۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ ایسا اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔" تصویر کائناتی نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ کامران اس سے تعاون کرے گا۔ اسے اصل صورت حال کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کامران اس موقع پر اس سے ہر بات کا بدلہ لے گا۔

کامران کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے "بہر حال اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔" اس نے منہ پکا کر کے کہا۔ اس نے لہجے میں تاسف لانے کی کوشش بھی کی تھی۔

"تم چاہو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔" تصویر نے پرامید لہجے میں کہا۔

"میرے چاہنے سے کیا ہو جائے گا۔"

"فی الحال اسے کام مت دو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔" کامران نے حیرت سے کہا "میں اسے بطور ہیروئن سائن کر چکا ہوں، اچھا خاصا کام فلم بند ہو چکا ہے اب تو میں اسے ڈراپ نہیں کر سکتا۔"

"فلم کو التوا میں ڈال دو۔ میری فلم ریلیز ہونے سے پہلے فلم مکمل نہ کرو۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔"

کامران نے سلمیٰ کو ہیروئن بنانے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ فیصلہ تو اس نے ابھی ابھی کیا تھا۔ صرف تصویر کو زک دینے کے لئے "کمال کر رہے ہو تم۔" اس نے کہا "اس کا مطلب سمجھتے ہو، کتنا نقصان ہو گا میرا۔"

"تمہارا نقصان جتنا بھی ہو۔ میں پورا کروں گا۔ خدا کے لئے میری بات لو۔ یہ بہت اہم ہے۔"

"تم مالی نقصان کی بات کر رہے ہو وہ میں افورڈ کر سکتا ہوں۔" کامران نے سرد

میں کہا "لیکن اس سے تمہارا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ سلمیٰ خوب صورت ہے، باصلاحیت ہے اسے اور لوگ بھی کاسٹ کر لیں گے۔ مجھ سے اسے متعارف کرانے کا کریڈٹ بھی چھن جائے گا۔ سوری کائناتی، یہ ممکن نہیں ہے۔"

"یہ میری زندگی کا سوال ہے۔" تصویر کے لہجے میں دل گرفتگی تھی "میں تم سے التجا کر رہا ہوں کامران پلیز۔ میری خاطر یہ بات مان لو۔ میں اس سلسلے میں تم سے ہر تعاون کے لئے تیار ہوں۔ میں تمہیں اسے پابند کرنے کے اور فلم کو تاخیر سے مکمل کرنے کے عوض پوری فلم کی لاگت دینے کو تیار ہوں۔"

کامران اس کی حالت زار پر خوش ہو رہا تھا۔ دل میں وہ کہہ رہا تھا۔ اب آیا ہے اونٹ پہاڑ کے نیچے۔ اب دیکھوں گا تمہیں "تم ہمیشہ کی طرح اب بھی جذباتی انداز میں سوچ رہے ہو کائناتی۔" اس نے کہا "عملی آدمی بنو عملی سوچ رکھو۔ میرا تم سے یہی اختلاف ہے، ہمیشہ کا۔"

"تم خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو کامران۔"

"میں تمہاری جگہ ہوتا تو بے جا خدشات کی پروا نہ کرتا۔ تم اپنا کام کرتے اور میں اپنا۔ دونوں کو اپنی اپنی محنت کا پھل ملتا۔" کامران نے کہا "ایک حل یہ بھی ہے کہ اب تم کوئی اور چہرہ تلاش کرو۔ جہاں دس سال انتظار کیا چند برس اور سہی۔ مجھے یقین ہے تمہیں کوئی اور چہرہ مل جائے گا۔ تم بھی اپنی دھن کے پکے ہو۔" اس کے لہجے میں سفاکی تھی۔

تصویر کے چہرے پر مایوسی اتر آئی "تم کبھی نہیں سمجھ سکو گے کامران کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔" اس نے شکستہ لہجے میں کہا "میں نے ہمیشہ تمہیں اچھا دوست سمجھا ہے۔ تمہارا جو مقام تھا وہ میں نے کبھی کسی کو نہیں دیا۔ اب ہمارے تعلقات اچھے نہیں رہے لیکن پرانے تعلق اور دوستی کے حوالے سے میں نے تم سے التجا کی تھی، کاش تم سمجھ سکتے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے میں تم سے دشمنی کر رہا ہوں۔" کامران نے تیز ہو کر کہا۔

"خدا حافظ کامران۔" تصویر نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں ..... "میری دعا ہے کہ تم صحیح پوزیشن سمجھ کر اب بھی مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو جاؤ۔"

''آپ کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔'' لیلیٰ نے پانچویں بار سوال کیا ''صبح جب آپ گھر سے گئے تو بہت خوش تھے۔ کیا ہوا کسی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟''

''کیا کرو گی پوچھ کر۔'' تصویر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں آپ کی شریک حیات ہوں۔ آپ کی خوشیوں ہی کی نہیں دکھ کی بھی ساتھی ہوں۔ آپ کو کوئی پریشانی ہے تو مجھے بھی اس میں شریک کریں۔''

''کیسے بتاؤں تمہیں......؟''

''بتانا تو پڑے گا۔ اور یقین کریں آپ ہلکے بھی ہو جائیں گے۔''

''آج اسٹوڈیو میں کامران سعید سے ملاقات ہوئی تھی۔''

''وہ چھچھورا ہدایت کار......''

''اس کے بارے میں اس طرح بات مت کرو۔'' تصویر نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا ''بنیادی طور پر وہ اچھا آدمی ہے، بہت زیادہ باصلاحیت بھی ہے بس کچھ کامپلیکس ہیں اس کے۔ میں اسے قصوروار نہیں سمجھتا۔ اس کا احترام کرتا ہوں اب بھی ...''

''سوری'' لیلیٰ کے لہجے میں شرمندگی تھی ''آپ یقیناً ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ اسے زیادہ جانتے ہیں۔''

''میں بتا رہا تھا کہ اسٹوڈیو میں کامران نظر آیا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی اور یقین کرو وہ ہو بہو تمہاری تصویر تھی۔''

''اور آپ سمجھے کہ میں ہوں۔'' لیلیٰ نے خفگی سے کہا۔

''نہیں، اتنی مکمل مشابہت کے باوجود میں پہلی نظر میں سمجھ گیا کہ وہ تمہاری ہم شکل ضرور ہے۔ مگر لیلیٰ نہیں ہے۔'' تصویر نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو وہ ہم شکل کیا ہوئی کہ آپ دھوکا نہیں کھا سکے۔''

''وہ ایک عام سی لڑکی ہے لیلیٰ۔ اس کا انداز بھڑکیلا اور گفتگو بے حد گھٹیا تھی۔ جس نے تمہیں قریب سے دیکھا ہو وہ اس مشابہت سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے۔'' لیلیٰ نے کہا۔

''بات یہ ہے کہ کامران اسے فلموں میں رول دے رہا ہے۔''

''اس میں بھی پریشانی کی کوئی بات تو نظر نہیں آتی۔''

''دیکھو کامران بہت کمرشل آدمی ہے۔ فارمولا فلمیں بناتا ہے اور فلم بہت تیزی سے مکمل کرتا ہے۔ اس کی فلموں کی ہیروئن عام سی لڑکی ہوتی ہے۔ وہ عریانیت کا مظاہرہ بھی کرتی ہے جبکہ میری فلم میں ہیروئن کا کردار بے حد مختلف ہے۔ وہ ایک خاص چہرے اور شخصیت کا متقاضی ہے۔ اس میں عامیانہ پن کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب سوچو جب تک میں آزادی مکمل کروں گا کامران کی کم از کم تین فلمیں ریلیز ہو چکی ہوں گی۔ وہ اس مخصوص چہرے کو عام کر چکا ہوگا۔ اس کا ایک گھٹیا اور عام سا تاثر فلم بینوں پر مرتب کر چکا ہوگا۔ یقین کرو اس لڑکی میں وقار نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ آزاد خیال اور چھچھوری لڑکی ہے۔ وہ میری فلم کی ہیروئن کے کردار کا امیج تباہ کر دے گی۔ میری فلم تو برباد ہو جائے گی۔''

''اوہ۔ یہ تو واقعی بے حد تشویش ناک بات ہے۔'' لیلیٰ بھی پریشان ہو گئی ''اس کا کوئی حل ہے آپ کے پاس؟''

''میں نے کامران سے بات کی تھی۔ اسے ہر طرح کی پیشکش بھی کی لیکن وہ اس پر مصر ہے کہ اسے فلموں میں ضرور کاسٹ کرے گا۔''

''آپ اس لڑکی سے بات کر کے دیکھیں۔ ممکن ہے وہ فلموں میں کام کرنے سے دستبردار ہو جائے۔''

''کامران نے جو میرا دوست ہے میری بات نہیں مانی تو میں اس سے کیا امید رکھوں۔ وہ تو فلموں میں کام کرنے کی شوقین ہے۔ جن لڑکیوں کو یہ شوق ہوتا ہے وہ اسے پورا کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرتی ہیں، اس کے لئے ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہوتی ہیں۔ چانس مل جائے تو کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہوتیں۔''

''آپ اسے کوئی بہت بڑی آفر کریں۔ اس کی توقع سے بہت بڑی، ممکن ہے بات

بن جائے۔"

"نہیں، بات نہیں بنے گی۔" تصویر نے سر ہلاتے ہوئے کہا "جانتی ہو، کامران نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ سلمٰی کو بطور ہیروئن سائن کر چکا ہے اور اس کا اچھا خاصا کام فلم بند بھی کر چکا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں ادھر ادھر پوچھا تو پتا چلا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کامران نے اسے اپنی ایک فلم میں بہت چھوٹا سا کردار دیا ہے اور بس۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"یہ کہ میرا ردِعمل دیکھتے ہی کامران نے فیصلہ کرلیا کہ اب اس سلمٰی کو ہیروئن لے گا۔ اس لڑکی کو اچانک اتنی بڑی آفر ملے گی تو وہ اسے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑے گی۔"

لیلیٰ خاموش ہوگئی۔ اس کے بعد ان کے درمیان اس موضوع پر گفتگو نہیں ہوئی لیکن لیلیٰ دیکھ رہی تھی کہ تصویر کی پریشانی بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ بے حد چڑچڑا ہو گیا تھا۔ وہ پورا دن اسٹوڈیو میں گزارتا اور رات گئے گھر واپس آتا۔ لیلیٰ نے اپنے طور پر اس کی دل جوئی کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ نتیجتاً وہ خود بھی پریشان رہنے لگی۔ وہ تصویر سے بے حد محبت کرتی تھی اور اسے پریشان نہیں دیکھ سکتی تھی۔

آخر کار اس نے فیصلہ کیا کہ اس مسئلے پر توقیر صاحب سے گفتگو کرنی پڑے گی۔ اس روز شام کو وہ دفتر سے واپس آئے تو اس نے انہیں پوری کہانی سنا ڈالی۔

"یہ تو بہت تشویش ناک بات ہے۔" وہ پریشان ہو کر بولے "اس کا کوئی حل تو ہوگا۔"

"میں نے تو کہا تھا کہ وہ سلمٰی کو بڑی رقم آفر کر کے اس بات پر رضا مند کرلیں کہ وہ فلموں میں کام کرنے سے انکار کردے لیکن ان کا خیال ہے کہ وہ نہیں مانے گی۔"

"ممکن ہے وہ ٹھیک کہہ رہا ہو پھر بھی کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

"میرا اندازہ ہے کہ وہ یہ کوشش کبھی نہیں کریں گے۔" لیلیٰ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تو پھر؟"

"آپ اجازت دیں تو میں ایک کوشش کر دیکھوں؟"

"بڑی اچھی بات ہے۔ یہ تمہارا فرض بھی ہے لیکن تم اس سے رابطہ کیسے کرو گی؟"

"انہوں نے بتایا تھا کہ وہ یونیورسٹی کے ہاسٹل میں رہتی ہے۔ میں اس سے بات کروں گی اگر وہ رضامند ہوگئی تو۔۔۔ آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں۔"

"اعتراض کیسا مجھے تو خوشی ہے کہ تصویر اتنا خوش نصیب ہے۔" توقیر صاحب نے کہا "تم ڈرائیور سے کہو۔ وہ تمہیں لے جائے گا۔"

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں۔ میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔"

توقیر صاحب چند لمحے اسے پرخیال نظروں سے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا "جیسا تم مناسب سمجھو۔"

لیلیٰ یونیورسٹی پہنچی تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ادھر ادھر کوئی اکا دکا طالب علم یا طالبہ دکھائی دے جاتی تھی۔ وہ پوچھتی پوچھتی ہاسٹل تک پہنچ گئی۔

ہاسٹل کے احاطے میں کافی رونق تھی۔ سلمٰی رواس الکلیل کے کمرے تک پہنچنے میں اسے ذرا دشواری نہیں ہوئی۔ اس نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

"کم ان۔" اندر سے کسی نسوانی آواز نے انگریزی میں کہا۔ لیلیٰ اندر داخل ہوگئی!

وہ ان دونوں ہی کے لئے ایک یادگار لمحہ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھیں۔ لگتا تھا وہ آئینے کے مقابل کھڑی ہیں۔ انہیں تعارف کرانے کی یا کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ لمحے بہت تیزی سے گزر گئے۔ پلک جھپکانا بھی ان کے بس میں نہیں تھا۔

پھر سلمٰی ہی پہلے اس کیفیت سے نکلی "زہے نصیب" اس نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا "تشریف رکھیے مسز کائناتی۔ ہماری تو قسمت ہی جاگ گئی۔ آپ جیسے بڑے لوگ خود چل کر آئیں گے یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔"

لیلیٰ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اسے بھی سلمٰی کا بات کرنے کا انداز بڑا عامیانہ سا لگا تھا لیکن یہ وہ تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکی کہ سلمٰی کی آواز میں غیر معمولی سی اپیل ہے۔

''فرمایئے کیسے آنا ہوا؟''سلمٰی کا لہجہ اب بھی طنزیہ تھا۔

''میں ایک کام سے تمہارے پاس آئی ہوں۔''

''ظاہر ہے۔ ورنہ کہاں آپ کہاں میں۔''

''کامران نے تم سے کتنی فلموں کا معاہدہ کیا ہے؟''

''میں سمجھ گئی تھی۔''سلمٰی نے معنی خیز لہجے میں کہا''میں جانتی ہوں۔ کائناتی صاحب کی کوشش ہے کہ فلموں میں کام نہ کرنے پاؤں۔''

''تمہیں اس کی وجہ بھی معلوم ہوگی۔''

''وجہ تو نہیں معلوم۔ مگر ظاہر ہے کہ کاروباری ہی ہوگی۔ مجھے وجہ سے کوئی غرض بھی نہیں ہے۔''سلمٰی نے بے پروائی سے کہا۔

''فلموں میں کام کرنے کا سبب مالی منفعت ہے تو اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔''

''یہ سبب بھی ہے لیکن زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس وقت مجھے فلموں میں کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔''

''یہ موقع کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ موقع بھی مجھے محض پیشہ ورانہ رقابت کی وجہ سے ملا ہے۔ میں نے اسے ضائع کر دیا تو مجھ سے بڑا بے وقوف کون ہوگا۔''

''میں تمہیں بلینک چیک آفر کر رہی ہوں۔ اس پر اپنی مرضی کی رقم لکھ لو۔''لیلیٰ نے کہا''لیکن فی الوقت فلموں میں کام مت کرو۔''

''میں وجہ جاننا چاہتی ہوں۔ مجھے اس چیک سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن اب تجسس پیدا ہو گیا ہے۔''

لیلیٰ نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ اس دوران وہ اسے تضحیک آمیز نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔

''اور فلسطینی مجاہدہ کا وہ کردار تمہیں کرنا ہے؟''سب کچھ سننے کے بعد سلمٰی نے پوچھا۔

''ہاں میرے شوہر کا یہی فیصلہ ہے۔''

''تمہیں اداکاری کا بہت شوق ہے؟''

''مجھے؟''لیلیٰ نے حیرت سے کہا''ہرگز نہیں۔ ذرا بھی نہیں۔ میں تو بس اپنے شوہر کے برسوں پرانے خواب کو تعبیر دینا چاہتی ہوں۔''

''میں نہیں مانتی۔ تمہیں یقیناً ہیروئن بننے کا شوق ہوگا۔ لاشعوری طور پر سہی۔''

لیلیٰ کو اس کا یہ تبصرہ بہت برا لگا''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟''

''اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تمہیں سامنے کی بات، اپنے شوہر کے مسئلے کا آسان ترین حل نظر نہیں آیا اور میرے پاس بلینک چیک لے کر دوڑی چلی آئیں۔''

''تو......تم ہی بتا دو۔''لیلیٰ نے اسے چیلنج کیا۔

''اس مسئلے کا حل میں ہوں۔''سلمٰی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا''میں جو تمہاری ہم شکل ہوں۔ میں وہ کردار کیوں نہیں کر سکتی؟''

''تم نے شاید کبھی آئینے میں خود کو غور سے نہیں دیکھا۔''لیلیٰ نے سنجیدگی سے کہا''تم بلاشبہ بہت حسین ہو۔ لیکن تم میں اس کے باوجود کئی چیزوں کی کمی ہے۔ میں صاف گوئی سے بیان کروں گی تو تمہیں برا لگے گا۔ تم خفا ہو جاؤ گی۔ حالانکہ میرا مقصد تمہاری تذلیل نہیں......''

''تم جس طرح چاہو، مجھ پر تنقید کر سکتی ہو۔''سلمٰی کا لہجہ اچانک ہی نرم ہو گیا''اس لمحے تم مجھے بہت اچھی لگی ہو۔ مجھ پر کبھی کسی نے تنقید کی ہی نہیں۔ خامیوں کا احساس ہی نہیں دلایا گیا کہ میں انہیں دور کرنے کی کوشش کرتی۔ سبھی اپنے کسی نہ کسی مفاد کی خاطر میرے حسن کی تعریفیں کر کے مجھے بگاڑتے رہے۔ پلیز تم بتاؤ کہ مجھ میں کیا کمی ہے۔''

لیلیٰ حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔ چند لمحوں میں وہ لڑکی بالکل بدل کر رہ گئی تھی۔ اس عالم میں وہ اسے بہت سادہ بہت اچھی لگی''میں اپنی صاف گوئی پر پیشگی معذرت کر رہی ہوں۔''اس نے کہا''لیکن جو محسوس کر رہی ہوں، وہ بتاؤں گی ضرور۔ تم بے حد حسین ہو لیکن تمہارے اندر بھڑکیلا پن، چھچھورپن ہے۔ تمہیں یقین ہے کہ تمہارا سب سے اہم اثاثہ تمہارا حسن اور شاداب جسم ہے۔ تم اسے گھٹیا انداز میں نمایاں کر کے استعمال کرتی ہو۔ تم میں وقار

کی کمی ہے۔خوداعتمادی کی کمی ہے تم میں۔ بات کرنے کا انداز اور لہجہ اچھا نہیں ہے۔ آواز تمہاری بہت خوبصورت ہے لیکن تم اسے گھٹیا انداز میں استعمال کرتی ہو۔"

"تم میری دوست نہیں لیکن دوست سے بڑھ کر ثابت ہوئی ہو۔" سلمیٰ نے گہری سانس لے کر کہا "یعنی ہم دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ تم مثبت ہو اور میں منفی ہوں۔ میں مانتی ہوں کہ میرے اندر جو بھی کمی ہے، وہ تمہارے اندر نہیں۔ مگر یہ بتاؤ کہ میں وہ کردار کیوں نہیں کر سکتی۔"

"وجہ میں بتا چکی ہوں۔ اسی وجہ سے میرے شوہر کو یہ خیال نہیں آیا۔ حالانکہ آنا چاہئے تھا۔ بلکہ انہوں نے دیکھتے ہی اس حوالے سے تمہیں مسترد کر دیا۔"

"اور تم سچ کہہ رہی ہو کہ تمہیں اداکارہ بننے کا شوق نہیں؟"

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔"

"تو پھر فلسطینی مجاہدہ کا وہ کردار میں کر سکتی ہوں۔"

"تم سمجھ ہی نہیں رہی ہو......"

"میں تو سمجھ رہی ہوں، تم نہیں سمجھ رہی ہو۔" سلمیٰ نے اس کی بات کاٹ دی "میری بھی تو سنو۔ میرے پاس بھی ایسا بہت کچھ ہے جو اس کردار کی ڈیمانڈ ہے اور وہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ میرا تعلق مشرق وسطیٰ سے ہے۔ میں نے یہودیوں کے مظالم بھی دیکھے ہیں اور فلسطینیوں کی مظلومیت بھی۔ میں فلسطین کے مسئلے کی روح تک سے واقف ہوں۔ میں نے بے گھری کا عذاب جھیلا ہے۔ میں نے عربوں کی عیاشیاں اور ان کی بے حسی دیکھی ہے۔ سب سے بڑھ کر میں نے اس مجاہدہ کو دیکھا ہے جس پر کائناتی صاحب فلم بنا رہے ہیں۔ میں نے اسے ہی نہیں اور بھی لڑکیوں کو بہت قریب سے دیکھا، جو جذبۂ جہاد سے معمور تھیں۔ میں نے اس فلم کی ہیروئن کو عام زندگی میں چلتے پھرتے، بولتے دیکھا ہے اور میں بہت اچھی نقال ہوں۔ میں اس کے روپ میں ڈھل سکتی ہوں۔" وہ کہتے کہتے رکی۔ جذبات کی شدت نے اسے ہانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا "میں

تو اس رول کے لئے نیچرل ہوں۔ جو کمی ہے میرے اندر، وہ میں دور کر لوں گی۔ مجھے دو ماہ کی..... نہیں ایک ماہ کی ہی مہلت دے کر دیکھو۔ میں خود کو بدل ڈالوں گی۔ تمہاری طرح بن جاؤں گی۔"

لیلیٰ اس کی تبدیلی سے بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔ لیکن وہ تصویر کو جانتی تھی۔ وہ ایسی آسانی سے قائل ہونے والا نہیں تھا "بہت مشکل ہے سلمیٰ......"

سلمیٰ نے اس مشکل کا اور مفہوم لیا "میں خود کو جانتی ہوں۔ دیکھ لینا، میں کتنی آسانی سے خود کو بدلوں گی۔ اور میں کامران کی فلم میں کام کرنے سے انکار کر دوں گی۔ کوئی اور آفر ہوئی تو وہ بھی قبول نہیں کروں گی۔ بڑی سے بڑی آفر ٹھکرا دوں گی میں۔ میں اس رول کی اہمیت سمجھ گئی ہوں اور خود سوچو مجھ سے زیادہ کون مستحق ہے اس کردار کا۔"

"میں تو سمجھ رہی ہوں لیکن تصویر اتنی آسانی سے ماننے والے نہیں۔" لیلیٰ نے کہا۔

"تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ وہ کتنی آسانی سے مان جائیں گے۔" سلمیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا "آدمی اپنے برسوں کے خواب کے لئے ہر سمجھوتا کر لیتا ہے۔ بس تم ان سے کہہ دینا کہ یہ رول مجھے ملنا چاہئے۔ ورنہ میں بہت ضدی ہوں۔ فلموں میں کام ضرور کروں گی اور بے حد گھٹیا اور عریاں رول بڑی خوشی سے قبول کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" لیلیٰ کے چہرے پر مضبوطی نظر آئی "تم خود کو تبدیلی کر لو۔ اگر تم کامیاب ہو گئیں تو یہ رول تم ہی کرو گی۔ یہ میرا وعدہ ہے مگر تمہیں صرف ایک ماہ کی مہلت دے رہی ہوں میں۔ شرط یہ ہے کہ تم خود کو تبدیل نہ کر سکیں تو پھر ہماری فلم مکمل ہونے تک کسی فلم میں کام نہیں کرو گی۔"

"مجھے یہ شرط منظور ہے۔"

"اب یہ بتاؤ کہ تمہاری اب تک شوٹنگ تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں ابھی تک ایک شاٹ بھی نہیں لیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی ایگریمنٹ ہوا ہے۔"

"بس تو اس طرف سے محتاط رہنا۔ اب تم فلسطین کی امانت ہو۔"

"تم بے فکر رہو۔"

"اب میں جاتی ہوں۔ ملتی رہوں گی تم سے۔ یہ میرا فون نمبر اور پتا ہے۔" لیلیٰ نے کارڈ سلمیٰ کی طرف بڑھایا۔

"میں نے تمہیں چائے یا کافی کا تو پوچھا ہی نہیں۔" سلمیٰ نے کارڈ لیتے ہوئے کہا۔

"اس وقت تو ضرورت بھی نہیں۔ گھر پہنچنا ہے۔" لیلیٰ نے معذرت کی "پھر کبھی سہی۔ ویسے بھی اب ہم دوست ہیں نا؟"

"بے شک"

سلمیٰ اسے ہاسٹل کے گیٹ تک رخصت کرنے آئی "اللہ حافظ لیلیٰ۔"

"اللہ حافظ"

لیلیٰ باہر نکل آئی۔ ہر طرف گہرا اندھیرا چھا چکا تھا۔ اب اسے پچھتاوا ہونے لگا کہ وہ گاڑی میں کیوں نہیں آئی۔

تصویر کائناتی وحشیانہ انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے دانت بڑی سختی سے ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے جس کی وجہ سے جبڑوں کی رگیں ابھر آئی تھیں۔ ماتھے پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔

اس کے خوابوں کا شیش محل جس طرح چکنا چور ہوا تھا، اس نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ ابھی اس نے فلم کا آغاز بھی نہیں کیا تھا کہ یہ مصیبت کھڑی ہوگئی۔ اس نے اس مسئلے کے سلسلے میں ہر امکان کا جائزہ لیا۔ لیکن اسے کوئی حل نظر نہیں آیا۔ یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ کامران نے سلمیٰ کو بعد میں ہیروئن کے طور پر سائن کیا ہے۔ اس نے اس کا فلمی نام ستارہ رکھا تھا۔ اب سلمیٰ رواس الکلیل ستارہ بن چکی تھی۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ کامران نے ابھی تک ستارہ کو پبلسٹی نہیں دی تھی لیکن اب کسی بھی وقت وہ ستارہ کی پبلسٹی پر توجہ دے سکتا تھا۔ اور یہ وہ مقام ہوتا جہاں تک تصویر کائناتی کی تباہی کا آغاز ہوتا۔ اس سے قبل ہی اسے کچھ کرنا تھا۔ ورنہ معاملات پوری طرح اس کے ہاتھ سے نکل جاتے۔

اس شام وہ بہت افسردہ تھا۔ سوچ سوچ کر اس کا ذہن جواب دے چکا تھا۔ جب اسے کچھ سجھائی نہ دیا تو اس نے انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت وہ سڑکوں پر بلا مقصد ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ حتمی فیصلے پر پہنچتے ہی اس کا رخ اسٹوڈیو کی طرف ہو گیا۔

اسٹوڈیو پہنچا تو پتا چلا کہ ستارہ آج اسٹوڈیو نہیں آئے گی اس کی طبیعت خراب ہے۔ اس نے کل انتظار کرنا غیر مناسب سمجھا اور فوراً ہی اسٹوڈیو سے نکل آیا۔ اب وہ یونیورسٹی کی طرف جا رہا تھا۔

لیلیٰ کو رخصت کرنے کے ایک منٹ بعد ہی سلمیٰ کو خیال آیا کہ ایک اہم کام آج ہی نمٹا دیا جائے اسے کل پر رکھنا ٹھیک نہیں۔ لیلیٰ کی آمد نے اس کی سوچوں اور اس کی زندگی کا رخ یکسر تبدیل کر دیا تھا۔ اس کے وجود میں ایک شعلہ سا روشن کر دیا تھا۔ وہ سب کچھ اسے یاد آ گیا تھا جو وہ یہاں آنے کے بعد بھلا بیٹھی تھی۔ اسے اپنی مظلومیت یاد آ گئی تھی۔

وہ فون کرنے کے ارادے سے ہاسٹل سے نکلی تو اپنے ماضی کے ہی بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شخصی انقلاب کیسے اتنی آسانی سے رونما ہوتے ہیں۔ پانچ سال پہلے ایک سانحے نے اس کی شخصیت میں ایک انقلاب برپا کیا تھا۔ ایک اسرائیلی فوجی نے اس رات اسے لوٹ لیا تھا اور وہ بدل کر رہ گئی تھی۔ اسے اپنا آپ بہت برا، بہت غلیظ لگا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اسے زبردستی لوٹا گیا ہے لیکن وہ اس نفرت کا کیا کرتی جو اسے خود سے ہو گئی تھی۔ وہ خود کو کمتر اور کوئی بکاؤ بازاری چیز سمجھنے لگی تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ عورت ایک بار لٹ جائے تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا۔ اس احساس کے تحت اس نے خود کو بے دریغ لٹانا شروع کر دیا۔ وہ، وہ نہیں رہی، جو وہ تھی۔ اس نے دانستہ خود کو گرا لیا، گھٹیا کر لیا۔ جو شخص خود کو اچھا نہیں سمجھتا ہو وہ بہت آسانی سے برائیاں اپنا لیتا ہے۔ اس کا ذہن اپنے لئے ہر وقت ایک ہی لفظ کی تکرار کرتا رہا تھا۔ طوائف...... طوائف...... اور غیر شعوری طور پر اس نے کال گرلز کے سے طور طریقے اپنا لئے۔

آج پانچ سال بعد لیلیٰ نے ..... نہیں، فلسطینی مجاہدہ کے کردار نے اس کے اندر ایک اور انقلاب برپا کر دیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایک پاکستانی اتنی دور بیٹھ کر ان کا کرب اس طرح محسوس کر سکتا ہے، ان کے کاز کے لئے فلم بنا سکتا ہے اور وہ خود فریق ہو کر بھی ایسی ہے۔ یہ احساس منفی تھا لیکن مثبت یہ تھا کہ وہ خود کو تبدیل کر کے اور وہ کردار ادا کر کے اپنے ماضی کی تلافی کر سکتی ہے۔

اس نے کامران کے اسٹوڈیو والے دفتر کا نمبر ملایا۔ کامران وہاں موجود تھا ''کیا بات ہے جان؟ تمہاری تو طبیعت ٹھیک نہیں تھی، کیا میرے بغیر دل نہیں لگ رہا ہے؟'' کامران نے پوچھا۔

''ایسی گھٹیا باتیں مت کرو۔ اور مجھے ایسے گھٹیا انداز میں آئندہ کبھی مخاطب بھی نہ کرنا''، سلمیٰ نے تلخ لہجے میں کہا ''میں نے تمہیں ایک اہم اور ضروری بات بتانے کے لئے فون کیا ہے۔ میں فلموں میں کام نہیں کرنا چاہتی۔ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔''

کامران کے لئے تو وہ دھماکا تھا۔ پہلے سلمیٰ کا اس کے تخاطب پر اعتراض، پھر فلموں میں کام کرنے سے انکار۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا ''یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟''

''اس فیصلے پر نظر ثانی کی گنجائش نہیں''، سلمیٰ نے حتمی لہجے میں کہا۔

''تم یوں پیچھے نہیں ہٹ سکتیں۔ مجھے اس سے جو مالی نقصان ہوگا اس کی تلافی کون کرے گا؟''

''تمہیں کوئی مالی نقصان نہیں ہوگا''، سلمیٰ نے سخت لہجے میں کہا ''تم مجھے سچ مچ بہت اچھے لگے تھے لیکن تم نے فلموں میں رول دینے کے نام پر جس طرح مجھے لوٹا ہے اس سے بہت برے آدمی ثابت ہوئے ہو۔ تم نے مجھے کھلونے کی طرح استعمال کیا۔ فلم میں رول دو تو وہ اپنی کسی مکروہ غرض سے۔ تم بہت مفاد پرست آدمی ثابت ہوئے ہو۔ اب میں تمہارے ہاتھوں مزید نہیں لٹوں گی۔ مجھے فلموں میں کام نہیں کرنا۔''

کامران کا تو دماغ ہی اڑ گیا تھا۔ یہ اتنا بڑا انقلاب اور ایک دم ''مجھے نہیں معلوم، ا

کیا بات ہوئی ہے کہ تم جذباتی ہو رہی ہو۔'' اس نے کہا ''لیکن جذباتی فیصلے ہمیشہ کمزور ثابت ہوتے ہیں۔ میں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ بیٹھ کر بات کریں گے اور مسئلہ حل ہو جائے گا۔''

''مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔ نہ اس مسئلے پر نہ ہی کسی اور مسئلے پر۔ میں تم سے ملنا بھی نہیں چاہتی۔''

''تم کچھ بھی کہو۔ میں آ رہا ہوں۔'' کامران نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

سلمیٰ جانتی تھی کہ کامران اسی وقت دوڑا آئے گا اور وہ اس سے ملنا نہیں چاہتی تھی۔ اس سے بچنے کی یہی صورت تھی کہ وہ ہاسٹل جائے ہی نہیں۔ چنانچہ وہ اسٹاف کالونی کی طرف چل دی۔ پروفیسر انصاری کے گھر یوں بھی ہمیشہ اس کی آؤ بھگت ہوتی تھی اس نے فیصلہ کیا کہ رات پروفیسر انصاری کے گھر ہی گزارے گی۔

یونیورسٹی کے قریب میں پہنچ کر تصویر کائناتی نے کار کی رفتار کم کر دی۔ وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پرسکون ہو کر ہی ڈھنگ کی کوئی بات سوچی جا سکتی تھی۔

ویسے تو وہ کئی دن سے سوچے جا رہا تھا۔ ان سوچوں نے آج اسے ایک خوف ناک مقام تک پہنچایا تھا۔ اس نے سلمیٰ کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے اس فیصلے پر بہت غور بھی کیا تھا لیکن اس کے سوا مسئلے کا کوئی حل اسے تو نظر نہیں آیا۔ اب وہ ایک ہیجانی کیفیت کے زیر اثر یہاں تک آ گیا تھا۔ اس نے سلمیٰ کے قتل کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی نہیں کی تھی۔ اب وہ اس ہیجانی کیفیت سے نکلا تو اس نے سوچا کہ اس اقدام کے لئے یہ وقت قطعی نامناسب ہے۔ اسے کوئی مربوط اور قابل عمل منصوبہ بنانا پڑے گا۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ سلمیٰ کے قتل کے سلسلے میں اس پر شک نہ کیا جا سکے۔ اگر وہ اس قتل کے الزام میں گرفتار ہو گیا تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ وہ فلم نہیں بن سکے گی جس کے لئے اس جیسا آدمی قتل تک پر آمادہ ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی کسی کو قتل کرنے کا خیال بھی اس کے دل میں آ سکتا ہے۔

اس وقت وہ یونیورسٹی روڈ پر تھا۔ کچھ آگے یونیورسٹی کا بس اسٹاپ تھا۔ اس روٹ پر

ویگنیں چلتی تھیں۔اس وقت سڑک بالکل سنسان تھی۔اسٹریٹ لائٹس بھی روشن نہیں تھیں، یونیورسٹی کے داخلی گیٹ کی طرف سے آنے والی روشنی البتہ سڑک پر پڑ رہی تھی۔اس کے سوا ہرطرف اندھیرا تھا۔

اس نے فیصلہ کیا کہ گاڑی کو یوٹرن دے کر واپس جائے گا اور سلمیٰ کے قتل کی باقاعدہ منصوبہ بندی کرے گا۔اس نے گاڑی کی رفتار رینگنے کی حد تک کم کر دی۔

اسی لمحے یونیورسٹی کے داخلی گیٹ سے کوئی نکلا اور سڑک پار کرنے کی غرض سے بڑھا۔اس کے سڑک بیچ میں آتے آتے یہ واضح ہو گیا کہ وہ کوئی عورت ہے۔پھر ہیڈ لائٹس کی روشنی نے عورت کے خدوخال کچھ اجاگر کئے۔تصویر کو کچھ شبہ سا ہوا کہ وہ سلمیٰ ہے۔اس کا دوران خون یک لخت تیز ہو گیا۔اسی وقت سلمیٰ نے نظریں اٹھا کر گاڑی کو دیکھا۔اسی لمحے تصویر کو ایسا لگا کہ وہ لیلیٰ ہے لیکن اس کے ذہن نے فوراً ہی اس خیال کو مسترد کر دیا۔لیلیٰ کا اس وقت یہاں کیا کام؟ اور پھر وہ ویگن میں سفر کیوں کرے گی؟ لڑکی یقینی طور پر کہیں جانے کے لئے نکلی تھی اور سڑک پار کر کے ویگن کے اسٹاپ پر جا رہی تھی اور وہ یقینی طور پر سلمیٰ تھی۔

تصویر اس عجیب اتفاق پر حیران رہ گیا۔شکار خود چل کر شکاری کے سامنے آ گیا تھا۔اب تو منصوبہ بندی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کا خانہ کھولا اور ریوالور نکال لیا۔جس پر سائیلنسر وہ پہلے ہی چڑھا چکا تھا۔

سلمیٰ بیچ سڑک پر رک گئی تھی اور اپنی طرف آتی ہوئی کار کو دیکھ رہی تھی۔

فاصلہ دس فٹ رہ گیا تو تصویر نے کار روک دی۔سلمیٰ شاید لفٹ کی توقع پر سڑک کے درمیان رکی کھڑی تھی پھر اس نے ہاتھ بھی ہلایا تھا جیسے کار روکنے کا اشارہ کر رہی ہو۔تصویر نے ریوالور والا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا اور لڑکی کے سر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔لڑکی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند سڑک پر گرتی چلی گئی۔تصویر نے گاڑی آگے بڑھائی اور احتیاطاً ایک فائر بہت قریب سے کیا۔پھر اس نے گاڑی کو یوٹرن دیا اور واپس چل دیا۔

وہ مطمئن تھا کہ نہ اسے یہاں آتے ہوئے کسی نے دیکھا ہے نہ جاتے ہوئے۔وہ پوری طرح محفوظ تھا۔کوئی اس پر شک نہیں کر سکتا تھا لیکن پھر بھی اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ڈرائیونگ اسے محال معلوم ہو رہی تھی۔جیسے تیسے وہ گاڑی چلاتا گھر پہنچ گیا۔

کامران کو ہیڈ لائٹس کی روشنی پڑنے کے بعد وہ لاش نظر آئی۔وہ اس وقت بہت تیز ڈرائیو کر رہا تھا۔بریک لگاتے لگاتے بھی کار لاش تک پہنچ کر رکی۔وہ بوکھلا کر کار سے اترا۔لاش کو پہچاننے میں اسے دیر نہیں لگی۔وہ سناٹے میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔سلمیٰ اور اس طرح قتل کر دی جائے!

اوجھا سینی ٹوریم کی طرف سے آنے والی ویگن آ کر رکی تو وہ اسی طرح کھڑا ہوا ملا۔مسافروں میں سے کسی نے پولیس کو فون کر دیا۔پولیس فوراً ہی موقع پر پہنچی۔

''لاش آپ نے دریافت کی ہے؟'' انسپکٹر رؤف نے کامران کو شک آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں، لاش دیکھ کر ہی میں نے بریک لگائے تھے۔'' کامران کی آواز لرز رہی تھی۔

''آپ اس وقت کہاں جا رہے تھے؟''

''یونیورسٹی کے گرلز ہاسٹل۔'' کامران نے جواب دیا ''اور اسی سے ملنے جا رہا تھا؟''

''گویا آپ مقتولہ کو جانتے ہیں؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''جی ہاں'' اب کامران کو احساس ہوا کہ وہ کسی مصیبت میں پھنسنے والا ہے۔اسے یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ انسپکٹر اس پر شک کر رہا ہے۔

''تو بتایئے، یہ کون ہے؟''

''اس کا نام سلمیٰ رواس الکلیل ہے۔یہ لبنانی ہے اور یونیورسٹی کی طالبہ ہے۔ہاسٹل میں رہتی ہے۔''

''آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟''

''اسے فلموں میں کام کرنے کا شوق تھا۔میں فلم ڈائریکٹر ہوں اور میں نے اسے اپنی آئندہ فلم میں ہیروئن لیا تھا۔''

انسپکٹر کے انداز سے دلچسپی ظاہر ہونے لگی ''بہت خوب، اب اپنا نام بھی بتادیں۔''

''میرا نام کامران سعید ہے۔''

''اوہ......آپ کی تو میں نے بہت فلمیں دیکھی ہیں۔'' انسپکٹر کا رویہ یکسر تبدیل ہوگیا ''کامران صاحب، آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن ہمیں اس کی شناخت کے لئے ہاسٹل تک جانا ہوگا۔ آپ ہمارے ساتھ چل سکیں گے؟''

''کیوں نہیں قانون سے تعاون کرنا میرا فرض ہے۔''

ایمبولینس آگئی تھی۔ لاش کو اس میں رکھ دیا گیا۔ اس دوران انسپکٹر جائے واردات کا معائنہ کرتا رہا تھا۔ آخر کار یہ قافلہ گرلز ہاسٹل پہنچا۔ کامران اپنی کار میں تھا۔ ہاسٹل میں تو کھلبلی مچ گئی ہاسٹل کی میٹرن نے ایک نظر ڈالتے ہی کہہ دیا کہ یہ لاش سلمٰی رواس الکلیل کی ہے۔

کچھ لڑکیاں بھی کمروں سے نکل آئی تھیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے لاش کو دیکھے جا رہی تھیں پھر ایک لڑکی نے کہا ''یہ سلمٰی نہیں ہے۔ ہو ہی نہیں سکتی۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟'' میٹرن نے حیرت سے کہا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں میڈم۔ یہ لڑکی اس کی ہم شکل ہے اور شام کو اس سے ملنے آئی تھی۔ اس نے مجھ سے سلمٰی کے کمرے کے متعلق پوچھا تھا۔ پہلے تو میں سمجھی کہ یہ سلمٰی ہے اور شرارت کر رہی ہے لیکن اس کا اسٹائل سلمٰی سے بالکل مختلف تھا اور آواز اور لہجہ بھی۔''

اوپر سے اور لڑکیاں بھی آ گئی تھیں۔ ان میں بھی دو ایسی تھیں جنہوں نے اس لڑکی کے بیان کی تائید کی۔

''ایسی مشابہت تو فلموں میں ہی ہو سکتی ہے۔'' انسپکٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں انسپکٹر۔'' کامران نے مداخلت کی ''میں سلمٰی کی ہم شکل سے واقف ہوں۔'' اس نے انسپکٹر کو لیلٰی کے متعلق بتایا۔

''تو پھر سلمٰی کہاں ہے؟''

''اپنے کمرے میں ہوگی۔'' میٹرن نے کہا۔

''سلمٰی کمرے میں نہیں ہے۔'' سلمٰی کی روم میٹ نے کہا۔ وہ بھی وہیں موجود تھی۔

''کیا لڑکیاں آپ کے علم میں لائے بغیر راتیں ہوسٹل سے باہر گزارتی ہیں؟'' انسپکٹر نے تیز لہجے میں میٹرن سے پوچھا۔

میٹرن کا چہرہ فق ہوگیا ''ایسی کوئی بات نہیں جناب۔ لیکن سلمٰی کو غیر ملکی ہونے کی وجہ سے کچھ مراعات دی جاتی ہیں۔ پروفیسر انصاری کی بیٹیوں سے اس کی بہت دوستی ہے۔ دل گھبرائے تو اکثر وہ ان کے گھر چلی جاتی ہے لیکن پہلے کبھی بتائے بغیر وہ وہاں نہیں گئی۔''

ایک کانسٹیبل کو پروفیسر انصاری کی طرف دوڑایا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سلمٰی رواس الکلیل کو ساتھ لے کر واپس آ گیا۔

''آپ مقتولہ کے شوہر کو یہاں طلب کر سکتے ہیں؟'' انسپکٹر نے کامران سے پوچھا۔

''تم کہاں سے آ رہے ہو؟'' توقیر صاحب نے تصویر کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اسٹوڈیو گیا تھا۔ پھر یونہی بے مقصد ڈرائیو کرتا پھرا۔'' تصویر نے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ تاہم اس کی ظاہری حالت دگرگوں تھی۔ اس کا جسم ابھی تک لرز رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں جانا چاہتا تھا لیکن محسوس کر رہا تھا کہ نہیں جا سکے گا۔ وہ بے جان سے انداز میں ایک صوفے پر ڈھیر ہوگیا۔

''ہر مسئلے کا کوئی حل ہوتا ہے بیٹے۔'' توقیر صاحب نے سمجھانے والے انداز میں کہا ''کسی مسئلے کو اپنے اوپر سوار کر لینے سے بات نہیں بنتی۔''

''آپ کا اشارہ کس طرف ہے ڈیڈی؟'' تصویر نے چونک کر پوچھا۔

''مجھے لیلٰی نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم اس کی ہم شکل کی وجہ سے پریشان ہو نا جسے کامران نے اپنی فلموں کے لئے سائن کر لیا ہے۔''

''جی......جی ہاں۔'' تصویر نے گڑبڑا کر جواب دیا پھر ذرا سنبھل کر بولا ''لیلٰی کہاں ہے نظر نہیں آ رہی ہے۔''

''آتی ہوگی۔ وہ تمہارا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔''

''وہ گئی کہاں ہے؟''

''میں نے اسے سلمیٰ کے پاس بھیجا ہے۔ یہ مسئلہ صرف تمہارا نہیں بیٹے۔ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ لیلیٰ کامیاب لوٹے گی۔''

''سلمیٰ کے پاس۔'' تصویر بڑبڑایا۔ اس کے چہرے پر الجھن تھی، جیسے کوئی بات وہ سمجھ نہ پا رہا ہو۔ پھر ایسا لگا جیسے وہ سوتے سے جاگ پڑا ہو۔ وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا ''وہ کب گئی......؟'' اس کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

''مغرب سے ذرا پہلے گئی تھی۔'' توقیر صاحب بولے ''کیوں...... کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں ڈیڈی۔'' تصویر نے کہا اور لاؤنج میں ٹہلنے لگا۔ اس کا دماغ وسوسوں اور اندیشوں سے بھر گیا تھا۔ توقیر صاحب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے لیکن وہ جیسے ان کی موجودگی سے بھی بے خبر تھا۔ ایک انجانا خوف اس پر مسلط تھا۔ جسے وہ سمجھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بس اس کا رواں رواں دعا کر رہا تھا کہ کاش اس کا خیال غلط ہو۔

''تم اتنے پریشان اور وحشت زدہ کیوں ہو رہے ہو؟'' توقیر صاحب نے پوچھا۔

وہ جواب دینے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف کامران سعید تھا ''تصویر...... بھابھی گھر میں ہیں؟''

''نہیں کیا بات ہے؟'' تصویر نے کہا۔

''ایک حادثہ ہو گیا ہے۔ تم فوراً یونیورسٹی کے گرلز ہاسٹل پہنچو۔''

''بات کیا ہے؟''

''بس تم آ جاؤ۔''

ریسیور رکھ کر تصویر، توقیر صاحب کی طرف مڑا ''کامران کا فون تھا ڈیڈی۔ اس نے یونیورسٹی بلایا ہے مجھے۔ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

توقیر صاحب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے ''میں بھی چلوں گا۔'' انہوں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی تھی۔ لگتا تھا وہ گر پڑے گا۔

وہ یونیورسٹی جانے کے لئے نکلے۔ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا۔ تصویر کا عجیب حال تھا۔ وہ جیسے اپنے حواس میں نہیں تھا۔

یونیورسٹی کے گیٹ کے باہر کامران کی کار کھڑی نظر آئی۔ کامران کار کے باہر کھڑا رکنے کا اشارہ کر رہا تھا ''گاڑی روکو۔'' تصویر نے ڈرائیور سے کہا۔

وہ اتر کر کامران کی طرف بڑھا ''گاڑی اندر لے جاؤ۔ کسی پولیس والے سے گرلز ہاسٹل کا پوچھ لینا۔'' کامران نے اس کے ڈرائیور سے کہا پھر توقیر صاحب کو دیکھا تو انہیں سلام کیا ''انکل آپ جائیں ہم آپ کے پیچھے آ رہے ہیں۔''

ڈرائیور گاڑی اندر لے گیا۔ کامران نے تصویر سے کہا ''تم میری گاڑی میں آؤ۔''

تصویر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کامران گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

''اب بتاؤ تو کیا بات ہے؟'' تصویر نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

''سمجھ میں نہیں آتا' تمہیں یہ خبر کیسے سناؤں۔'' کامران بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''بہرحال تھوڑی دیر میں تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا۔ خود پر قابو رکھ کر سننا۔''

تصویر کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔ وہ اس شترمرغ کی طرح تھا جو اپنے پہاڑ جیسے وجود کو ریت میں چھپا کر یہ سمجھ رہا ہو کہ اب کوئی اسے نہیں دیکھ سکے گا۔ شاید اس کے بدترین اندیشے حقیقت کا روپ دھارنے والے تھے۔ اس کا حوصلہ جواب دے رہا تھا۔

''آج رات میں کسی وقت، اسی مقام پر کسی نے بھابی کو شوٹ کر دیا۔'' کامران کہہ رہا تھا۔

تصویر کو اس کی آواز بہت دور سے آتی محسوس ہوئی ''نہیں'' اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اگلے ہی لمحے وہ سسک سسک کر رو رہا تھا۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی دنیا تاریک کر لی تھی۔ سلمیٰ کے دھوکے میں اس نے اپنی محبوب بیوی لیلیٰ کو قتل کر دیا تھا۔ اس نے زندگی میں ایک ہی خواب دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر کے حصول کی خاطر اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ قاتل تک بن گیا تھا۔ وہ جو جوتے تلے کسی کیڑے کو بھی نہیں مسل سکتا تھا، اس نے ایک نرم و نازک اور بہت پیاری عورت کو قتل کر دیا تھا۔ اپنے برسوں پرانے خواب کی

کیسی بھیانک تعبیر ملی تھی اسے۔

''حوصلہ رکھو تصویر۔ تمہارا غم بہت بڑا ہے لیکن جو غم دیتا ہے وہی حوصلہ بھی عطا کرتا ہے۔ بس آدمی ذرا سی ہمت کر لے۔'' کامران نے اسے دلاسا دیا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ چند لمحوں میں گاڑی یونیورسٹی کے اندر تھی۔

تصویر نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لئے تھے۔ اس کا جسم اب بھی لرز رہا تھا ''تم ایسی باتیں کر لیتے ہو؟ اس انداز میں بھی سوچ سکتے ہو تم؟''

کامران شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اس کا رویہ بہت خراب رہا تھا۔ جب سے تصویر نے اپنی نئی فلم بنانے کا ارادہ کیا تھا، رویے کی وہ خرابی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اس وقت تصویر کا لہجہ طنزیہ نہیں تھا۔ لیکن اس نے اسے احساس جرم میں مبتلا کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ تصویر کے لئے یہ صرف اپنی بیوی کی موت کا صدمہ نہیں ہے، اس کا تو خواب بھی بکھر گیا ہے۔ وہ خواب جس کی تعبیر کے لئے اس نے محنت کی تھی۔ برسوں پر محیط انتظار کیا تھا اور اپنی زندگی کا رخ ہی تبدیل کر ڈالا تھا۔ آج اس کی زندگی کی آئیڈیل فلم آغاز سے قبل ہی اپنے انجام کو پہنچ گئی تھی

''مجھے غلط نہ سمجھو دوست۔'' کامران نے شرمندگی سے کہا ''لیلیٰ کی موت پر واقعی بہت رنجیدہ ہوں۔ آج اس المیے نے ہر اختلاف کو ختم کر دیا ہے۔ میں تمہارا وہی دوست ہوں، جو لڑکپن میں تم سے محبت کرتا تھا، تمہارے ساتھ فلمیں دیکھتا اور پھر مل کر تبصرے کرتا تھا۔''

اس بار تصویر کائناتی بکھر کر رہ گیا۔ وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

کامران گاڑی ہاسٹل کے اندر لے گیا۔ وہ گاڑی سے اتر کر پولیس والوں کی طرف بڑھے۔ ایک کانسٹیبل نے انہیں روک دیا۔

''یہ مرحومہ کے شوہر ہیں۔'' کامران نے تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

وہ دونوں انسپکٹر رؤف تک پہنچے۔ شناخت کا مرحلہ رسمی اور بے حد اذیت ناک تھا۔ تصویر کائناتی سکتے کے عالم میں اپنی لٹی ہوئی کائنات کو دیکھتا رہا پھر اس کا سر چکرایا اور وہ لاش کے قریب ہی ڈھیر ہو گیا۔

ذرا سی دیر میں وہ دوسرا موقع تھا کہ ڈاکٹر کو طلب کرنا پڑا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر، سلمیٰ رواس الکلیل کو مسکن دوا دے چکا تھا۔ تصویر پر صدمے کے اثرات نہایت شدید نوعیت کے تھے ''میرا مشورہ ہے کہ آپ انہیں اسپتال لے جائیں۔'' ڈاکٹر نے توقیر صاحب سے کہا۔

توقیر صاحب غشی کی حالت میں ہی اسے اسپتال لے گئے۔

سلمیٰ رواس الکلیل صبح پولیس کو بیان دینے کے قابل ہوئی۔ اس کا بیان پولیس کے لئے بے حد عقدہ کشا ثابت ہوا۔ انسپکٹر رؤف کو ویسے ہی کامران سعید پر شبہ تھا لیکن سلمیٰ کا بیان تو واضح طور پر کامران کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

سلمیٰ نے مقتولہ لیلیٰ سے اپنی ملاقات کی تفصیل سنائی۔ اس نے اپنے اندر برپا ہونے والے انقلاب کے متعلق بتایا اور پھر کامران کو اپنی فون کال کی تفصیل سنائی ''مجھے اندازہ تھا کہ کامران فوراً ہی آئے گا اور مجھے اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کرے گا۔'' اس نے آخر میں کہا ''اسی لئے میں پروفیسر انصاری کے گھر چلی گئی۔''

دونوں ڈائریکٹرز کی پیشہ ورانہ رقابت روشنی میں آئی اور سلمیٰ کی اہمیت بھی واضح ہو گئی۔ انسپکٹر نے ایک گھنٹے بعد ہی کامران سعید کو لیلیٰ کائناتی کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا لیکن تفتیش کی گاڑی آگے نہیں بڑھ پا رہی تھی۔ کامران سعید نے صحت جرم سے انکار کر دیا تھا۔ وہ پولیس سے بالکل تعاون نہیں کر رہا تھا۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو انسپکٹر رؤف صرف دو گھنٹے میں اس سے حقیقت اگلوا لیتا لیکن وہ کوئی عام آدمی نہیں فلمی دنیا کا سب سے مشہور و مقبول ہدایت کار تھا۔ اس پر تھرڈ ڈگری تو نہیں آزمائی جا سکتی تھی۔

انسپکٹر رؤف کو صرف ایک ہی فکر تھی۔ آلۂ قتل برآمد نہیں کیا جا سکا تھا اور ملزم کو اتنی مہلت ملی تھی کہ وہ اسے کہیں بھی پھینک سکتا تھا۔ یہ بات اس کے لئے باعث تشویش تھی۔ ویگن کے اسٹاپ اور اس کے آس پاس کے علاقے کو پولیس نے چھان مارا تھا لیکن آلۂ قتل نہیں مل سکا تھا۔

تصویر کائناتی کی آنکھ اسپتال کے بیڈ پر کھلی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ بیڈ کے برابر

ہی ایک کرسی تھی۔اس پر توقیر صاحب بیٹھے تھے۔وہ اپنی عمر سے کہیں بڑے دکھائی دے رہے تھے۔ان کی آنکھیں متورم تھیں اور چہرے پر شدید تھکن تھی۔اسے ہوش میں آتا دیکھ کر وہ اس کے اوپر جھک آئے ''کیسی طبیعت ہے بیٹے؟''انہوں نے پوچھا۔

''مجھے کیا ہوا تھا ڈیڈی؟''میں اسپتال میں کیوں ہوں؟''

''تم بے ہوش ہو گئے تھے بیٹے......''

''تو......تو کیا وہ خواب نہیں تھا۔''تصویر کا لہجہ عجب سا تھا''کیا لیلیٰ سچ مچ......''اس نے جملہ پورا نہیں کیا۔اس کی آنکھوں سے وحشت جھانکنے لگی تھی۔

''ہاں بیٹے۔''توقیر صاحب سسکیوں کے درمیان بولے''اس کی تدفین ہو چکی ہے۔''

''تو میں چوبیس گھنٹے بے ہوش رہا ہوں؟''

''ہاں بیٹے۔تمہیں فوری طبی امداد نہ دی جاتی تو......''

''کاش ایسا ہی ہو جاتا ڈیڈی۔''

''ایسا نہ کہو بیٹے۔لیلیٰ کو تو موت نے چھین لیا،اب تم ہی میری امیدوں کا مرکز ہو۔''

''کامران کہاں ہے ڈیڈی؟''

''پولیس کی حراست میں۔''

تصویر بری طرح چونکا''کیوں؟''

''اس پر لیلیٰ کے قتل کا شبہ کیا جا رہا ہے۔''

''نہیں ڈیڈی،وہ قاتل نہیں ہے۔میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

اسی وقت ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی''ارے انہیں ہوش آ گیا اور آپ نے بتایا بھی نہیں۔''وہ بولی''ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ جیسے ہی انہیں ہوش آئے، انہیں اطلاع دی جائے۔''

''ابھی ابھی ہوش آیا ہے اسے۔''

''میں ڈاکٹر صاحب کو بلاتی ہوں۔''نرس کمرے سے چلی گئی۔

''تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کامران مجرم نہیں ہے؟''نرس کے جانے کے بعد توقیر صاحب نے پوچھا۔

''یہ میں بعد میں بتاؤں گا آپ کو اسے رہا کرانا ہے ڈیڈی۔میں جانتا ہوں کہ قاتل کون ہے۔میں قاتل کو پولیس کے حوالے کر دوں گا لیکن انہیں کامران کو فوری طور پر رہا کرنا ہوگا۔آپ اپنا اثر رسوخ کام میں لائیں ڈیڈی۔''اتنا کہتے کہتے وہ ہانپنے لگا۔کمزوری بہت زیادہ ہو گئی تھی۔

توقیر صاحب جواب نہیں دے پائے تھے کہ ڈاکٹر آ گیا۔اس نے تفصیل سے تصویر کو چیک کیا۔بلڈ پریشر بہت لو تھا''ابھی یہ نارمل نہیں ہیں۔''اس نے توقیر صاحب سے کہا''فی الوقت انہیں آرام کی ضرورت ہے۔آپ ان سے باتیں نہ کریں تو بہتر ہے۔''اس نے تصویر کو ایک انجکشن لگایا اور بولا''میں نے انہیں مسکن دوا دی ہے،آپ اگر چاہیں تو گھر چلے جائیں۔آپ کو بھی آرام کرنا چاہیے یہ ضروری ہے کل آ جائیے گا۔''

توقیر صاحب نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔تصویر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے سو گیا تھا۔

توقیر صاحب اگلے روز اس سے ملنے آئے تو کامران ان کے ساتھ تھا''کیا حال ہے تصویر؟''کامران نے پوچھا۔

''اب تو بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں تم سناؤ۔''

''میں تو تمہارا احسان مند ہوں۔ورنہ لگتا تھا کہ جان نہیں چھوٹے گی۔مگر اس پر حیرت ہے کہ تمہیں میری بے گناہی کا یقین ہے۔''

''کیوں نہ ہو۔جبکہ میں قاتل کو جانتا ہوں اور اسے کیفر کردار تک پہنچانا چاہتا ہوں۔''

''مجھے بھی بتاؤ کہ قاتل کون ہے؟''

''بتا دوں گا لیکن پہلے تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔''

''میں تمہارا ہر کام یہ سوچ کر کروں گا کہ شاید اس طرح میں تمہارے احسان کا بدلہ چکا سکوں۔''

''اس سے پہلے مجھے لیلیٰ اور سلمیٰ کی ملاقات کے بارے میں بتاؤ۔''

کامران نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ یہ بھی بتایا کہ سلمیٰ نے فوراً ہی اسے فون کیا تھا او
اس کی فلم میں کام کرنے سے انکار کر دیا تھا ''تم تصور نہیں کر سکتے تصویر کہ وہ کتنی بدل گ
ہے۔'' اس نے کہا ''اس پر تو بس یہ دھن سوار ہے کہ وہ تمہاری فلم میں مجاہدہ کا کردار کر
گی۔ اب وہ بھڑکیلا میک اپ نہیں کرتی۔ پہلے کی طرح لباس کے معاملے میں عریا
کا مظاہرہ نہیں کرتی۔'' وہ کہتے کہتے رکا ''اب تم اسے دیکھو تو پہچان نہیں سکو گے۔ وہ
بس...... بس لیلیٰ بھابی کی کاپی بن کر رہ گئی ہے۔'' اس کا لہجہ عجیب سا ہو گیا۔

تصویر کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اسے علم ہی نہیں تھا کہ لیلیٰ نے سب ٹھیک کر
تھا۔ کاش...... وہ جلد بازی نہ کرتا۔ لیکن نہیں...... تقدیر سے کون لڑ سکتا ہے۔ یہ سب کچھ
شاید اسی طرح ہونا تھا ''میں تسلیم کرتا ہوں کہ سلمیٰ کے پوائنٹس بہت مضبوط ہیں۔'' اس
کہا ''اگر وہ خود کو ایک باوقار لڑکی میں تبدیل کر لیتی ہے تو اس کردار کے لئے اس سے بہ
کوئی اور نہیں ہو سکتا۔''

''اب تم مجھے اپنا کام بتاؤ جو مجھے کرنا ہے۔'' کامران نے اسے یاد دلایا۔

''بتاتا ہوں۔'' تصویر نے گہری سانس لے کر کہا ''تم جانتے ہو کہ جو فلم میں شرو
کرنے والا تھا، وہ میرے لئے زندگی کے سب سے اہم خواب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس
کا اسکرپٹ ایک مکمل ترین اسکرپٹ ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ سلمیٰ کو ہیروئن لے کر
اس پر فلم بناؤ۔''

کامران سعید حیران رہ گیا ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''وہی جو تم نے سنا۔'' تصویر نے بے حد سکون سے کہا ''اور یہ مت بھولو کہ تم مجھ سے
وعدہ کر چکے ہو؟''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن......''

''اگر مگر کی گنجائش نہیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ تم وعدہ کر چکے ہو۔''

''ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔'' کامران نے کمزور لہجے میں کہا۔

''ہاں اب کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''یہ فلم کسی بھی ڈائریکٹر کے لئے بہت مشکل ہے تم سمجھتے کیوں نہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں اور تمہاری صلاحیتوں سے بھی واقف ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم باکمال
ڈائریکٹر ہو۔''

''تم نے بہت مشکل کام میرے سپرد کیا ہے۔''

''اس یقین اور اعتماد کے ساتھ کہ صرف تم ہی یہ کام کر سکتے ہو۔'' تصویر نے کہا ''اسے
اپنے لئے ایک چیلنج سمجھ لو۔''

''ٹھیک ہے تصویر۔ میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں۔'' کامران نے ایک عزم سے
کہا ''لیکن مجھے یہ تو بتا دو کہ تم اس فلم سے کیوں دست بردار ہو رہے ہو۔ یہ فلم تو تمہارا خواب
تھی۔ تم خود اسے کیوں نہیں بناتے؟''

''اس لئے کہ میں نے لیلیٰ کو قتل کیا ہے۔ سلمیٰ کے دھوکے میں اور اب میں اس کی سزا
بھگتنا چاہتا ہوں۔''

توقیر صاحب اور کامران کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

''پولیس کو بلائیے ڈیڈی۔'' تصویر کائناتی نے گھمبیر لہجے میں کہا ''میں اقبالی
بیان دینا چاہتا ہوں۔''

ملک کے چوٹی کے وکیل بھی ناکام ثابت ہوئے۔ تصویر کائناتی کے سامنے ان کی ایک
چلی۔ تصویر فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے صرف سزائے موت چاہئے۔ جہاں ملزم اپنے جرم کا
تراف کر رہا ہو اور اپنی صفائی پیش ہی نہ کرنا چاہے وہاں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ
سال چلا۔ آخر کار تصویر کو سزائے موت سنا دی گئی۔ اس نے اس فیصلے کے خلاف اپیل بھی
ئر نہیں کرنے دی۔

اس دوران کامران سعید کبھی اس سے ملنے نہیں آیا۔ ڈیڈی آتے رہتے تھے لیکن اس

نے کبھی ان سے اس کے متعلق نہیں پوچھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اسے بھول ہو چکا ہے۔ اسے
اس کا خواب بھی مل گیا تھا اور تعبیر بھی۔ اب وہ اسے کیوں یاد کرتا......

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو دوست۔'' تصویر کائناتی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا'' دوست
واقعی خواب چھینتے نہیں تعبیر دیتے ہیں۔''

''مجھے افسوس ہے تصویر۔ اس فلم نے مجھے اتنی مہلت ہی نہیں دی کہ کبھی تم سے ملنے
آتا۔'' کامران کے لہجے میں معذرت تھی۔

''کوئی بات نہیں۔ تم نے اس فلم کی شکل میں مجھے وہ آخری تحفہ دیا ہے جس کا کوئی بدل
نہیں۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔'' تصویر نے کہا'' مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پ
ہے کہ تم نے سلمیٰ سے ایسی اچھی کردار نگاری کیسے کرالی۔ مجھے تو یہ تعبیر بھی خواب ہی معلو
ہوتی ہے۔ سلمیٰ نے کمال کر دیا۔''

''تصویر...... میرے دوست۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میرا بس چلے تو میں تمہارے ل
کچھ اور بھی کروں۔ یہ تو تم نے جاتے جاتے مجھ پر ایک اور احسان کر دیا۔ اتنی عظیم فلم خو
مخواہ میرے کریڈٹ پر آ گئی۔ بہرحال سلمیٰ کی کایا پلٹ گئی ہے۔ اب تم اسے دیکھو گے
پہچان بھی نہیں سکو گے۔ لو وہ آ گئی۔''

تصویر کائناتی نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ ارے یہ تو لیلیٰ ہے۔ لیکن کیسے......؟ دیکھتے
دیکھتے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لیلیٰ...... لیلیٰ...... کو تو اس نے اپنے ہاتھوں سے
کر دیا تھا۔ وہ ڈبڈبائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

میک اپ سے بے نیاز، سادہ لباس میں وہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور معل
ہو رہی تھی۔

''آداب'' اس نے شرمیلے لہجے میں کہا اور سر جھکا کر کھڑی ہو گئی'' کائناتی صاحب
نے آپ کو مایوس تو نہیں کیا؟''

''نہیں سلمیٰ تم نے تو کمال کر دیا۔'' تصویر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے

ہاتھ رکھتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ وہ اپنے آنسوؤں کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ لیلیٰ
کی یاد کے آنسو تھے۔ موتیوں سے بھی زیادہ قیمتی! اس کا جی چاہا کہ وہاں سے بھاگ
نکلے۔ خدا جانے کل تک کا وقت کیسے گزرے گا۔ کل ہی تو اسے پھانسی دی جائے گی۔ لیلیٰ
سے ملاقات کا وقت قریب تھا لیکن یہ وقت، یہ انتظار کتنا مشکل تھا یہ وہ ہی جانتا تھا۔ وہ تو بے
صبرا ہو رہا تھا۔

اسی وقت ہچکیوں کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ توقیر صاحب کا ضبط جواب دے گیا
تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ تصویر کائناتی ان سے لپٹ گیا'' ڈیڈی پلیز۔ مجھے
کمزور نہ کریں۔ مجھے تکلیف نہ پہنچائیں ڈیڈی۔''

''بیٹے کیسے صبر کروں۔ تم تو میری کائنات ہو۔''

''میری خاطر ڈیڈی۔ آپ کو میری قسم۔''

اور توقیر صاحب روتے روتے چپ ہو گئے۔

''سلمیٰ نے اردو سیکھ لی ہے اور یہ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ اب تمہاری ڈیڈی کے ساتھ رہ
رہی ہے۔ یہ بہت اکیلے ہو گئے تھے نا۔'' کامران نے بوجھل ماحول کو ہلکا کرنے کی کوشش کی۔

''بڑی خوشی ہوئی یہ سن کر۔'' تصویر نے کہا۔ لیکن وہ سلمیٰ کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

''ہاں اور یہ کامران بھی رہے گا میرے پاس۔'' توقیر صاحب نے کہا'' بس یہ دونوں
شادی کا فیصلہ کر لیں۔''

''اوہ...... تو تم شادی کر رہے ہو سلمیٰ سے؟'' تصویر نے کامران سے پوچھا۔

''ہاں تصویر۔ یہ سلمیٰ کی پہلی اور آخری فلم تھی۔ اب یہ گھر میں رہا کرے گی۔ لیلیٰ
کیطرح۔ اور میں بھی توقیر صاحب کے ساتھ رہوں گا۔ تمہاری طرح۔ یہ بہت تنہا ہو گئے
ہیں نا لیکن یہ سب کچھ کر کے بھی میں مطمئن نہیں رہ سکوں گا۔''

تصویر نے ممنونیت سے اسے دیکھا۔ اس کے سینے سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا
تھا۔ اسے غم تھا کہ وہ ڈیڈی کو اکیلا کر کے جا رہا ہے لیکن نہیں ڈیڈی کے پاس اب بیٹا بھی

ہوگا اور بہو بھی۔

''یہ سب کچھ کر کے بھی میں ضمیر کا قیدی رہوں گا۔'' کامران کہہ رہا تھا ''میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ یہ سب کچھ میری وجہ سے تو ہوا ہے۔ اگر میں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔''

''فضول باتوں سے گریز کرو۔'' تصویر نے سخت لہجے میں کہنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ آنکھیں دوبارہ نم ہوگئی تھیں ''اگر تم نے ڈیڈی کی زندگی میں میری موت سے پیدا ہونے والا خلا پر کر دیا تو سمجھو کہ کچھ نہیں ہوا۔ اب مجھے اجازت دو۔ میری لیلیٰ کب سے میرا انتظار کر رہی ہے۔ مجھے اس سے ملنے بھی جانا ہے۔''

وہ دونوں پولیس والوں کی معیت میں بوجھل قدموں سے چلتا ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ ان کی آنکھوں میں کبھی خشک نہ ہونے والے آنسو چھوڑ کر!

❁❁❁❁❁

کارزیاں

ہر عام آدمی کی طرح ہر مجرم کی افتادِ طبع بھی مختلف ہوتی ہے اور طریقہ واردات بھی۔ جرم وسزا کی ہر کہانی میں ایک الگ ہی نفسیات کا فرما نظر آتی ہے۔ زیرِ نظر کہانی میں قارئین کو ایک منفرد مزاج کے مجرم کی نفسیات کے مطالعے کا موقع ملے گا۔ یہ ایک نہایت ہی مختلف انداز کی ڈکیتی کی دلچسپ پرتجسس، سنسنی خیز اور عبرت آموز کہانی ہے جس کے تیز رفتار واقعات کا دھارا آپ کو اپنے ساتھ بہالے جائے گا۔

رات بہت گرم تھی اور بار میں بہت رش تھا بار کے گرد رکھے ہوئے تمام اسٹول گھرے ہوئے تھے۔ بہت سے گاہک ان اسٹولوں کے پیچھے کھڑے ہو کر پی رہے تھے۔ بار کے سامنے والے حصے میں تمام میزیں گھری ہوئی تھیں۔ وہیں ایک میز پر وہ دو افراد بیٹھے رازداری کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ گردوپیش میں اتنا شور تھا کہ وہ بے خوف ہو کر گفتگو کر رہے تھے۔ انھیں یہ ڈر نہیں تھا کہ کوئی ان کی باتیں سن لے گا۔ اتنے شور میں یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ خود انھیں ایک دوسرے کی بات سننے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' سنہرے بالوں والے نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ تم کہہ رہے ہو کہ کامیابی یقینی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اب تک کسی نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟''

''میں اس کی وضاحت پہلے ہی کر چکا ہوں۔'' اس کے ساتھی نے بے حد تحمل سے کہا۔ ''بات صحیح کمبی نیشن کی ہے۔''

''میں کمبی نیشن کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' سنہرے بالوں والے نے کہا۔ ''جب تک تم مجھے تفصیل نہیں بتاؤ گے، مجھے کیا پتا چلے گا؟''

''بات یہ نہیں کہ میں تمھیں تفصیل نہیں بتانا چاہتا۔'' اس کے ساتھی نے اسے سمجھایا۔ ''بات یہ ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔ میرے ساتھی مجھے جان سے مار دیں گے اور ایسا کرنے میں حق بہ جانب ہوں گے۔ درحقیقت مجھے تمہیں کچھ بھی نہیں بتانا چاہیے تھا۔ انھیں یہ پتا چل جائے کہ میں نے تمہیں کام کے متعلق بتایا ہے، تو بھی وہ مجھے قتل کر دیں

گے۔ تفصیل تو بہت دور کی بات ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو گرفتھ۔''

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' گرفتھ نے کہا۔ ''جیل ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے، جنہیں خوش فہمی تھی کہ ان کا منصوبہ مکمل اور بے داغ ہے۔ یہ بات نہ بھولو کہ تم ایک ماہر سے گفتگو کر رہے ہو۔''

''میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ ہم پورے شہر کو ہلا دیں گے اور نتیجے میں کم از کم ۴۰ لاکھ ڈالر ملیں گے ہمیں۔ تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ اتنے عرصے پولیس سے بچ لو، ان کے ہتھے نہ چڑھو۔ کام ہوتے ہی مجھے میرا حصہ مل جائے گا۔ اس کے بعد فکر کی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں تمہیں تگڑی رقم دے سکوں گا۔''

صبح کے دس بجے تھے۔ پرائیویٹ سراغ رساں مورس کورٹ بلڈنگ کی طرف جا رہا تھا۔ ان دنوں دھندا بہت مندا تھا۔ ورنہ وہ ضامن ہیمی کا کیس کسی قیمت پر قبول نہ کرتا۔ بلڈنگ میں داخل ہو کر اس نے رومال سے اپنا پسینے میں تر چہرہ پونچھا۔ باہر بہت گرمی تھی۔ اندر کی فضا نسبتاً بہتر تھی۔

وہ کام کے بارے میں سوچتا رہا۔ اسے ضمانت پر رہا ہونے والے مفرور ملزموں کو پکڑنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ لیکن بے کار مباش کچھ کیا کر کے مصداق وہ کیس لینے پر مجبور تھا۔ وہ ہیمی کے لیے پہلے بھی کئی بار کام کر چکا تھا۔ ہیمی، نیویارک میں ملزمان کی ضمانت کا کاروبار کرنے والوں میں سب سے موٹی اسامی تھا۔ مورس کو اس کام سے اس لیے چڑ تھی کہ اس میں عموماً یومیہ اخراجات کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں لگتا تھا۔ ہیمی اسے ۲۵ ڈالر یومیہ اخراجات کی مد میں دیتا تھا۔ البتہ مفرور ملزم کو پکڑنے کی صورت میں اسے ضمانت کی رقم کا دس فیصد بھی ملتا لیکن ایسا کم ہی ہوتا تھا۔ مورس کی سمجھ میں یہ کاروبار ہی نہیں آتا تھا۔ نیویارک میں کئی افراد تھے، جو ضمانت کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ ملزموں کی ضمانت دیتے۔ اس کے عوض انھیں کمیشن ملتا اور اگر ملزم فرار ہو جاتا تو انھیں ضمانت کی رقم پلے سے دینا پڑتی۔ بہرحال، یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ اس میں فائدہ زیادہ ہوتا ہوگا ورنہ اتنے لوگ

اس کاروبار میں کیوں پھنستے۔

ہیمی اپنے کمرے میں موجود تھا۔ اس نے مورس کو بے حد سوگوار نظروں سے دیکھا اور سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے میز کی دراز سے ایک پھولا ہوا لفافہ نکالا۔ ''مردود بھگوڑے نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا۔'' وہ غرایا۔ ''۲۵ ہزار ڈالر کی ضمانت ہے۔ میں تو تباہ ہو جاؤں گا۔ کاروبار کرنے کے قابل ہی نہیں رہوں گا، اگر وہ نہ ملا......'' اس نے لفافہ مورس کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس میں تمام ضروری چیزیں موجود ہیں۔ اس خبیث کا نام وارن گرفتھ ہے۔ چار بار گرفتار ہو چکا ہے، ڈاکہ زنی کے الزام میں۔ ایک بار سزا بھی بھگتی ہے اس نے۔''

''اس بار الزام کیا تھا؟'' مورس نے پوچھا۔

''وہی ڈاکہ زنی۔'' ہیمی نے سرد آہ بھر کے کہا۔ ''دو آدمیوں نے اسٹور میں ڈاکہ ڈالا۔ ایک پکڑا گیا، دوسرا فرار ہو گیا۔ پکڑے جانے والے نے کہا کہ اس واردات میں گرفتھ اس کا ساتھی تھا۔ تین گواہوں نے گرفتھ کو پہچان بھی لیا۔ خوش قسمتی سے گرفتھ کو نرم دل جج ملا۔ اس نے ۲۵ ہزار ڈالر کی ضمانت پر اسے رہا کر دیا۔ یوں میں اس چکر میں پھنسا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ۵ دن پہلے سماعت ہونا تھی، لیکن گرفتھ نہیں آیا۔ جج نے مجھے ۳۱ دن کی مہلت دی ہے۔ اگر اس عرصے میں گرفتھ کو حاضر نہ کر سکا تو میرے ۲۵ ہزار ڈالر ڈوب جائیں گے۔''

مورس نے لفافے سے گرفتھ کی تصویر نکالی، لیکن اسے دیکھنے سے پہلے ہیمی سے پوچھا۔ ''تم نے ضمانت دینے سے پہلے سیکیورٹی کا خیال بھی رکھا ہوگا۔''

''ایک سال پہلے گرفتھ کو ورثے میں مکان ملا تھا...... ایلم ہرسٹ کے علاقے میں۔ اس نے کرائے پر اٹھایا ہوا ہے۔ وہ خود فلشنگ میں ایک کمرے میں رہتا ہے۔ لفافے میں دونوں پتے موجود ہیں۔''

مورس نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور تصویر کا جائزہ لیا۔ گرفتھ کی عمر تیس کے قریب

ہوگی۔ اس نے تصویر کو لفافے میں دھکیل دیا۔

''بانڈ کی کاپی اور تمہارا اتھارٹی لیٹر بھی اس میں موجود ہے۔'' ہیمی نے بتایا۔

''ٹھیک ہے۔ اب معاملے کی بات اور کر لو۔ اگر میں اسے پکڑ لایا تو مجھے کیا ملے گا؟''

''۲۵ ہزار کی ضمانت ہے۔ دس فیصد کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''نہیں، پندرہ فیصد......''

''بارہ فیصد۔''

''یعنی ۲۵۰۰ ڈالر۔ ایسا کرو، سیدھے سیدھے تین ہزار ڈالر۔''

ہیمی نے پیشانی سے پسینہ پونچھا۔ ''ٹھیک ہے، تین ہزار ڈالر لیکن اس بدبخت کو پکڑ لاؤ کہیں سے۔''

''اور یومیہ اخراجات۔ ۲۵ ڈالر۔ مورس نے کہا۔

ہیمی نے پرس نکالا اور ۲۵ ڈالر گن کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ ''گڈ لک مورس۔''

مورس نے نوٹ جیب میں رکھے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ٹھیک ہے، میں جلد ہی تمھیں فون کروں گا۔''

مورس کی پہلی منزل ایلم ہرسٹ کا وہ مکان تھا، جو مفرور گرفتھ کو ماں سے ورثے میں ملا تھا۔ کرائے دار خاتون سے اسے کوئی مدد نہیں ملی۔ وہ اس سے خاصی بے مہری سے پیش آئی۔ ''میں کچھ نہیں بتا سکتی مسٹر۔'' اس نے مورس سے کہا۔ ''میں پولیس کی بھی کوئی مدد نہیں کر سکی۔ میں نے اس شخص کو زندگی میں صرف ایک بار دیکھا تھا۔ کرائے نامے پر دستخط کے وقت یہ ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے۔ مکان کا کرایہ میں ہر ماہ پہلی تاریخ کو ۱۱۶، ڈوور اسٹریٹ، فلشنگ کے پتے پر بھیج دیتی ہوں۔''

''اس ماہ بھی بھیجا ہے؟'' مورس نے پوچھا، فلشنگ والا پتا اس کے پاس موجود تھا۔

''ہاں...... حسب معمول پہلی تاریخ کو۔'' خاتون نے جواب دیا۔

مورس نے خاتون کا شکریہ ادا کیا۔ اسے یہاں سے کوئی سراغ ملنے کی توقع بھی نہیں

تھی۔لیکن یہ ابتدائی کاروائی بور سہی مگر تفتیش کے سلسلے میں بہت کارآمد اوراہم ثابت ہوتی ہے،اسے نظرانداز کرنے کی صورت میں تفتیش اس طرح الجھتی ہے کہ معاملہ گڑبڑ ہوجاتا ہے۔اب وہ فلشنگ کی طرف جارہا تھا۔

اس نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر کار پارک کی اور ۱۱۶،ڈوور اسٹریٹ کی طرف چل دیا۔وہ بہت پس ماندہ علاقہ تھا۔عمارتیں بھی خستہ تھیں،وہ ۱۱۶ کے دروازے پر پہنچا تو ایک شخص کوڑا پھینکنے کے لیے باہر نکلتا دکھائی دیا۔مورس نے اسے مخاطب کیا۔''آپ میری کچھ مدد کرسکتے ہیں؟میں وارن گرفتھ کی تلاش میں ہوں،وہ اسی بلڈنگ میں رہتا ہے نا؟''

''ہاں لیکن خاصے عرصے سے دکھائی نہیں دیا ہے۔میں یہاں منتظر ہوں۔میرا نام مائیکل ہے۔''

''میرا نام مورس ہے اور میں پرائیویٹ سراغ رساں ہوں۔''

''میرا اندازہ بھی یہی تھا۔''منیجر مائیکل نے کہا۔''تم پولیس والے لگتے ہو۔پولیس بھی اسے تلاش کررہی ہے۔میرا خیال ہے،یہ بات تمہارے علم میں ہوگی۔''پھر اس نے کوڑا پھینکا اور مورس سے کہا۔''اندر آجاؤ۔''

مورس عمارت میں داخل ہوگیا۔نچلی منزل پر تمام کمروں کے دروازے بند تھے۔ایک جانب اوپر جانے کا زینہ تھا۔خاصا بدبودار ماحول تھا۔

''میں کرائے داروں کے کمرے لوگوں کو دکھانے کا قائل نہیں ہوں۔''مائیکل نے کہا''لیکن قانون کا احترام کرتا ہوں۔قانون سے بھاگنے والوں سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں۔میں تمہیں گرفتھ کا کمرا ضرور دکھاؤں گا۔''

گرفتھ کا کمرا دوسری منزل پر تھا۔اس کی کھڑکیاں ڈوور اسٹریٹ کی جانب کھلتی تھیں۔وہاں ایک ڈبل بیڈ،دوکرسیاں،ایک میز اور ایک چھوٹی الماری تھی۔ایک طرف دیوار کے ساتھ سنک لگا تھا۔اوپر آئینہ نصب تھا۔

''اس ماہ کا کرایہ ادا کیا جاچکا ہے لیکن وہ منگل کے بعد سے یہاں نہیں آیا۔کل ایک

ہفتہ ہوجائے گا اسے یہاں آئے ہوئے۔''مائیکل نے بتایا۔

مورس نے کمرے کا جائزہ لیا۔الماری کھولی۔اس میں کپڑے موجود تھے۔میلے کپڑے ایک باسکٹ میں رکھے تھے۔میز پر پلے بوائے کے جولائی اور اگست کے شمارے رکھے تھے۔مورس نے اندازہ لگایا کہ گرفتھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نہیں فرار ہوا بلکہ اسے اچانک ہی فرار ہونے کی سوجھی ہوگی۔

''آپ مجھے گرفتھ کے بارے میں کچھ بتاسکتے ہیں؟''مورس نے مائیکل سے کہا۔''اس کی عادات واطوار،دوست وغیرہ۔میں آپ کا شکرگزار ہوں گا۔''

''وہ آٹھ ماہ سے یہاں رہ رہا ہے۔''مائیکل نے بتایا۔''لیکن بہت لیے دیے رہتا ہے۔میں اس کے بعد آنے والے کرائے داروں کو اس سے زیادہ جانتا ہوں۔میں جانتا ہوں کہ وہ کوئی مستقل کام نہیں کرتا تھا لیکن میں نے کبھی اس کا ہاتھ تنگ نہیں دیکھا۔وہ ہمیشہ وقت پر کرایہ ادا کرتا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ اس کی کوئی پراپرٹی ہے۔ٹھیک ہی کہا ہوگا۔کیونکہ اسے ہر ماہ ایک چیک موصول ہوتا تھا۔''

''اور دوست،ملنے والے؟''

مائیکل نے نفی میں سرہلایا۔''میں نے اس کے ساتھ ایک عورت کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔یہ بھی کچھ عرصے پہلے کی بات ہے۔البتہ اس کے بھائی کے فون آتے رہے ہیں لیکن اس کا بھائی خود یہاں کبھی نہیں آیا۔''

''مجھے اس عورت کے بارے میں بتائیے۔''

''میں نے کہا نا،یہ کچھ عرصے پہلے کی بات ہے۔میں نے اس کے بارے میں پولیس کو بھی بتایا تھا۔گرفتھ نے ایک اس عورت سے میرا تعارف کرایا تھا۔اس کا نام ایلما ہے۔نام کا دوسرا حصہ مجھے یاد نہیں۔میرا خیال ہے،وہ ویٹریس تھی۔''

''یہ خیال کیوں آیا آپ کو؟''

مائیکل نے دانت نکال دیے۔''وہ ہمیشہ بہت رات کو آتے تھے......ایک بجے،

دو بجے۔ کبھی کبھی میں نے گرفتھ کو اسے فون کرتے سنا۔ نیچے کال بوتھ سے۔ پھر وہ رات کو ایک دو بجے جاتا تھا اور اسے ساتھ لے آتا تھا۔ گرفتھ پینے کا شوقین تھا۔ میرا خیال ہے، ان کی ملاقات کسی بار ہی میں ہوئی ہوگی۔ اتنی دیر سے آنے کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ ایلما کسی بار میں ویٹرس رہی ہوگی۔''

مورس اس کی قوت تجزیہ کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ ''لیکن آپ کو اس کا پورا نام یاد نہیں۔ خیر، اس کا حلیہ بتا سکتے ہیں؟''

''دیکھو...... میرا خیال ہے، اس کی عمر چالیس کے قریب ہوگی۔ بھورے بال، بھاری بدن۔ قد ایسا کہ اس کا سر میری تھوڑی تک آتا ہوگا۔ اسے خوبصورت نہیں کہا جاسکتا۔ خوبصورتی ایسی ہوتی ہے۔'' مائیکل نے پلے بوائے کے ٹائیٹل کی طرف اشارہ کیا۔

مورس کو ہنسی آ گئی۔ ''اور آپ کو اس کے بھائی کے متعلق کچھ اندازہ ہے۔ کیا نام ہے اس کا...... رہتا کہاں ہے؟''

''نہیں۔ گرفتھ نے کبھی اس کے متعلق نہیں بتایا۔ مجھے تو اتفاقاً ہی پتا چلا تھا۔ اس نے فون کیا تھا اور گرفتھ موجود نہیں تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ گرفتھ کا بھائی ہے اور پیغام چھوڑا کہ گرفتھ آتے ہی اسے فون کرے۔''

''بہت بہت شکریہ مسٹر مائیکل۔'' مورس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میرا فون نمبر لکھ لیجیے۔ اگر گرفتھ یہاں آئے...... یا آپ کو اس کے بارے میں کچھ یاد آئے تو مجھے فون کر دیجیے گا۔'' فون نمبر دے کر وہ عمارت سے نکل آیا۔

وہاں سے وہ ایک ریسٹورنٹ میں آیا۔ کھانا کھانے کے دوران اس نے ہیمی کے دیے ہوئے لفافے کا جائزہ لیا۔ گرفتھ کی تصویر، بانڈ کی کاپی اور اتھارٹی لیٹر کے علاوہ اس میں گرفتھ کے پولیس ریکارڈ کی تفصیل بھی تھی۔ چھ سال پہلے ڈاکہ ڈالنے کے شبہے میں گرفتاری۔ باعزت بری۔ ایک سال بعد سپر مارکیٹ میں ڈاکہ ڈالنے کے الزام میں گرفتاری، باعزت بری۔ مزید ایک سال بعد پھر گرفتاری۔ ڈاکہ زنی کا الزام، کیس

ڈسمس۔ پھر ایک سال بعد سینما کے کیشیئر کو لوٹنے کے الزام میں گرفتاری۔ دو سال قید کی سزا، پھر رہائی۔ سات ماہ پہلے آخری گرفتاری۔ اسٹور لوٹنے کا الزام۔ ۲۵ ہزار ڈالر کی ضمانت پر رہائی۔ کیس زیر سماعت ہے......

مورس نے سگریٹ سلگایا اور سوچنے لگا۔ تین ہزار ڈالر خارج از امکان معلوم ہوتے تھے۔ اس کے پاس گرفتھ کے سلسلے میں ایک ہی سراغ تھا۔ ایلما نامی عورت، جس کے نام کا دوسرا حصہ نامعلوم تھا، جو ویٹرس ہوسکتی تھی اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ ویٹرس نہ ہو۔ بہر حال، اگر وہ ویٹرس ہے تو شام کے وقت کام پر جاتی ہوگی۔ گویا اسے شام کے وقت مین ہٹن کے علاقے کے بار چھاننے ہوں گے۔ فی الوقت وہ صرف اتنا کر سکتا تھا کہ ٹیلی فون ڈائریکٹری کے ذریعے گرفتھ کے بھائی کا سراغ لگانے کی کوشش کرے اور مقامی پولیس سے گرفتھ کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ ممکن ہے، کوئی نئی بات سامنے آئے۔

ٹیلی فون ڈائریکٹری پر محنت رائیگاں گئی۔ گرفتھ نام کے کسی شخص کے ہاں ٹیلی فون نہیں تھا۔ مقامی پولیس بھی گرفتھ کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکی، جتنا اس کے پاس تحریری شکل میں موجود تھا۔ البتہ گرفتھ کے وارنٹ نکل چکے تھے اور پولیس مفرور قیدی کی حیثیت سے اسے تلاش کر رہی تھی۔

رات نو بجے مورس مین ہٹن کے علاقے میں بار کھنگالنے کی غرض سے نکلا۔ وہاں درجنوں بار تھے اور ان کے عجیب عجیب نام تھے۔ لیکن اندر سے سب ایک سے تھے۔ وہ ہر بار میں ویٹریسز کو خصوصی توجہ سے دیکھتا رہا۔ اس نے بڑی ترکیبوں سے ان کے نام معلوم کیے لیکن اب تک اسے ایلما نام کی کوئی ویٹرس نظر نہیں آئی تھی۔ اب تو اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ وہ اب تک کتنے بار دیکھ چکا ہے۔

مورس، دی باؤلنگ بار میں داخل ہوا تو خاصا مایوس ہو چکا تھا۔ بار میں داخل ہوتے ہی اسے جو ویٹرس نظر آئی، اس کے بال بھورے تھے۔ اس کا جسم مائل بہ فربہی تھا اور عمر بھی ۴۰ کے لگ بھگ تھی۔ وہ بیئر کا آرڈر بھی نہیں دے پایا تھا کہ میز پر بیٹھے ہوئے ایک شخص نے

ویٹرلیس کو پکارا۔ ''ہے ایلما...... ایک راؤنڈ اور چلاؤ نا۔''

دو بج گئے تھے۔ مورس اپنی کار میں بیٹھا بار کے دروازے پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ طرف خاموشی تھی۔ سڑک سنسان تھی۔ کچھ دیر بعد ایلما نظر آئی۔ اس کے ساتھ ایک عور تھی۔ ایلما نے سر پر سرخ اسکارف لپیٹ رکھا تھا۔ دونوں عورتیں باتیں کرتی ہوئی ج دیں۔ انھوں نے کار کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

وہ آدھے بلاک دور گئی تھیں کہ مورس نے کار اسٹارٹ کی اور بہت کم رفتار سے ا تعاقب کرنے لگا۔ اس نے کار کی ہیڈ لائٹس بھی روشن نہیں کی تھیں۔ تعاقب کا یہ سلسلہ چھ بلا تک چلا۔ پھر دونوں عورتیں ایک عمارت کے سامنے رک گئیں۔ مورس نے کار کا انجن کردیا۔ ابھی تک دونوں میں سے کسی نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا لیکن مورس کوئی احتیاطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

چند لمحے یوں ہی گزر گئے۔ وہ باتیں کرتی رہیں، پھر دوسری عورت آگے بڑھ گئی ج ایلما عمارت میں داخل ہوگئی۔ دوسری عورت کے نگاہ سے اوجھل ہونے کے بعد مورس کار اسٹارٹ کی اور اس عمارت کے سامنے پارک کردی، جس میں ایلما داخل ہوئی تھی۔ چار منزلہ عمارت تھی، جس کی تمام کھڑکیاں تاریک تھیں۔ مورس نے عمارت کا سرس سا جائزہ لیا۔ پھر عقبی نشست پر رکھا ہوا بیگ اٹھالیا۔ اس میں اس کی ضرورت کی تمام چیز موجود تھیں۔ پستول کے لیے کئی کلپس، ہتھکڑیوں کے کئی جوڑے اور سب سے اہم چیز، ا کا اسنوپر اسکوپ۔ کچھ عرصے پہلے تک اسنوپر اسکوپ کا استعمال صرف محکمۂ دفاع تک محدود تھا لیکن اب وہ مارکیٹ میں آگئے تھے۔ مورس نے یہ اسنوپر اسکوپ ایک پرائیو سراغ رساں سے خریدا تھا، جس کا لائسنس منسوخ کردیا گیا تھا۔ وہ پرانے ماڈل کا اسنو اسکوپ تھا لیکن تھا بہت مؤثر۔

اس نے اسنوپر اسکوپ آنکھوں سے لگایا اور اسے ایڈجسٹ کرنے لگا، وہ ان کمرو کی طرف دیکھ رہا تھا جن کی کھڑکیوں کے پردے نہیں گرے ہوئے تھے۔ ایڈجسٹمنٹ

بعد وہ تاریک کمروں میں دیکھنے کے قابل ہوگیا۔ اس نے اسنوپر اسکوپ کا رخ تیسری منزل کی کھڑکی کی طرف کیا۔ اگلے ہی لمحے ایلما اس کے سامنے تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف آئی۔ اس نے سر ایک طرف جھکاتے ہوئے کسی سے کچھ کہا۔ اس کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ اس کا مخاطب کھڑکی سے ہٹ کر کھڑا ہے۔ پھر وہ کھڑکی سے ہٹی اور اس نے پردے کھینچ دیے۔

مورس اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ پردے گرنے کے بعد کمرے کی لائٹ آن ہوگئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد اندھیرا چھا گیا۔ مورس نے اسنوپر اسکوپ کو کیس میں رکھا۔ وہ خوش تھا۔ اسے ایلما کی قیام گاہ کا علم ہوگیا تھا۔ قوی مکان تھا کہ وارن گرفتھ...... دوسرے لفظوں میں اس کے تین ہزار ڈالرز اس فلیٹ میں چھپے ہوئے ہیں۔ اب اسے رات بھر اس فلیٹ کی نگرانی کرنی تھی۔ اس نے سوچا کہ صبح ایلما کے جانے کے بعد فلیٹ میں گھسنے کی کوشش کرے گا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ چند گھنٹے بڑی بے آرامی سے گزریں گے۔

وہ سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا اور صبح کا انتظار کرتا رہا۔ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی علاقے میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ جلدی کام پر جانے والے اپنے گھروں سے جا چکے تھے۔ نائٹ شفٹ سے واپس آنے والوں نے اس چہل پہل میں اور اضافہ کیا۔ ایلما کی عمارت سے ایک بوڑھا شخص کام پر جانے کے لیے نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ٹفن کیریئر تھا۔ اس کے فوراً بعد تین بچے برآمد ہوئے لیکن ایلما کے فلیٹ کی کھڑکیوں کے پردے نہیں اٹھے۔

مورس بہت زیادہ تھک گیا تھا۔ اسے یہ خیال بھی تھا کہ وہ اپنے انداز کی وجہ سے مشکوک نہ قرار پائے۔ اس طرح پورا کھیل چوپٹ ہوسکتا تھا۔ اس نے بیگ کھول کر ہتھکڑی کا جوڑا نکال کر اسے اپنی بیلٹ سے اٹکالیا۔ عمارت سے کئی افراد نکلے لیکن ان میں کوئی بھی گرفتھ کے حلیے سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ مورس ٹہلنے لگا۔ کوئی ۴۵ منٹ بعد، آٹھ بجے کے قریب ایک شخص عمارت سے نکلا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ مورس اس کی صورت نہیں دیکھ سکا۔ اسی وقت باہر نکلنے والے نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور سڑک پر مخالف سمت

میں چل دیا۔ مورس کو اسے پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ وارن گرفتھ تھا۔

مورس نے جلدی سے سڑک کراس کی اور اس کے پیچھے لپکا۔ موڑ پر پہنچ کر گرفتھ نے پلٹ کر دیکھا۔ ان دونوں کی نظریں ملیں۔ ''گرفتھ!'' مورس نے اسے پکارا۔ ''میرے پاس تمہاری گرفتاری کا وارنٹ ہے۔''

گرفتھ پلٹ کر بھاگا۔ مورس نے جیب سے پستول نکالا اور اس کے پیچھے لپکا۔ ان کے درمیان چند گز کا فاصلہ تھا۔ گرفتاری کا یہ مرحلہ قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے خاصا دشوار تھا۔ مورس جانتا تھا کہ وہ گرفتاری کا اختیار رکھتا ہے، لیکن اتنے لوگوں کی موجودگی میں گولی چلانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ وہ صرف اپنے تحفظ کی خاطر فائرنگ کر سکتا تھا۔

درمیانی فاصلہ کم ہو گیا تھا لیکن اتنا نہیں کہ مورس گرفتھ کو چھاپ سکے۔ اچانک گرفتھ رکا اور فوراً ہی پلٹا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ریوالور نظر آیا۔ وہ ریوالور بلند کر ہی رہا تھا کہ مورس نے اس پر جست لگائی۔ گرفتھ کے ریوالور والے ہاتھ پر ضرب لگاتے ہوئے مورس نے پستول کا دستہ اس کے کندھے پر رسید کیا۔ گرفتھ کے حلق سے چیخ نکلی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ گتھم گتھا ہو گئے۔ مورس نے گرفتھ کا کاٹ تھاما اور اس کی پیٹھ پر اپنے گھٹنے سے دباؤ ڈالا۔ گرفتھ نے زور لگایا۔ اس کوشش میں اس کا کوٹ پھٹ گیا، لیکن وہ خود کو چھڑا نہ سکا۔ مورس نے جھٹکے سے اسے اٹھایا۔ گرفتھ کا کوٹ اب بھی اس کی گرفت میں تھا۔

''ہاتھ اوپر اٹھاؤ'' مورس نے سخت لہجے میں کہا۔ گرفتھ نے خاموشی سے تعمیل کی۔ مورس نے اس کی تلاشی لی۔ لیکن اس کے پاس سے مزید کوئی ہتھیار نہ نکلا۔ مورس نے بڑی پھرتی سے بیلٹ میں اٹکا ہوا ہتھکڑی کا جوڑا نکالا اور گرفتھ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی۔ پھر وہ اسے گھسیٹتا ہوا اپنی کار کی طرف لے چلا۔ اس دوران خاصی تعداد میں لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ مورس نے انھیں سمجھایا کہ یہ پولیس کیس ہے۔ وہ خاموشی سے تماشا دیکھتے رہے۔ گرفتھ کو کار میں بٹھانے کے بعد مورس نے ہتھکڑی کا دوسرا جوڑا گرفتھ کے پیروں میں ڈال دیا۔ پھر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس نے سکون کا سانس لے کر کار اسٹارٹ

کی۔ تین ہزار ڈالر اس کے قبضے میں تھے۔

اسے کورٹ بلڈنگ پہنچنا تھا۔ یہ کم از کم ۴۵ منٹ کا راستہ تھا۔ گرفتھ کچھ دیر آنکھیں بند کیے خاموش بیٹھا رہا، پھر اس نے مورس سے سگریٹ طلب کیا۔ مورس نے کار سائڈ میں لگائی اور پیکٹ سے سگریٹ نکال کر گرفتھ کے منہ میں لگایا اور لائٹر سے اسے سگریٹ سلگانے میں مدد دی۔ پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔

گرفتھ نے سگریٹ کے دو طویل کش لیے اور بولا۔ ''تم پولیس والے نہیں ہو۔ ہے نا؟''

''ہاں۔ میں پرائیویٹ سراغ رساں ہوں۔''

گرفتھ نے ایک اور کش لیا۔ ''سنو دوست! میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، اس نے آہستہ سے کہا۔ ''بہت اہم بات ہے۔ میرے پاس ایسی معلومات ہیں جن میں پولیس یقیناً دلچسپی لے گی۔ تم پولیس میں کسی افسر کو جانتے ہو؟ میرا مطلب ہے، کسی بڑے افسر کو، جس سے میں بات کر سکوں۔''

''تمھیں تو جج سے بات کرنی ہے۔'' مورس نے جواب دیا۔

گرفتھ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بے کار ہے۔ میں محکمۂ پولیس سے سودے بازی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی بڑے افسر سے ملوا دو یقین کرو، تمہیں بھی فائدہ ہوگا اس سے۔''

''میں پہلے ہی فائدے میں ہوں کہ تم میرے لیے تین ہزار ڈالر کے انعام کی حیثیت کھتے ہو۔''

''تم میری بات سن نہیں رہے ہو۔'' گرفتھ نے بیزاری سے کہا ''مجھے معلوم ہے، اس ہر میں ایک بڑی واردات ہونے والی ہے...... بہت بڑی واردات یعنی ڈاکہ۔''

''یہ سب کچھ جج کو ہی بتانا۔ مجھے کوئی دلچسپی نہیں'' مورس نے خشک لہجے میں کہا۔

''جج تو میرا بیڑا غرق کر دے گا۔ البتہ کسی بڑے پولیس افسر سے بات ہو جائے تو میں ودے بازی کر سکتا ہوں۔''

مورس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''کوئی پولیس افسر تم سے بات نہیں کرے گا۔ تمہاری بات کان دھرنے کے نتیجے میں بے وقوف بننے کے سوا مجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

''دیکھو...... میں تمھیں بتاتا ہوں۔'' گرفتھ کے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''وہ شخص مجھے بار میں ملا تھا۔ میری اس سے واجبی سی جان پہچان ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر بڑا ہاتھ مارنے والا ہے...... کم از کم چالیس لاکھ ڈالر کا۔ اس نے ڈینگ ماری تھی کہ وہ واردات اس شہر کو ہلا کر رکھ دے گی۔ اس نے مجھے کام کی نوعیت کے متعلق کچھ نہیں بتایا لیکن میں جانتا ہوں کہ پولیس پھر بھی میری معلومات میں دلچسپی لے گی۔''

مورس نے عقب نما آئینے میں گرفتھ کے عکس کو بغور دیکھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی گفتگو میں دلچسپی لینے پر مجبور ہوگیا۔ ''اس شخص کا کوئی نام بھی ہوگا؟'' اس نے گرفتھ سے پوچھا۔

''ہاں۔ شاید اس کا نام پیپی ہے۔ اسے ہیپ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔'' گرفتھ نے کہا۔ پھر ہیجانی لہجے میں بولا۔ ''یہ تو سوچو کہ میں کوینز کے علاقے میں کیوں چھپا ہوا تھا۔ جہاں سے تم نے مجھے بہ آسانی ڈھونڈ نکالا۔ میں نے یہ خطرہ کیوں مول لیا۔ صرف اس لیے کہ واردات کے بعد اس ہیپ سے مال گھسیٹوں اور مزے سے فرار ہو جاؤں، سمجھے۔''

مورس مسکرایا۔ ''بہت اچھی کہانی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن میں تمہاری باتوں میں آنے والا نہیں ہوں۔''

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' گرفتھ کے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''اس شخص نے کہا تھا...... ہم پورے شہر کو ہلا دیں گے اور نتیجے میں کم از کم چالیس لاکھ ڈالر ملیں گے۔ سوچو تو...... مجھے جھوٹی کہانی گھڑنے سے کیا حاصل ہوگا۔''

''یہ تو میں نہیں جانتا لیکن یہ مجھے نری بکواس لگتی ہے اور پولیس کو بھی بکواس ہی لگے گی۔''

''ہرگز نہیں۔ تم نے پوری بات نہیں سنی ہے۔ میری تجویز بے حد معقول ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پولیس والے مجھے ہفتے دو ہفتے کے لیے لاک اپ میں بند کر دیں۔ واردات ہوگی تو

یہ ثابت ہو جائے گا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ پھر میں پولیس سے سودے بازی کروں گا۔ وہ میرے ساتھ نرمی برتیں اور میں انھیں ہیپ تک اور دوسرے لفظوں میں ہیپ کے ذریعے مجرموں تک پہنچا دوں گا۔ کیا خیال ہے؟''

مورس سوچ میں پڑ گیا۔ ممکن ہے۔ گرفتھ سچ بول رہا ہو۔ یہ بات معقول تھی کہ گرفتھ شہر چھوڑ سکتا تھا لیکن وہ اسی علاقے میں روپوش ہوا تھا، جہاں اسے ڈھونڈ نا مشکل نہیں تھا۔ یقیناً وہ کامیاب واردات کے بعد اس شخص کو بلیک میل کر کے رقم اینٹھنے کا ارادہ رکھتا تھا اور اب وہ اپنی کھال بچانے کے لیے سودے بازی کرنا چاہتا تھا۔ اس کی لاک اپ میں بند کیے جانے والی تجویز بھی معقول تھی۔

''کیا خیال ہے؟'' گرفتھ نے اسے چونکا دیا۔ اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔ ''مجھے پولیس کے کسی بڑے افسر سے ملوا دو...... پلیز، میں اس شخص...... ہیپ کو شناخت کر سکتا ہوں اور پولیس کو اس کی ضرورت ہوگی۔ دیکھو نا...... چالیس لاکھ ڈالر کا ڈاکہ کوئی معمولی بات نہیں اور پولیس کے پاس کوئی سراغ نہیں ہوگا۔ صرف میں ان کی رہنمائی کر سکوں گا۔''

مورس نے اچھا خاصا عرصہ محکمۂ پولیس میں گزارا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بیشتر کیس ایسی ہی اتفاقیہ معلومات کے حصول کی بنیاد پر حل ہوتے ہیں۔ البتہ اسے یقین تھا کہ گرفتھ کچھ چھپا بھی رہا ہے۔

''تم مجھے پولیس کمشنر کے پاس لے چلو۔'' گرفتھ نے پھر کہا۔ اس کے لہجے میں بے تابی تھی۔

مورس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ پولیس نے گرفتھ کی بات پر یقین کر لیا تو ں کے تین ہزار ڈالر کھٹائی میں پڑ جائیں گے۔ بہتر یہی تھا کہ وہ گرفتھ کو ہیمی کے حوالے کر کے تین ہزار ڈالر وصول کر لے لیکن بالآخر اس نے مختلف فیصلہ کیا۔ ''کمشنر تک تو میری سائی نہیں ہے البتہ میں تمھیں ایک ایسے بااختیار افسر سے ملوا سکتا ہوں، جو تمہیں ہاں یا نہیں ں جواب دینے کا اختیار رکھتا ہے۔'' اس نے گرفتھ کو بتایا۔

ڈپٹی چیف انسپکٹر میکس کافمین نے انھیں سرد نگاہوں سے دیکھا۔لیڈی سارجنٹ مارگریٹ انھیں انسپکٹر کے کمرے میں چھوڑ کر رخصت ہوگئی۔انسپکٹر میکس دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ملازمت اس کی ضرورت نہیں بلکہ شوق تھا۔وہ اپنے فرائض کے سلسلے میں بے حد مستعد تھا۔اس سے کسی کوتاہی کی توقع نہیں رکھی جاتی تھی۔محکمے میں اس کی ساکھ بہت اچھی تھی۔

''ہاں بھئی مورس......کیا چکر ہے یہ؟'' میکس نے پوچھا۔

مورس نے ضمانت بانڈ کی کاپی اور اپنا اتھارٹی لیٹر انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔''یہ شخص......'' اس نے گرفتھ کی طرف اشارہ کیا اس کے پیروں کی ہتھکڑیاں اس نے کھول دی تھیں۔البتہ ہاتھوں میں اب بھی ہتھکڑی تھی۔''یہ شخص ضمانت پر رہا ہوا تھا لیکن فرار ہوگیا۔ہیمی نے اس کی گرفتاری کے لیے میری خدمات حاصل کیں۔میں نے ابھی کچھ دیر پہلے اسے کوئنز کے علاقے سے گرفتار کیا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اس کے پاس کچھ معلومات ہیں، جن میں تم یقینی طور دلچسپی لوگے۔اس لیے میں اسے ہیمی کے پاس لے جانے کے بجائے یہاں لے آیا ہوں۔''

''سر! میں......'' گرفتھ نے کہنا چاہا۔

انسپکٹر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔''مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہنے والے ہو لیکن میں تمھیں بتادوں کہ تم اپنے وکیل کو طلب کرسکتے ہو۔کیونکہ تمہاری کہی ہوئی کوئی بھی بات عدالت میں تمھارے خلاف استعمال کی جاسکتی ہے۔اگر تم چاہو تو تمھارے لیے سرکاری طور پر وکیل کا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔''

''جی ہاں سر......میں جانتا ہوں۔'' گرفتھ نے احترام آمیز لہجے میں کہا۔''لیکن میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔''

مورس نے حیرت سے گرفتھ کو دیکھا، جو انسپکٹر میکس کی شخصیت سے مرعوب نظر آرہا تھا۔پھر اس نے پرستائش نظروں سے انسپکٹر کو دیکھا۔اس کی شخصیت تھی ہی اتنی بارعب۔

''ٹھیک ہے۔پھر شروع ہوجاؤ۔'' انسپکٹر نے گرفتھ سے کہا۔

گرفتھ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔پھر اس نے انسپکٹر کے سامنے وہ سب کچھ دہرا دیا، جو وہ مورس کو پہلے ہی بتا چکا تھا۔انسپکٹر خاموشی سے سنتا رہا۔گرفتھ کے خاموش ہونے کے بعد اس نے کہا۔''تم اس ہیپ کا پورا نام نہیں بتاسکتے؟'' گرفتھ نے نفی میں سر ہلادیا۔پھر انسپکٹر نے ہیپ کی قیام گاہ کے متعلق پوچھا۔گرفتھ نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔تاہم اس نے بتایا کہ اس کے خیال میں ہیپ واردات تک روپوش رہنا چاہتا ہے۔اس نے یقین دلایا کہ واردات کے بعد وہ پولیس کو ہیپ تک پہنچا سکے گا۔''واردات اتنی بڑی ہوگی سر کہ آپ میرے شکر گزار ہوں گے۔'' اس نے آخر میں کہا۔

انسپکٹر چند لمحے گرفتھ کو تیز نگاہوں سے دیکھتا رہا۔پھر اس نے پوچھا۔''ہیپ سے تمھاری گفتگو کب ہوئی تھی؟''

''پیر کی رات......گزشتہ ہفتے۔''

''اور کس جگہ۔میرا مطلب ہے، اس بار کا نام کیا تھا؟''

''مختلف بار تھے۔ہم گفتگو کے دوران ایک بار سے دوسرے بار میں جاتے رہے تھے۔''

''لیکن ان کے نام تو ہوں گے۔چند ایک نام بتاؤ مجھے۔'' انسپکٹر نے اصرار کیا۔

گرفتھ پلکیں جھپکانے لگا۔''دراصل میں کچھ زیادہ ہی پی گیا تھا۔پھر بھی مجھے یاد ہے، ایک سیلرز بار تھا......ایک پیڈی بار تھا......اور بھی تھے۔''

''اور یہ ہیپ......اس علاقے کے لوگ اسے پہچانتے ہیں؟''

''یقیناً پہچانتے ہوں گے۔''

''اور تمھیں نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتا ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم لیکن بہ وقت ضرورت میں آپ کو اس تک پہنچا سکتا ہوں۔''

انسپکٹر چند لمحے اسے گھورتا رہا۔پھر سخت لہجے میں بولا۔''مجھے یقین ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

""لیکن جھوٹ بولنے سے مجھے کیا فائدہ؟"" گرفتھ نے دلیل دی۔ ""میں سچ کہہ رہا ہوں انسپکٹر۔ یہ چالیس لاکھ ڈالر کی واردات ہوگی۔ کہاں، کب اور کیسے...... یہ میں نہیں جانتا لیکن واردات کے بعد میں پولیس کی مدد کرسکوں گا۔""

""ٹھیک ہے تو اب سن لو۔ تمھیں تحریری بیان دینا ہوگا۔ اس میں ہیپ کا تفصیلی حلیہ شامل ہونا چاہیے اور میں اس کے عوض تم سے کسی رعایت کا وعدہ نہیں کروں گا۔""

گرفتھ نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس کا چہرہ پسینے میں تر ہو رہا تھا۔ انسپکٹر نے سارجنٹ مارگریٹ کو ہدایت دی کہ وہ ڈیٹیکٹو راجر کو بھیج دے۔ پھر اس کے اشارے پر مورس نے گرفتھ کی ہتھکڑیاں کھول دیں۔ اتنی دیر میں ڈیٹیکٹو راجر آچکا تھا۔ انسپکٹر نے اسے گرفتھ کا بیان قلم بند کرنے کی ہدایت دی اور گرفتھ کو راجر کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا۔ ان کے جانے کے بعد وہ مورس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ دونوں ایک ساتھ کام کرچکے تھے۔ ان کے درمیان عناد نہیں رہا تھا تو دوستی بھی نہیں رہی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مورس کے ملازمت چھوڑنے کے بعد وہ ملے تھے۔ ""تمھارا کیا خیال ہے، اس کی کہانی سچی ہے؟"" انسپکٹر نے مورس سے پوچھا۔

""میرا خیال ہے، کسی نہ کسی حد تک ضرور سچی ہے۔"" مورس نے جواب دیا۔ ""یہ بھی طے ہے کہ وہ اپنی کھال بچانا چاہتا ہے۔ میرا خیال ہے، اس نے پوری بات نہیں بتائی ہے۔""

""میرا بھی یہی اندازہ ہے۔"" انسپکٹر نے کہا۔ ""بہرحال، میں جج کو فون کرتا ہوں کہ گرفتھ ہماری تحویل میں ہے۔ تم اس سلسلے میں ہیمی کو کچھ نہ بتانا۔ پھر دیکھیں گے کہ آگے کیا ہوتا ہے۔""

""ٹھیک ہے۔"" مورس اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اسے کچھ خیال آیا۔ اس نے جیب سے گرفتھ کا ریوالور نکال کر انسپکٹر کے سامنے رکھ دیا۔ ""یہ گرفتھ کا ریوالور ہے۔"" اس نے کہا۔ ""اور اس کا خیال رکھنا کہ وہ میرے لیے تین ہزار ڈالر کا چیک ہے۔""

مورس کے جانے کے بعد انسپکٹر نے کیپٹن بین کو طلب کرکے اسے مورس کے فون ٹیپ

کرنے کی ہدایت دی۔ ""مجھے شک ہے کہ گرفتھ اور مورس نے مل کر کھچڑی پکائی ہے۔"" اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ""ممکن ہے، ایسا نہ ہو لیکن میں اس سلسلے میں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرسکتا۔ راجر اور بوچر، گرفتھ کا بیان لے رہے ہیں۔ ڈی اے کو وہ بیان دکھا کر مورس کا فون ٹیپ کرنے کی باضابطہ اجازت لے لینا۔""

بین کے جانے کے بعد اس نے سرد آہ بھری اور اپنی بیوی کو فون کر کے مطلع کیا کہ شاید اسے واپسی میں دیر ہو جائے۔ عرصے سے یہی ہو رہا تھا۔ وہ بیوی کو وقت نہیں دے پا رہا تھا۔ مقام شکر یہ تھا کہ کیٹی بہت سمجھ دار عورت تھی۔

انسپکٹر باہر نکلا اور نیچے چلا آیا۔ تفتیش کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹک گیا۔ راجر اور بوچر، گرفتھ کے ساتھ مصروف تھے۔ وہ اسے مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والوں کی تصویریں دکھا رہے تھے کہ شاید ہیپ کی شناخت ہو جائے۔

گرفتھ کو اس شخص کی تصویر دیکھ کر شدید ذہنی جھٹکا لگا جس سے اس نے کوئنز بار میں گفتگو کی تھی۔ تاہم اس نے بھرپور کوشش کی بعد اپنے چہرے کو بے تاثر رکھنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ وہ دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ اسے علم ہی نہیں تھا کہ اس شخص کا ریکارڈ تھانے میں موجود ہے۔

انسپکٹر چند لمحے کمرے میں جھانکتا رہا۔ پھر وہ اپنے دفتر کی طرف چل دیا۔ وہ مطمئن تھا۔ راجر اور بوچر تھرڈ ڈگری ایکسپرٹ تھے۔ وہ گرفتھ سے حقیقت اگلوا سکتے تھے۔ خود اسے اب پولیس کمشنر سے بات کرنا تھی۔

انسپکٹر میکس کافمین، پولیس کمشنر کے دفتر کے باہر بیٹھا تھا۔ کمشنر کسی کال میں مصروف تھا۔ اس سے فراغت کے بعد وہ انسپکٹر کو طلب کرتا۔ انسپکٹر یاسیت کا شکار ہو رہا تھا۔ اس کے تھرڈ ڈگری ایکسپرٹس اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ گرفتھ کلی طور پر نہیں تو جزوی طور پر بہرحال سچ بول رہا تھا۔ لیکن وہ اس سے اس کے سوا کچھ اور نہیں اگلوا سکے کہ جلد ہی شہر میں ایک بڑی واردات ہونے والی ہے۔ پھر انسپکٹر نے اس جج کو فون کیا، جس نے گرفتھ کے وارنٹ جاری

کیے تھے۔اس نے اسے صورت حال بتاتے ہوئے گرفتھ کو اپنی تحویل میں لینے کی اجازت طلب کی تھی۔اس کے بعد گرفتھ کو پولیس اسٹیشن کے ہنی مون سیل میں بند کردیا گیا تھا، جو حوالات سے بالکل الگ تھلگ تھا۔پھر وہ گرفتھ کے بیان کی کاپی لے کر پولیس کمشنر سے ملنے چلا آیا تھا۔

کمشنر بلرڈ نے گرفتھ کے بیان کو بغور پڑھا اور انسپکٹر سے اس سلسلے میں کچھ سوالات کیے...... کچھ وضاحتیں طلب کیں۔ ''عجیب کیس ہے۔'' سب کچھ سننے کے بعد اس نے تبصرہ کیا۔

''جی ہاں۔میرا خیال ہے، آپ اسے سی آئی بی کو ریفر کرنا پسند کریں گے ''

کمشنر نے نفی میں سر ہلایا۔''ہرگز نہیں۔میں تمھیں اسی کیس کا انچارج بنا رہا ہوں۔ڈاکہ زنی کے ممکنہ کیس کا ... اور واردات ہونے کے بعد اس کیس کی تفتیش کا۔'' اس نے کہا۔''تم صرف مجھے جواب دہ ہوگے۔تمھیں کمشنر آفس کا مکمل تعاون حاصل ہوگا...... مکمل تعاون، پولیس کی تمام نفری اور آلات سمیت۔تمھیں گرفتھ کی معلومات کو درست فرض کرتے ہوئے ممکنہ روک تھام کرنی ہوگی۔کوشش کرو کہ اس ہیپ کو تلاش کیا جاسکے۔اس طرح تم واردات کے امکان کو یقینی طور پر روک سکتے ہو۔اسپیشل یونٹ ترتیب دو، جو واردات کے فوراً بعد تیزی سے حرکت میں آسکے۔کل تک مکمل ہنگامی منصوبہ مجھے بھیج دو۔''

انسپکٹر کا پہلا ردعمل یہ تھا کہ اسے اس ناانصافی پر غصہ آیا۔یہ بلاخواہ مخواہ اس کے گلے پڑی تھی لیکن جلد ہی اس کا غصہ سرد ہوگیا اور وہ کمشنر کا نکتہ نظر سمجھنے کے قابل ہوگیا۔منطق اعتبار سے وہ اس کیس کے لیے اہل ترین آدمی تھا۔گرفتھ اس کے پاس لایا گیا تھا لیکن و اس حقیقت کا کیا کرتا کہ وہ ناممکن قسم کا کیس تھا۔کوئی شخص اس جرم کی روک تھام کے لیے کی کرسکتا ہے، جس کی نوعیت، وقت اور مقام تک سے وہ بے خبر ہو۔اتنے بڑے شہر میں کہیں بھی کچھ ہوسکتا ہے۔پہلے سے معلوم نہ ہونے کی صورت میں روک تھام کیا معنی؟

لیکن اب اسے اس جرم کی روک تھام کے سلسلے میں مکمل منصوبہ تیار کرکے اگلے رو

کمشنر تک پہنچانا تھا۔اس کا مطلب ہوا کہ گھر کی چھٹی۔وہ ممکنہ جرم کی نوعیت کے سلسلے میں سوچتا رہا۔گرفتھ نے صرف اتنا بتایا تھا کہ واردات بڑی ہوگی۔یعنی کوئی بینک یا جواہرات کی کوئی دکان لوٹی جائے گی۔''لعنت ہے۔'' اس نے جھنجلا کر سوچا۔'کچھ بھی ہوسکتا ہے۔کہیں بھی ہوسکتا ہے۔'

اس لمحے پولیس ہیڈکوارٹر سے سو بلاک دور کونان، میٹرو آرٹ میوزیم میں ریمبراں کی شاہکار پینٹنگ ارسطو کا جائزہ لے رہا تھا۔اس تصویر کی قیمت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔وہ یہ فیصلہ نہیں کرپا رہا تھا کہ اس تصویر کو چرانے والی تصاویر میں شامل کیا جائے یا نہیں۔اس نے اس چوری کا منصوبہ کئی ہفتے پہلے بڑی جان ماری کے بعد بنایا تھا۔اس میں اس کے ساتھ چار افراد اور شریک تھے۔اس نے میوزیم میں موجود تصاویر کے سلسلے میں تحقیقی کام کیا تھا۔ریمبراں کی یہ پینٹنگ میوزیم نے ۱۹۶۱ء میں ۲۳ لاکھ ڈالر میں خریدی تھی لیکن ماہرین کا کہنا تھا کہ اس تصویر کی موجودہ قیمت کا تعین ناممکن ہے۔ان کا کہنا تھا کہ اب اس تصویر کی خریداری دنیا کے کسی بھی میوزیم کی بساط سے باہر ہے۔

یہی وجہ تھی کہ کونان اس کے بارے میں فیصلہ نہیں کرپا رہا تھا۔وہ جانتا تھا کہ یہ دنیا کی محبوب ترین پینٹنگ ہے۔اسے چرا کر نفرتیں کیوں خریدی جائیں۔اس کے علاوہ ایک وجہ اور بھی تھی۔وہ خود اس تصویر کے پرستاروں میں سے تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ واردات کے دوران تصویر کو کسی بھی طور نقصان پہنچنے کا امکان رہے۔وہ یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

اس کے منصوبے کی سب سے بڑی خوبصورتی یہی تھی کہ ان کے پاس چرانے کے لیے تصویروں کے انتخاب کا پورا پورا موقع تھا۔میوزیم ان کے لیے شجر دولت تھا۔پھلوں سے لدا ہوا۔جتنے چاہو پھل توڑ لو۔وہ چاہتا تھا کہ چرائی گئی تصویروں کی مالیت ۳۷ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر سے کم نہ ہو۔تاوان وصول کرنے کے لیے اس نے یہی رقم مقرر کی تھی۔اس طرح پانچ آدمیوں کے حصے میں ۷۵ ہزار ڈالر فی کس آتے تھے۔

وہ دبلا پتلا اور مستعد جوان تھا۔عمر ۲۷، ۲۸ کے لگ بھگ ہوگی۔وہ سیاہ فام تھا لیکن اس

کے چہرے کے نقوش بے حد دلکش تھے۔ صاف ستھرے لباس نے اسے اور پرکشش بنا دیا تھا۔ اس وقت وہ جس محبت سے والہانہ انداز میں تصویر کو دیکھ رہا تھا، اسے دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس تصویر کو چرانے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

ارسطو کی تصویر کے سامنے سے ہٹنے کے بعد وہ پورے میوزیم میں گھومتا پھرا لیکن اس کی توجہ کا مرکز تصویریں ہی تھیں۔ وہ طبعاً آرٹ کا دلدادہ تھا۔ فنون لطیفہ سے محبت اس کی فطرت میں شامل تھی۔

انھوں نے چھ ہفتے پہلے اس واردات کی منصوبہ بندی شروع کی تھی۔ اس وقت سے اب تک وہ ہفتے میں دو تین بار قاعدگی سے میوزیم آتا رہا تھا۔ وہ تصویروں کا جائزہ لیتا ہوا دوسری منزل پر زینوں کی طرف بڑھا۔ وہ گیلری کے اس حصے کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ جو واردات کے لیے بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ وہ کوریڈور کے ساتھ چلتا ہوا میوزیم کے اس حصے تک پہنچ گیا، جہاں کچھ عرصے پہلے تعمیر نو ہوئی تھی۔ وہ میوزیم کا ساؤتھ ونگ تھا۔ نوتعمیر شدہ گیلری میں سناٹا تھا۔ اس کے داخلی دروازے پر سرخ رسی باندھ کر اسے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس حصے کی دیواریں جوڑ دار تھیں اور ان پر حال ہی میں سفید پینٹ کیا گیا تھا۔ وہاں دیکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا لیکن کونان دروازے پر کھڑا گیلری کی عقبی دیوار کے ایک حصے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ مطمئن ہو گیا کہ اس جوڑ کو کسی نے نہیں چھیڑا ہے اور اس کے پیچھے رکھا گیا سامان محفوظ ہے۔

اچانک اسے دیکھے جانے کا احساس ہوا۔ وہ پلٹا، میوزیم کا باوردی گارڈ اس سے چند فٹ دور کھڑا تھا۔ ایک لمحے کو کونان خوفزدہ ہو گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دیوار کے پیچھے چھپایا گیا سامان دریافت کر لیا گیا ہو اور اب وہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ اس میں دلچسپی کون لیتا ہے۔ اس نے گارڈ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا اور سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔

''ہے نا عجیب بات؟ یہاں کتنی قابل دید چیزیں ہیں لیکن بے شمار لوگ رک کر اس خالی گیلری کو دیکھتے ہیں۔'' گارڈ نے کہا۔

''میرا خیال ہے، صرف تجسس کی وجہ سے۔'' کونان نے سکون کا سانس لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ سامان محفوظ ہے، جس کے زور پر وہ میوزیم والوں سے ساڑھے سینتیس لاکھ ڈالر وصول کرنے والے ہیں۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' گارڈ نے کہا اور مخالف سمت چلا گیا۔ کونان نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور میوزیم سے نکلنے کے ارادے سے چل پڑا۔ اب اسے اس بار تک پہنچنا تھا، جہاں وہ بارٹینڈر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔

کونان کا تعلیمی ریکارڈ ہمیشہ شاندار رہا تھا۔ وہ ہمیشہ اے گریڈ اور اس کے ساتھ وظیفہ لیتا رہا تھا۔ بی اے میں اس کے مضامین نفسیات اور فائن آرٹس تھے۔ وہ نفسیات میں ایم اے کرنا چاہتا تھا لیکن حالات نے اجازت نہیں دی۔ بی اے کرنے کے لیے بھی اسے راتوں کو ویٹر کی حیثیت سے ملازمت کرنا پڑی تھی۔ تعلیم کے آخری سال کے دوران اس کے ماں باپ ایک حادثے کی نذر ہو گئے۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اس نے ویت نام کی جنگ کے لیے اپنی خدمات فضائیہ کے لیے پیش کر دیں۔ بہت اچھے آئی کیو کی وجہ سے اسے ایئر فورس نیویگیشن اسکول بھیج دیا گیا۔ وہاں سے تربیت مکمل کرنے کے بعد اسے نیوی گیٹر کی حیثیت سے ویت نام بھیج دیا گیا۔

وہ عام سیاہ فام لوگوں کی طرح احساس کمتری کا شکار نہیں تھا لیکن جب عملی زندگی میں اسے اپنے رنگ کی بنیاد پر...... استبداد کا شکار ہونا پڑا تو وہ اندر سے سلگ اٹھا۔ اس کے باوجود اس نے استدلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی تھی...... لیکن وہ دیکھ رہا تھا کہ ناانصافی سفید فاموں کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ لوگ پیدائشی طور پر انتہائی بدصورت بھی ہوتے ہیں اور انھیں اسی بنیاد پر عملی زندگی میں ہر قدم پر رکاوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ عموماً انھیں ناکامیاں میسر آتی ہیں لیکن مشاہدہ بتاتا تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ کامیابی بھی حاصل کرتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جو کسی کمپلیکس میں مبتلا ہوئے بغیر مثبت جدوجہد کا عمل جاری رکھتے ہیں۔ ویت نام سے واپسی کے بعد اس نے

ملازمت کے حصول کی کوشش کی پتا چلا کہ اسے صرف آفس بوائے کی جاب مل سکتی ہے، تعلیمی قابلیت اور ایئر فورس کے درخشاں ریکارڈ کے باوجود۔ چنانچہ اس نے بارٹینڈر کی ملازمت کو ترجیح دی۔ وہ زندگی کی آسائشات بلکہ تعیشات کے خواب دیکھتا تھا لیکن اس نے یہ بھی جان لیا تھا کہ کسی سیاہ فام کو اس خواب کی تعبیر غیر معمولی محنت اور ذہانت سے اور ناجائز ذرائع سے ہی مل سکتی ہے۔

انسپکٹر میکس کافمین اس رات گیارہ بجے گھر پہنچ سکا۔ گھر پہنچتے ہی وہ کام میں مصروف ہوگیا۔ اسے ممکنہ واردات کی روک تھام کے سلسلے میں ہنگامی منصوبہ بنانا تھا، تاکہ صبح وہ منصوبہ پولیس کمشنر کی منظوری کے لیے بھجوایا جاسکے۔ اس نے اپنی اسٹڈی میں بیٹھ کر اٹیچی کیس کھولا اور اس میں سے فائلیں نکالیں۔ پھر اس نے اپنے لیے ایک جام بنایا اور کام میں مصروف ہوگیا۔ وقتاً فوقتاً وہ اس جام سے گھونٹ بھی لیتا رہا۔ وہ سر جھکائے کام کرتا رہا۔ منصوبے کی جزئیات اس کے ذہن میں طے ہوگئیں۔ اب انھیں کاغذ پر اتارنا تھا۔ اس نے قلم نکالا اور سرکاری پیپر پیڈ گھسیٹ لیا۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ اس آپریشن کے سلسلے میں اسے اپنے لیے ایک ہیلی کاپٹر طلب کرنا ہوگا۔ اس نے پیڈ پر لکھنا شروع کیا۔

'خفیہ'

منجانب: ڈپٹی چیف انسپکٹر میکس کافمین

بہ نام: پولیس کمشنر، نیویارک

یہاں تک لکھ کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس آپریشن کا کوئی نام بھی رکھنا تھا۔ کچھ سوچنے کے بعد اس نے نیچے لکھا۔ بسلسلہ آپریشن پنڈورا زباکس۔

یہ نام سوچ کر اسے خوشی ہوئی۔ اسے یونانی دیومالا کی کہانی یاد آگئی۔ قدیم یونانی عقیدے کے مطابق جوپیٹر دیوتا نے جس پہلی عورت کو تخلیق کیا، اس کا نام پنڈورا تھا۔ جوپیٹر دیوتا نے اسے پرومیتھیوس اور اس کے بھائی اپی میتھیوس کو سونپ دیا تھا۔ اپی میتھیوس کے قبضے میں ایک صندوق تھا جس کے بارے میں اس نے پنڈورا کو سختی

سے ہدایت کی تھی کہ اسے کبھی نہ کھولے لیکن ایک دن تجسس کی ماری پنڈورا نے وہ بکس کھول دیا۔ اس میں سے وہ تمام بلائیں۔ شیطانی قوتیں اور تکالیف برآمد ہوئیں جن سے دنیا آج بھی عاجز ہے۔ البتہ اس میں سے ایک اچھی چیز بھی نکلی...... امید۔ اس کہانی کا سبق یہ تھا کہ شیطانی قوتیں کتنی ہی حاوی ہوجائیں۔ امید برقرار رہتی ہے.... اور جب تک انسان پرامید ہو، وہ ان قوتوں سے اور تکالیف سے نہیں ہارتا۔

انسپکٹر میکس مطمئن تھا کہ اس آپریشن کے لیے یہ مناسب ترین نام ہے۔

کونان نے الماری سے اپنا سوٹ کیس نکالا۔ اب اسے گرانڈ سینٹرل اسٹیشن سے برونکس کے لیے ٹرین پکڑنی تھی۔ دو گھنٹے بعد وہ برونکس والے مکان میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں سوٹ کیس کے علاوہ چند شاپنگ بیگ بھی تھے۔ اس کے چاروں ساتھی ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ وہ گزشتہ پانچ روز سے اس مکان تک محدود تھے۔ ڈرائنگ روم کی فضا میں تمباکو کی بو رچی ہوئی تھی۔ ٹی وی آن تھا لیکن اس کی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ وہ معمول کے مطابق پوکر کھیل رہے تھے۔ گزشتہ پانچ روز میں انھیں پوکر کے سوا وقت گزاری کا کوئی ذریعہ میسر نہیں آیا تھا۔

ان میں ونس ڈی اینجلو تھا۔ اس کے برابر ایڈی چلٹن بیٹھا تھا۔ تیسرا شخص ہیگر تھا۔ اس کے ساتھ گریگ بیٹھا تھا۔ کونان نے ان چاروں کو بغور دیکھا۔ وہ کسی اعتبار سے بھی میٹرو میوزیم میں ڈاکہ ڈالنے کے اہل نہیں لگتے تھے لیکن وہ مطمئن تھا کہ اس نے ہر شخص کو اس کی اہلیت کے مطابق کام سونپا ہے۔ ان کی شمولیت واردات کی کامیابی کے لیے ناگزیر بھی تھی۔

وہ چاروں بہت قریبی دوست تھے۔ وہ برونکس کے اونچے متوسط طبقے والے علاقے میں نچلے متوسط گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ڈی اینجلو کے باپ کی چھوٹی سی باربر شاپ تھی، جہاں وہ اکیلا کام کرتا تھا۔ ہیگر کے باپ کی بیکری تھی۔ ایڈی کا باپ اسٹیم فٹر تھا جبکہ گریگ کے خاندان کے بیشتر افراد ریلوے میں ملازم تھے۔ وہ چاروں بچپن ہی سے ساتھ

تھے اوراپنی جماعت کے دوسرے لڑکوں کے مقابلے میں احساس کمتری اور احساس محرومی کا شکار رہتے تھے۔ یہی وہ قدرِ مشترک تھی، جوان کے مابین بندھن کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہی وہ چیز تھی جس نے انھیں ایک بار محض سیر کے لیے کار چرانے پر مجبور کیا۔ وہ کئی بار چھوٹی موٹی چوریاں کرتے ہوئے پکڑے جانے سے بال بال بچے تھے۔ ان میں سے کسی کو کالج جانا نصیب نہیں ہوا۔ اسکول چھوڑنے کے بعد ڈی اینجلو اور ہیگر کو ایک کنسٹرکشن کمپنی میں ملازمت مل گئی۔ ایڈی کو ایک مقامی گیراج میں کام مل گیا اور گرگ کو مین ہٹن کی ایک لگژری اپارٹمنٹ بلڈنگ میں چوکیداری میسر آگئی۔

عمر کے ساتھ ساتھ ان کے وجود میں اگنے والا بے قناعتی کا پودا جڑ پکڑتا اور پھلتا پھولتا گیا۔ وہ جب بھی ملتے، امارت کے مشترکہ خواب کی باتیں کرتے۔ کی ایسی واردات کی باتیں، جو انھیں پلک جھپکتے امیر بنا دے لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ محض خالی خولی باتیں ہیں۔

ڈی اینجلو، ائیرفورس میں بھرتی ہو کر ویت نام گیا۔ وہاں سے واپس آتے ہی اس نے دوبارہ کنسٹرکشن کمپنی جوائن کر لی۔ بچھڑے ہوئے تینوں دوستوں سے رابطہ بھی دوبارہ بحال ہو گیا۔

کونان نے شاپنگ بیگ میز پر رکھے اور اعلان کیا۔ ”آجاؤ دوستو! میں چاہتا ہوں کہ ہم پرتعیش مستقبل کی ایک ہلکی سی حقیری جھلک دیکھ لیں۔“ یہ کہہ کر اس نے شمپین کی بوتلیں اور کھانے کی تمام اشیاء تھیلوں سے نکال کر میز پر ڈھیر کر دیں۔ چاروں دوست سیٹیاں بجانے لگے۔ چند ہی لمحوں میں وہاں دعوت کا سا سماں ہو گیا۔ شمپین کی بوتلوں کے کاگ اڑے اور زندگی پرتعیش نظر آنے لگی۔

ڈی اینجلو اور کونان جنگ کے دوران ملے تھے۔ کونان بی ۵۲ بمبار کا نیوی گیٹر اور لیفٹیننٹ تھا، جبکہ ڈی اینجلوئیس سروس گراؤنڈ کریو کا ماسٹر سارجنٹ تھا۔ ۱۹۷۳ء کا وہ عرصہ جنگ کے اعتبار سے بڑا عجیب تھا۔ کیمپ میں افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ معاہدۂ امن پر دستخط ہونے والے ہیں۔ ہر فوجی کا خیال یہی تھا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے۔ ہر شخص کو گھر جانے کی فکر

تھی۔ غیر سنجیدگی کا دور دورہ تھا لیکن ڈی اینجلو اپنے اسٹاف سے سختی سے کام لیتا تھا۔ اس کے نزدیک جنگ جب تک جاری تھی سنجیدگی کی متقاضی تھی۔ وہ اپنے اسٹاف کو تساہل نہیں برتنے دیتا تھا۔ دوسری طرف کونان کا طرزِ عمل بھی یہی تھا۔ وہ ہر پرواز کے بعد بڑی سنجیدگی سے اپنے طیارے پر وقت صرف کرتا اور اس سلسلے میں گراؤنڈ کریو سے اس کا رابطہ رہتا۔ یہ چیز ان دونوں کو قریب لے آئی۔

ڈی اینجلو نے کبھی کسی سیاہ فام سے دوستی نہیں کی تھی لیکن درحقیقت اسے کونان جیسا دوست بھی کبھی نہیں ملا تھا۔ کیمپ میں کونان کی ساکھ بہت اچھی تھی۔ ان دنوں فوجیوں کے درمیان منشیات کی اسمگلنگ اور بلیک مارکیٹنگ بہت عام تھی۔ ڈی اینجلو کا خیال تھا کہ کونان بھی اس میں ملوث ہوگا۔ بعد میں کونان نے اُسے بتایا کہ اس کے نزدیک وہ گھٹیا پن تھا۔ اسی لیے وہ اس میں ملوث نہیں ہوا۔ البتہ اس کا دھندا کچھ اور تھا۔ کونان فوجیوں کے درمیان شرطوں کا کاروبار کر رہا تھا۔ ٹی وی پر امریکا سے براہ راست جو اسپورٹس کے مقابلے دکھائے جاتے تھے، وہ ان پر شرطیں بک کرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک طرح کا سٹہ بھی چلاتا تھا۔ بیس کے نوٹس بورڈ پر ہر صبح گزشتہ روز گرائے جانے والے بموں کی تعداد لکھی جاتی تھی۔ سٹہ کھیلنے والوں کو اس تعداد کے آخری تین ہندسے بتانے ہوتے تھے۔

پھر ایک موقع پر بمباری کا سلسلہ عارضی طور پر موقوف کر دیا گیا۔ کونان نے سی او سے بات کر کے اپنے اور ڈی اینجلو کے لیے ایک ہفتے کی چھٹی لی۔ وہ ہفتہ ان دونوں نے سائیگاؤں میں گزارا۔ وہاں کونان نے ڈی اینجلو کے سامنے اپنی اس نوازش کی وضاحت کی۔ ”سارجنٹ، درحقیقت ہماری سیفٹی تم لوگوں کی مرہونِ منت ہے۔ تم ہمیشہ قابلِ اعتماد ثابت ہوئے ہو۔ میں خود کو تمہارا مقروض سمجھتا ہوں۔“

جوئے اور سٹے کے سلسلے میں ایک کارپول کونان کی معاونت کرتا تھا۔ اسے امریکا بھیج دیا گیا۔ اس کی روانگی کے بعد کونان نے ڈی اینجلو کو کارپول کی جگہ کام کرنے کی پیشکش کی، جو ڈی اینجلو نے قبول کر لی۔ یوں اسے اوسطاً تین سو ڈالر فی ہفتہ اضافی آمدنی ہونے

گئی۔ان کی دوستی بڑھ گئی۔انھوں نے ایک دوسرے کے متعلق گفتگو کی۔یوں ڈی اینجلو کے تینوں دوستوں سے کونان کا غائبانہ تعارف ہوا۔

جنگ سے واپس آنے کے بعد ان دونوں کے درمیان فون کے ذریعے رابطہ رہا۔کونان بارٹینڈر کی حیثیت سے ملازمت کررہا تھا۔اس کی آمدنی اچھی خاصی تھی لیکن وہ عمر بھر بارٹینڈر نہیں رہنا چاہتا تھا۔یہ سب اس کی ذہانت اور تعلیم کی توہین تھی۔پھر زندگی کے بارے میں اس کے خواب تھے۔معقول ملازمت کے حصول میں ناکامی کے بعد اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ بالآخر اسے کوئی غیر قانونی کام کرنا ہوگا۔

وہ اس سلسلے میں سوچتا رہا۔میٹرو آرٹ میوزیم کی طرف اس کا دھیان عمر بھر نہیں جا سکتا تھا اگر اس نے نیویارک ٹائمز میں وہ خبر نہ پڑھی ہوتی۔خبر کے مطابق میوزیم میں ایک نئے ونگ کا اضافہ کیا جارہا تھا تاکہ میکسیکن آرٹ کے نمونوں کے لیے جگہ بنائی جا سکے۔وہ خبر پڑھنے کے بعد کونان میوزیم گیا۔اس نے آرٹ کی تعلیم حاصل کی تھی۔اسے اندازہ ہوگیا کہ میوزیم ایک بے بہا خزانے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس نے فرض کیا کہ ڈی اینجلو تعمیر نو کا کام کرنے والے اسٹاف میں شامل ہے۔سوال یہ تھا کہ ڈی اینجلو کی اس پوزیشن سے کیا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔وہ سوچتا رہا۔سوچنے کو کئی پہلو تھے۔تصویروں کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔یہ بات وہ گوارا نہیں کرسکتا تھا۔وہ خون خرابا بھی نہیں چاہتا تھا......یعنی ہتھیاروں سے پاک منصوبہ ہو۔یہ اس کی ذہانت کے لیے چیلنج تھا۔اس نے چیلنج قبول کرلیا۔

ایک ہفتے کے غور وفکر کے بعد اس نے منصوبے کا خاکہ تیار کرلیا لیکن اس کا انحصار اس پر تھا کہ ڈی اینجلو سے متوقع مدد واقعتاً مل سکے۔اس نے ڈی اینجلو کو فون کرکے سینٹرل پارک بلالیا۔پارک میں چہل قدمی کے دوران اس نے ڈی اینجلو کو نیویارک ٹائمز کا تراشا دکھایا۔’’تم کسی طرح اس کام میں شامل ہوسکتے ہو؟‘‘ اس نے ڈی اینجلو سے پوچھا۔

’’بالکل ہوسکتا ہوں۔یونین میں میرا اچھا اثر رسوخ ہے۔یہ کوئی بڑی بات نہیں۔یہ

بتاؤ، تمھارے ذہن میں کیا ہے؟‘‘

’’میں کام دکھانا چاہتا ہوں......زوردار کام۔ہم ویت نام میں بھی ساتھ کام کرچکے ہیں لیکن اس ایک کام سے ہمارے دن پھر جائیں گے۔‘‘

’’کیا مطلب؟ میوزیم کو لوٹنا ہے کیا؟‘‘ ڈی اینجلو چوکنا ہوگیا۔

’’کیوں، ڈر گئے کیا؟‘‘

’’اس کا انحصار خطرات کی نوعیت پر ہے۔کوئی منصوبہ ہے تمھارے ذہن میں؟‘‘

’’وہ تو بعد کی بات ہے پہلے تو تمھیں میوزیم کا جائزہ لے کر یہ معلوم کرنا ہے کہ وہاں کوئی ایسی جگہ ہے، جہاں کچھ دیر کے لیے دو آدمی اور کچھ سامان چھپایا جاسکے۔تم میرا مطلب سمجھ رہے ہونا......کوئی کھوکھلی دیوار......‘‘

ڈی اینجلو نے اثبات میں سر ہلایا۔’’دیکھنا پڑے گا۔‘‘ پھر اس نے پوچھا۔’’تم مجھے منصوبے کے بارے میں نہیں بتانا چاہتے۔‘‘

’’فی الوقت اس کا کچھ فائدہ نہیں۔تمھارا جواب اثبات میں ہوا تو یقین کرو، خطرات نہ ہونے کے برابر ہوں گے اور مال تگڑا ملے گا۔بس مجھے اتنا پتا چل جائے کہ وہاں ایسی کوئی خفیہ جگہ ممکن ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔میں دیکھوں گا اور پھر تمھیں بتاؤں گا۔‘‘ ڈی اینجلو نے کہا۔’’لیکن کونان......تم جانتے ہو، میں اور ہیگر ہمیشہ ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔وہ قابل اعتماد آدمی ہے۔‘‘

’’منظور ہے۔ویسے ہمیں اور آدمیوں کی ضرورت بھی پڑے گی۔‘‘ کونان نے سر ہلا کر کہا۔’’لیکن اس سلسلے میں بعد میں بات ہوگی۔‘‘

تین دن بعد ڈی اینجلو نے فون کرکے بتایا کہ وہ اور ہیگر میوزیم کی تعمیر نو کرنے والے عملے میں شامل ہوگئے ہیں۔مزید تین دن بعد ڈی اینجلو نے فون کیا تو اس کی آواز ہیجان سے لرز رہی تھی۔’’مجھے تم سے ملنا ہے۔بہت اہم بات بتانی ہے۔‘‘

اس شام کونان کے اپارٹمنٹ میں ان کی ملاقات ہوئی۔’’میوزیم میں تمھارے مطلب

کی جگہ مل گئی ہے۔'' ڈی اینجلو نے چھوٹتے ہی کہا۔ ''یہ بھی سن لو کہ میوزیم میں تعمیراتی کام کی نوعیت کیا ہے۔ میوزیم کے ایک ونگ میں چند دیواریں اور کچھ حصے کی چھت تبدیل کرنی ہے۔ ہم یونہی جھانکتے پھر رہے تھے کہ ہمیں ایک کام کی دیوار نظر آ گئی۔ ہمیں پتا چلا کہ دیوار کے ایک حصے کو مخصوص انداز میں دبایا جائے تو پینل کھسک جاتا ہے۔ پینل کے عقب میں خاصی جگہ ہے۔ کیا خیال ہے؟''

''کہتے رہو۔ میں سن رہا ہوں۔''

''پینل کا عقبی خلا اندازاً سات فٹ اونچا چھ فٹ لمبا اور چار یا پانچ فٹ چوڑا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ برسوں سے کسی نے اس دیوار پر توجہ نہیں دی ہے۔ پینل اپنی جگہ موجود ہو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دیوار کھوکھلی ہے۔''

''بہت خوب۔ بات بنتی نظر آ رہی ہے۔''

ڈی اینجلو کے چہرے سے فکرمندی جھلکنے لگی۔ ''میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم میوزیم سے کوئی چیز کیسے نکالو گے۔ وہاں بڑی تعداد میں گارڈز ہیں۔ جو چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دیتے ہیں۔''

''مجھے ان کی کوئی پروا نہیں۔'' کونان نے کہا۔ ''سوال یہ ہے کہ آتے جاتے تمھاری تلاشی لی جاتی ہے؟''

''واپسی کے وقت زبردست تلاشی لی جاتی ہے، البتہ آتے ہوئے اکثر ہم لوگوں کے پاس اوزار یا دوسری چیزیں ہوتی ہیں۔ انھیں وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے۔''

''یعنی تم کچھ سامان بہ آسانی اندر لے جا سکتے ہو اور اسے اس کھوکھلی دیوار میں چھپایا بھی جا سکتا ہے؟''

''ہاں یہ کوئی مسئلہ نہیں۔''

کونان سوچ میں ڈوب گیا۔ ڈی اینجلو اسے دیکھتا رہا، پھر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ ''کونان...... اس قسم کی واردات کے لیے بھاری سامان اندر لے جانا ہوگا۔ یہ دشوار ثابت ہو سکتا ہے۔''

''نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ ہم یہ ہاتھ ضرور ماریں گے۔'' کونان نے اسے یقین دلایا۔

''لیکن قیمتی اشیاء کے ساتھ الیکٹرونک الارم بھی منسلک ہو سکتا ہے۔'' ڈی اینجلو نے خدشہ ظاہر کیا۔ وہ خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''میرے منصوبے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''اپنا منصوبہ تو بتاؤ۔'' ڈی اینجلو نے جھنجھلا کر کہا۔

''سیدھا سا منصوبہ ہے۔ ہمیں کم از کم ۴۰ لاکھ ڈالر مالیت کی تصویریں چرانی ہیں اور اس کے بعد میوزیم کی انتظامیہ سے تاوان طلب کرنا ہے لیکن ہمیں اصل واردات سے پہلے ایک چھوٹی واردات کرنا ہوگی۔ میرا خیال ہے، تمھارے تینوں دوست ہیگر، ایڈی اور گریگ اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں ۷۵ ہزار ڈالر آئیں گے۔ کیا خیال ہے، تمھارے دوست دلچسپی لیں گے؟''

''مجھے یقین ہے کہ وہ ۷۵ ہزار ڈالر کے لیے ہر کام کر سکتے ہیں۔''

''بس تو ٹھیک ہے۔ اب غور سے سنو......'' کونان نے کہا۔ پھر وہ سرگوشیوں میں اپنے منصوبے کا ہر مرحلہ جزئیات سمیت بیان کرتا رہا۔ وہ خاموش ہوا تو ڈی اینجلو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ڈی اینجلو منصوبے کی ذہانت آمیز خوبصورتی پر حیران تھا۔ وہ کونان کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

چار ہفتے وہ مصروف رہے۔ منصوبے کے مطابق انھوں نے برونکس کے علاقے میں ایک چھوٹا مکان کرائے پر لے لیا۔ ابتدا میں کونان اور ڈی اینجلو نے کسی کی نظروں میں آنے کے خوف سے فیصلہ کیا تھا کہ وہ تنہا ملتے رہیں گے۔ کونان اس آپریشن کا اوورسیئر تھا جبکہ ڈی اینجلو رابطہ آفیسر کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ کونان کے احکامات اور ہدایات اپنے تین ساتھیوں تک پہنچاتا تھا۔ وہ پانچوں صرف ایک بار یکجا ہوئے تھے۔ چھوٹی واردات کے فوراً بعد جو، ڈی اینجلو، ہیگر، ایڈی اور گریگ نے کی تھی لیکن ڈی اینجلو نے محسوس کر لیا کہ اس کے تینوں

ساتھیوں کو کونان سے احکامات لینا پسند نہیں ہے۔ ان کے نزدیک وہ ایک حقیر سیاہ فام تھا۔ ظاہر ہے، انھوں نے اسے ویت نام میں ایک افسر کی حیثیت سے کام کرتے نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ ڈی انجلو نے احکامات پہنچانے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ صرف اسی صورت میں سب کو یکجا رکھا جاسکتا تھا۔

ڈی انجلو اور ہیگر نے میوزیم کا کام ختم ہوتے ہی کنسٹرکشن کمپنی کی ملازمت چھوڑ دی تھی۔ وہ جمعے کا دن تھا۔ جمعے سے اب تک وہ چاروں برونکس کے اس مکان میں چھپے ہوئے تھے......

''ٹھیک ہے۔ دعوت ختم، اب ہمیں کام کرنا ہے، کونان نے کہا اور ایک شاپنگ بیگ سے میٹرو آرٹ میوزیم کی گائیڈ بک برآمد کی۔ ''سوال یہ ہے کہ ہمیں کون کون سی پینٹنگز چرانی ہیں۔'' اس نے مزید کہا۔ ''پھر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سو اور پچاس ڈالر کے نوٹوں کی شکل میں ۳۷ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر کی رقم کا پھیلاؤ کتنا ہوگا......''

منگل کی صبح آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ طلوع آفتاب سے قبل بوندا باندی ہوئی تھی لیکن گرمی کے اعتبار سے وہ بارش ناکافی تھی۔ درجۂ حرارت اب بھی ۸۱ تھا۔ انسپکٹر میکس سات بجے دفتر پہنچ گیا اور کمشنر کو پیش کرنے والے ہنگامی منصوبے کی نوک پلک درست کرنے میں لگ گیا۔ نو بجے سارجنٹ مارگریٹ آئی تو منصوبہ مکمل ہو چکا تھا۔ انسپکٹر نے سارجنٹ کو منصوبہ ٹائپ کرنے میں لگا دیا۔ دس بجے اس نے منصوبے کے کاغذات کو سربہ مہر لفافے میں رکھ کے کمشنر کو بھجوا دیا۔ پونے گیارہ بجے کمشنر نے فون پر منصوبے کی منظوری دے دی۔ گیارہ بجے منصوبے کی کاپیاں تمام متعلقہ دفاتر اور تھانے بھیج دی گئیں۔ اس کے علاوہ ہیڈکوارٹر کے سینٹرل کمپیوٹر کو منصوبے کی پروگرامنگ بھی دے دی گئی۔ منصوبے کے کوڈ پی بی زیرو زیرو اور پی بی ون ون تھے۔ پی بی زیرو زیرو الرٹ کا سگنل تھا۔ اس کے نتیجے میں ہر پولیس اسٹیشن پر دو اسکواڈ کاروں کو الرٹ ہونا تھا۔ اس کے علاوہ ایسٹ ۱۶۰ اسٹریٹ پر واقع ہیلی پیڈ اسٹاف کو بھی الرٹ ہو جانا تھا تاکہ انسپکٹر میکس کو حسب

ضرورت ہیلی کاپٹر میسر آسکے۔ پی بی ون ون الرٹ کا اگلا درجہ تھا۔ ہر پولیس اسٹیشن کو شہر میں کسی بھی غیر معمولی واقعے کی اطلاع انسپکٹر میکس کو دینی تھی۔ یہ فیصلہ کرنا میکس کا کام تھا کہ وہ آپریشن بنڈورا زباکس سے متعلق ہے یا نہیں۔ انسپکٹر کو ایک طاقت ور سگنل بیپر فراہم کیا گیا تھا تاکہ ٹیلی فون سے دور ہونے کی صورت میں بھی اس سے رابطہ ممکن رہے۔ انسپکٹر کو بیپر پر سگنل ملنے کی صورت میں ہیڈکوارٹر کے ریڈیو روم سے رابطہ قائم کرنا تھا۔

میکس نے کوئنز پولیس اسٹیشن پر چھان بین کے بعد چار مستعد ڈیٹیکٹوز کو ہیپ کی تلاش پر مامور کر دیا تھا۔ انھیں اس کا حلیہ بتا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ فراہم کرنے کو کوئی معلومات تھیں ہی نہیں۔ گرفتھ تفتیش کے کمرے میں تھا۔ راجر اور بوچر مسلسل اسے کرید رہے تھے۔ سوا گیارہ بجے میکس نے کمرے میں جھانکا۔ کمرے میں موجود تینوں افراد بے حد تھکے تھکے دکھائی دے رہے تھے۔ میکس نے اشارے سے راجر کو باہر بلایا۔ ''کہو......کوئی نئی بات معلوم ہوئی؟'' میکس نے پوچھا۔

راجر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بہت ضدی آدمی ہے۔ دو ایک نکتوں پر لڑکھڑایا تو ہے لیکن اپنے بیان پر ڈٹا ہوا ہے۔''

''تمھارا اب بھی یہی خیال ہے کہ وہ سچ بول رہا ہے؟''

''جی ہاں۔ اس سلسلے میں میں اور بوچر متفق ہیں۔'' راجر نے جواب دیا۔ ''البتہ یہ بات طے ہے کہ وہ کچھ چھپا رہا ہے۔ وہ پولی گراف ٹیسٹ سے خوفزدہ ہے لیکن اس سلسلے میں زبردستی نہیں کی جاسکتی۔''

میکس نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس نے انھیں گرفتھ پر تھرڈ ڈگری آزمانے کی اجازت بھی نہیں دی تھی۔ ''ٹھیک ہے، تم جاؤ۔'' اس نے راجر سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ وہاں کیپٹن بین اس کا منتظر تھا۔

''ہم نے مورس کے فون ٹیپ کیے۔ اس کی نگرانی کی لیکن وہ اب تک اس معاملے سے متعلق ثابت نہیں ہوا ہے۔'' بین نے انسپکٹر میکس کو بتایا۔

"مجھے اس کی توقع بھی نہیں تھی۔" میکس نے کہا۔ "یہ کاروائی محض احتیاطاً کی گئی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ موریس کا کردار بے داغ ہے۔"

سوا دو بجے فون کی گھنٹی بجی اور ساتھ ہی میکس کی جیب میں رکھا ہوا بیپر بھی سگنل دینے لگا۔ "انسپکٹر میکس۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"انسپکٹر! میں ہیڈ کوارٹر سے آفیسر جارج بول رہا ہوں۔ ابھی ابھی لبرٹی اسٹریٹ پر دھماکے کی اطلاع ملی ہے۔ تفصیلات نامعلوم۔"

میکس نے زیر لب کوستے ہوئے سوچا۔ امریکا کا اہم ترین بینک فیڈرل ریزرو لبرٹی اسٹریٹ پر واقع تھا۔ بات صرف رقم کی نہیں تھی۔ مختلف ممالک کا سونا بھی امانتاً وہاں رکھا جاتا تھا۔ وہاں ڈاکہ زنی کی واردات اس شہر ہی کو نہیں۔" پوری دنیا کو ہلا سکتی تھی۔" پی بی زیرو زیرو۔" اس نے حکم دیا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ کر اپنے کمرے سے نکل آیا۔ انداز عاجلانہ تھا۔

بل کھاتا ہوا سیاہ دھواں ایک بلاک دور ہی سے نظر آ رہا تھا۔ ڈرائیور نے راستہ بنانے کے لیے سائرن آن کر دیا۔ وہاں کئی پولیس کاریں موجود تھیں۔ پولیس والے ہجوم کو دور ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ فائر مین بھی نظر آئے۔ کار آدھے بلاک کے فاصلے پر رک گئی۔ انسپکٹر میکس نے اپنا واکی ٹاکی سنبھالا۔ اسے اپنے دفتر سے نکلے اٹھائیس منٹ ہو چکے تھے۔ اس کے لیے مخصوص کردہ ہیلی کاپٹر اوپر چکرا رہا تھا۔ پائیلٹ اس کی طرف سے ہدایات کا منتظر تھا۔ پولیس اسکواڈ کاروں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ قطار بندی کر رہی تھیں۔ پولیس نے ریزرو بینک کے گرد گھیرا ڈال دیا تھا۔

میکس آگے بڑھا۔ اسے سڑک کے بیچ میں جلی ہوئی سیاہ لاش نظر آئی۔ لاش بھیگی ہوئی تھی، جس سے پتا چلتا تھا کہ فائر مینوں نے اس بدنصیب کو بچانے کی کوشش کی تھی۔ میکس راستہ بناتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اچانک اسے فائر چیف سلیوان نظر آیا۔ ساتھ ہی ایک جلتی ہوئی کار۔ میکس جلدی سے سلیوان کی طرف بڑھا۔ "کیا ہوا؟ کیا چکر ہے؟" اس نے

پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"وہی مصیبت ہے۔" سلیوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اسٹیم لائن پھٹ گئی تھی۔ یہ کار اس کی لپیٹ میں آ گئی بدنصیب ڈرائیور دیکھتے ہی دیکھتے جل مرا۔ کوئلہ ہو گیا۔ مجھے تو ان پائپ لائنوں کی وجہ سے ایسا لگتا ہے کہ پورا شہر بارود کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا ہے۔"

میکس جانتا تھا کہ مین ہٹن کے علاقے میں ایسے دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ پھر بھی اس نے پوچھا۔ "کوئی مشکوک بات تو نہیں۔ میرا مطلب ہے، کسی نے دانستہ کوئی گڑبڑ تو نہیں کی؟"

"نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ کیوں؟" سلیوان نے چونک کر اسے دیکھا۔ میکس بینک کی عمارت کو دیکھ رہا تھا۔ "اوہ میں سمجھا۔" سلیوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، بینک کو کوئی خطرہ نہیں۔ اب میں سمجھا کہ سارے شہر کی پولیس یہاں کیوں اکٹھی ہو گئی ہے۔ بہرحال، میرے خیال میں اس دھماکے سے بینک کا کوئی تعلق نہیں۔"

میکس آگے بڑھ گیا۔ آگ بجھ چکی تھی لیکن فائر مین اب بھی مصروف تھے۔ اپنی کار میں پہنچ کر میکس نے ہیڈ کوارٹر کو پی بی زیرو زیرو کینسل کرنے کی ہدایت دی۔

دوسری کال چار بج کر چالیس منٹ پر آئی۔ اسے مطلع کیا گیا کہ جیولری ڈسٹرکٹ میں ۱۴۸ اسٹریٹ پر ایک دکان میں ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکو دکان میں محصور ہیں اور فائرنگ ہو رہی ہے۔ انسپکٹر نے پی بی زیرو زیرو جاری کرنے کی ہدایت کی اور دفتر سے نکل آیا۔

پندرہ منٹ میں وہ جائے واردات پر پہنچ گیا۔ پولیس نے ۱۴۸ اسٹریٹ کو دونوں طرف سے بلاک کر رکھا تھا۔ اس بار بھی علاقہ پولیس سے بھرا ہوا تھا۔ ایمبولینس بھی موجود تھی اور اوپر ہیلی کاپٹر بھی چکر لگا رہا تھا۔ انسپکٹر اپنا بیج دکھاتے ہوئے بڑھتا رہا۔ ڈوروے میں ایک لیفٹیننٹ کھڑا تھا۔ "صورت حال قابو میں ہے سر۔" اس نے انسپکٹر کو بتایا۔ "دونوں ڈاکو مارے جا چکے ہیں۔"

انسپکٹر نے دکان کا جائزہ لیا۔ دیواروں کے سوراخ اچھے خاصے مقابلے کی گواہی دے رہے تھے۔ فرش پر خون ہی خون تھا۔ اسٹور کی ایک ملازمہ دیوار سے لگی ہوئی ہسٹریائی انداز میں چیخے جارہی تھی۔ مینجر رومال سے اپنا پسینے میں تر چہرہ پونچھ رہا تھا۔ پولیس کیپٹن نے انسپکٹر کو بتایا کہ ڈاکو صرف دو تھے...... اور دونوں ہی مارے جاچکے ہیں۔

انسپکٹر خاموشی سے دکان سے نکل آیا۔ اپنی کار میں پہنچ کر اس نے ہیڈکوارٹر ریڈیو روم سے رابطہ قائم کیا اور پی بی زیرو زیرو واپس لینے کی ہدایت دی۔ وہ خود کو احمق محسوس کر رہا تھا...... اس لڑکے کی طرح، جو شیر آیا شیر آیا کا شور مچانے کا عادی ہوگیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سچ مچ شیر آ گیا تو کیا ہوگا۔

رات دس بجے وہ گھر پہنچا۔ وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ کھانا کھاتے ہی سو گیا۔ حالانکہ اسے احساس تھا کہ بیوی اس سے بات کرنے کو ترس رہی ہے۔

کونان، ڈی اینجلو اور ہیگر سہ پہر کو برونکس والے مکان سے نکلے۔ انھوں نے اسٹیشن سے شہر جانے والی ٹرین پکڑی۔ وہ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ڈی اینجلو نے اپنا سر منڈوالیا تھا اور آنکھوں پر اسٹیل فریم کی عینک لگالی تھی۔ ہاتھ میں چھڑی تھی اور وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ ہیگر نے اپنے بال نہ صرف کروکٹ کرالیے تھے بلکہ انھیں سیاہ رنگو لیا تھا۔ اس کی آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ تھا۔ یہ احتیاط میوزیم کے گارڈز کی نظروں سے بچنے کے لیے کی گئی تھی۔ تعمیر نو کے دنوں میں وہ دونوں میوزیم آتے رہے تھے۔ خدشہ تھا کہ کوئی گارڈ انھیں پہچان نہ لے۔ اس صورت میں پورا منصوبہ چوپٹ ہوسکتا تھا۔

وہ ساڑھے تین بجے کے بعد گرانڈ سینٹرل اسٹیشن پہنچے۔ اسٹیشن پر انھوں نے کافی پی۔ پھر انھوں نے اپنی گھڑیاں ملائیں اور اسٹیشن سے نکل کر ٹیکسی پکڑلی۔ میڈیسن ایونیو پر وہ ٹیکسی سے اترے اور ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ وہ چوتھائی بلاک کا فاصلہ درمیان میں رکھ کر چل پڑے۔ ڈی اینجلو سب سے آگے تھا، ہیگر درمیان میں اور کونان سب سے آخر میں۔

ڈی اینجلو میوزیم میں داخل ہوچکا تھا۔ ہیگر سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ کونان نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ چار بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ میوزیم بند ہونے میں ۵۰ منٹ باقی تھے۔ انھوں نے احتیاطاً خود کو زیادہ وقت دیا تھا کہ ممکن ہے، اچانک کسی رکاوٹ کی وجہ سے وقت برباد ہوجائے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کونان کا دل غیر معمولی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

میوزیم میں اس روز غیر معمولی رش تھا۔ کونان نے اندر پہنچتے ہی ڈی اینجلو کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ ڈی اینجلو اس وقت دوسری منزل کے زینے پر تھا۔ اس کے آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی کونان خود بھی دوسری منزل کے زینے کی طرف چل پڑا۔ ہیگر کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ کونان کو معلوم تھا کہ وہ پہلی منزل پر وقت گزاری کر رہا ہوگا۔ اوپر پہنچ کر کونان نے سرسری انداز میں گیلری کو دیکھا۔ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ اس وقت ان پانچ پینٹنگز کا جائزہ لے رہا ہے، جنھیں اس نے چرانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد تصویروں کا انتخاب کیا تھا۔ بروگیل کی 'دی ہارویسٹر' شاہکار تصویروں میں شمار کی جاتی تھی۔ بہت سے ماہرین اسے ویسٹرن لینڈ اسکیپ کے سلسلے میں پہلی شاہکار تصویر قرار دیتے تھے۔ آرٹ کی تعلیم حاصل کرنے والا کونان جانتا تھا کہ وہ تصویر بروگیل کی چار تصویروں کے ساتھ ۱۸۰۹ء تک ویانا کی آرٹ گیلری کی زینت رہی۔ پھر نپولین نے ویانا فتح کیا تو وہ پیرس پہنچ گئی۔ نپولین کی شکست کے بعد وہ اچانک غائب ہوگئی۔ ۱۹۱۷ء میں وہ دوبارہ نمودار ہوئی۔ میٹرو میوزیم نے ایک بیلجیئن مصور سے اسے خریدا تھا۔ اس وقت سے اب تک وہ میٹرو آرٹ میوزیم میں آویزاں تھی۔

دوسری تصویر ریمبراں کی پورٹریٹ آف اے مین، تھی، جو ۱۶۳۰ء میں تخلیق کی گئی۔ کونان جانتا تھا کہ فن مصوری کے ماہرین ریمبراں کو ماسٹر آف دی ماسٹرز کیوں قرار دیتے ہیں۔ اس نے ریمبراں کی 'ارسطو' پر پورٹریٹ آف اے مین، کو دانستہ فوقیت دی تھی۔ وہ میوزیم والوں پر اپنی معقولیت ثابت کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ وہ تصویروں کو کسی قیمت پر نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔

تیسری پینٹنگ پکاسو کی 'پورٹریٹ آف گرٹروڈ' تھی، جسے بیسویں صدی کا شاہکار قرار دیا جاتا ہے۔ وہ ۱۹۰۶ء میں پینٹ کی گئی تھی۔ اس تصویر پر نظریں جمائے ہوئے، کونان اس تصویر کے متعلق ناقدین کی آراء یاد کرتا رہا۔ اسے پکاسو کے ابتدائی دور کے روایتی کام او آخری دور کے تجرباتی کام کے درمیان پل کی حیثیت دی جاتی ہے، کونان کو اس تصویر سے متعلق گرٹروڈ کا وہ لازوال مکالمہ بھی یاد تھا۔ ایک ڈرامے میں گرٹروڈ نے گلاب کا پھول توڑنے کے بعد جس لمحے میں وہ مکالمہ ادا کیا تھا، وہ ایسا تھا، جیسے کوئی، آفاقی، ابدی حقیقت اتفاقاً تلاش کر لی گئی ہو۔ اس میں حیرت بھی تھی اور صداقت بھی۔ گرٹروڈ نے گلاب کا پھول سونگھتے ہوئے کہا تھا...... 'گلاب حقیقتاً گلاب، گلاب، گلاب اور صرف گلاب ہے۔'

چوتھی تصویر کلاڈ مونیٹ کی 'ٹیرس ایٹ سینٹ ایڈرس' تھی۔ اگر کونان کا بس چلتا تو اس تصویر کو اپنے پاس رکھنے کی نیت سے چراتا۔ مونیٹ کو بجا طور پر اثریت پسندوں کا اما سمجھا جاتا تھا۔

کونان کی پانچویں منتخب تصویر رینوائر کی کی میڈم کارپینٹر اینڈ ہر چلڈرن' تھی۔ دوسری تصویر تھی، جو وہ اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا، لیکن نہیں رکھ سکتا تھا۔ اسے اثریت مکتبۂ کی مؤثر ترین تصویر قرار دیا جاتا تھا۔ کونان کے خیال میں رینوائر میں اپنے کرداروں کے مابین جذباتی بندھن کو کینوس پر ظاہر کرنے کی قدرتی صلاحیت بے پناہ تھی۔ اس تصویر میں ایک مرد اور عورت ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چل رہے تھے۔ تصویر کو ایک نظر دیکھتے ہی پتا چ جاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

تصویروں کو دیکھنے کے بعد کونان کوریڈور میں نکل آیا۔ ڈی اینجلو میوزیم کے عقبی حصے والی ایک گیلری میں کھڑا تھا۔ اس نے کونان کی طرف دیکھا۔ کونان نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس وقت کچھ اور دیکھ رہا تھا۔ ایک نن بچوں کے ایک گروپ کے ساتھ دوسری منزل کی طر آ رہی تھی۔ وہ عقبی حصے کی سمت اس گیلری کی طرف مڑ گئی۔ جہاں یورپین تصاویر آویزا تھیں۔ کونان ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ بچوں کے اس گروپ کے پیچھے دو گارڈ بھی آئے تھے۔ وہ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ ڈی اینجلو نے بھی انھیں دیکھ لیا۔ وہ لنگڑاتا ہوا اس طرف آیا۔ کونان کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے کونان کو دیکھنے سے گریز کیا۔ وہ ساؤتھ ونگ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک لمحے بعد کونان بھی اسی طرف چل دیا۔ وقتاً فوقتاً ٹھہر کر وہ کسی تصویر یا مجسمے کو دیکھتا۔ یہاں تک کہ وہ ڈی اینجلو اور گارڈز کے مین درمیان پہنچ گیا۔ اب گارڈ ڈی اینجلو کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ڈی اینجلو نئی تعمیر کردہ گیلری کیطرف بڑھتا رہا، جس کے دروازے پر سرخ رسی کی رکاوٹ موجود تھی۔

ڈی اینجلو نے ادھر ادھر اور پھر کونان کی طرف دیکھا۔ کونان نے گارڈز کو دیکھا۔ وہ بچوں کی طرف متوجہ تھے۔ اس نے ڈی اینجلو کو اشارہ کیا۔ ڈی اینجلو رسی پھلانگ کر سنسان گیلری میں داخل ہو گیا۔ کونان نے اسے کھوکھلی دیوار کے قریب کھڑے دیکھا۔ چند لمحے بعد ڈی اینجلو غائب ہو گیا۔ کونان نے اطمینان کا سانس لیا اور بچوں کے گروپ کی طرف چل دیا۔ وہ گروپ یورپین ونگ سے امریکن ونگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک گارڈ ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ دوسرا پلٹ کر ساؤتھ ونگ کی طرف چل دیا۔ کونان کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے کن انکھیوں سے کونان کو دیکھا۔

اسی وقت دوسری منزل کی آخری سیڑھی پر ہیگر نظر آیا۔ کونان نے ہیگر کو آنکھ کا اشارہ کیا۔ ہیگر نے امریکن ونگ والے گارڈ کو دیکھا اور کونان کے پاس سے گزرتے ہوئے خالی گیلری کی طرف بڑھ گیا۔ کونان کو معلوم تھا کہ دوسرا گارڈ قریب ہی کہیں موجود ہے۔ وہ چند قدم کا فاصلہ رکھ کر ہیگر کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

ہیگر نے رسی کے پاس پہنچ کر دیکھا، ہال سنسان تھا۔ اس نے رسیاں پھلانگیں اور کھوکھلی دیوار کی طرف بڑھا۔ کونان گیلری کے باہر کوریڈور میں تھا۔ اسی وقت اس نے دوسرے گارڈ کو نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ سات آٹھ قدم دور تھا۔ اگر وہ بڑھتا رہتا تو خدشہ تھا کہ ہیگر کو دیکھ لے گا۔ اسے کسی نہ کسی طور گارڈ کو روکنا تھا، فوری طور پر۔ اور کوئی بہانہ نہیں

سوچ رہا تھا۔ اسے جو پہلی بات سوجھی، اس نے اسی پر عمل کرڈالا۔ ''ٹوائلٹ کس طرف ہے؟'' اس نے گارڈ سے پوچھا۔

گارڈ اس کو ٹوائلٹ کی لوکیشن سمجھانے کی غرض سے آگے بڑھا۔ کونان کو احساس تھا کہ اس کا آگے بڑھنا مخدوش ہے۔ اس نے بوکھلا کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریزگاری گرا دی۔ گارڈ نے جھک کر اسے سکے سمیٹنے میں مدد دی۔ کونان نے پلٹ کر دیکھا۔ ہیگر غائب ہو چکا تھا۔ اس نے گارڈ کا شکریہ ادا کیا اور ٹوائلٹ کی طرف چل دیا۔ اسے سچ مچ حاجت محسوس ہونے لگی تھی۔

پانچ بجے میوزیم بند ہونے سے پہلے وہ میوزیم سے نکل آیا۔

اس تنگ جگہ میں ان کا پہلا مسئلہ تاریکی تھا۔ اس پر مستزاد گھٹن۔ تاہم کچھ دیر میں ان کی نگاہیں تاریکی سے ہم آہنگ ہوگئیں۔ کم از کم وہ اپنی گھڑیوں کے ڈائل دیکھنے کے قابل بہرحال ہوگئے۔ وہ ایک دوسرے سے چپکے بیٹھے تھے۔ پہلی بار انھیں احساس ہو رہا تھا کہ دور سے دیکھنے میں جو جگہ انھیں کشادہ نظر آئی تھی، اب کسی قدر تنگ معلوم ہو رہی تھی۔ وہاں پاؤں پھیلانے کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ جلد ہی ان کی ٹانگوں میں درد ہونے لگا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر ان تمام چیزوں کو چھو سکتے تھے، جو انھوں نے مختلف اوقات میں یہاں لاکر چھپائی تھیں۔

پانچ بجے میوزیم خالی ہوگیا۔ کچھ دیر گارڈز کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ وہ راؤنڈز لگا رہے تھے۔ مزید کچھ دیر بعد خاموشی چھا گئی۔ وقت رینگ رینگ کر گزر رہا تھا۔ منصوبے کے مطابق انھیں پونے چھ اور چھ بجے کے درمیان باہر نکلنا تھا۔ پہلے آدھے گھنٹے کا انتظار خاصا اذیت ناک تھا۔ لیکن ساڑھے پانچ سے پونے چھ بجے کا درمیانی وقت تو صحیح معنوں میں جان لیوا ثابت ہوا۔

بالآخر پونے چھ بج گئے۔ ڈی اینجلو نے بڑی آہستگی سے پینل کو پیچھے دھکیلا۔ انھیں ایسا لگ رہا تھا، جیسے اب وہ اس تنگ و تاریک قبر میں اک لمحہ بھی نہیں گزار سکیں گے۔۔۔ وہ چند لمحے سن گن لیتے رہے لیکن کہیں کوئی آہٹ کوئی آواز نہیں تھی۔ پہلے ڈی اینجلو باہر

آیا۔ اس کے فوراً بعد ہیگر بھی نکل آیا۔ میوزیم میں روشنی بہت دھندلی تھی لیکن اس تاریکی کے بعد وہ مدھم روشنی بھی ان ان کی آنکھیں چندھیا دینے کے لیے کافی تھی۔ ان کے جسم پسینے میں نہائے ہوئے تھے۔ انھیں خود کو سنبھالنے میں چند منٹ لگے۔ پھر وہ بڑی خاموشی سے ابتدائی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ انھوں نے کھوکھلی دیوار میں سے وہ سامان نکالا، جو انھوں نے تھوڑا تھوڑا کر کے اندر سمگل کیا تھا۔ انھوں نے وہ دو درجن سیاہ ڈبے نکالے، جن پر زرد رنگ سے نشان ڈالا گیا تھا۔ انھیں ایک قطار میں رکھ کر انھوں نے تارپولین اور گلاسین پیپر کی شیٹس نکالیں۔ پھر انھوں نے فائر مین کی مکمل وردی نکالی، جس میں آکسیجن ماسک بھی شامل تھے۔ ایسی پانچ وردیاں انھوں نے ایک فائر اسٹیشن سے چرائی تھیں۔ چوری کا وہ منصوبہ بھی کونان نے بنایا تھا۔ اس نے فائر اسٹیشن کو فرضی ہولناک آتش زدگی کی اطلاع دی تھی۔ گاڑیوں کے نکلتے ہی ڈی اینجلو، ہیگر، ایڈی اور گریگ فائر اسٹیشن میں داخل ہو کر وردیاں چرا لائے تھے۔ ان میں سے دو ڈی اینجلو اور ہیگر نے لا کر میوزیم میں کھوکھلی دیوار میں چھپا دی تھیں۔

انھوں نے جلدی جلدی وہ وردیاں پہنیں اور آکسیجن ماسک بھی پہن لیے۔ پھر انھوں نے دستانے پہنے..... اور مزید کارروائی سے پہلے ایک دوسرے کا معائنہ کیا۔ انھوں نے سیاہ ڈبے اٹھائے اور دبے قدموں گیلری سے نکل آئے۔ سیڑھیوں سے اترتے ہی انھوں نے دو سیاہ ڈبے زینوں کے نیچے رکھ دیے۔ وہ چند لمحے کھڑے سن گن لیتے رہے۔ پھر انھوں نے ہر سیڑھی پر ایک سیاہ ڈبا رکھ دیا۔

وہ سیاہ ڈبے درحقیقت دھوئیں کے بم تھے۔ انھیں بنانا کچھ دشوار نہ تھا۔ سوڈیم بائی کاربونیٹ، سلفر کے پاؤڈر، بیک کلوروتھین، پوٹاشیم کلوریٹ، زنک ڈسٹ اور زنک ایش کا آمیزہ ان کے مقصد کے لیے بہت کافی تھا۔ اب انھوں نے ڈبوں کے ڈھکنے اٹھانے شروع کر دیے۔ اس کا ردعمل فوری طور پر ظاہر ہوا۔ دھواں فضا میں پھیلنے لگا۔

وہ تیزی سے ہر سیڑھی پر ڈھکنا ہٹانے کا عمل دہراتے ہوئے چڑھتے رہے۔ ان کے

اوپر پہنچنے تک پہلی منزل دھوئیں کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔اب باہر سے چیخنے اور دوڑنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔دھواں اس قدر کثیف ہو گیا تھا کہ ایک دو فٹ سے آگے دیکھنا ممکن نہیں رہا تھا۔تارپولین کی شیٹس کے پاس پہنچ کر ڈی اینجلو نے جیب سے میوزیم کی دوسری منزل کا نقشہ نکالا، جسے کونان نے میوزیم گائیڈ بک کی مدد سے تیار کیا تھا۔کونان نے چرائی جانے والی تصویروں کی لوکیشن پر سرخ نشان لگا دیے تھے تاکہ انھیں طے شدہ تصویریں چرانے میں کوئی دشواری نہ ہو۔انھوں نے ایک ایک کر کے تصویریں دیوار سے اتار لیں۔ان کے ہاتھ لرز رہے تھے۔میوزیم میں الارم گونجنے لگے۔یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ فائر الارم ہیں یا برگلری الارم۔ویسے بھی ان کے پاس سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا۔

انھوں نے پینٹنگز شیٹس کے قریب فرش پر رکھ دیں۔ڈی اینجلو نے رین کوٹ کی جیب سے چاقو نکالا۔اسے کونان کی ہدایات یاد تھیں۔کونان نے کہا تھا کہ کسی تصویر کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔

''ہم وحشی نہیں ہیں ڈی اینجلو!وہ تصویریں پوری انسانیت کی امانت ہیں۔انھیں گزند نہیں پہنچنا چاہیے؟'' کونان نے کہا تھا۔

ڈی اینجلو نے اپنے ہاتھ کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کی اور فریم کے اندرونی کونے کی طرف چاقو اتار کر جھٹکا دیا۔فریم الگ ہو گیا اور تصویر بڑی صفائی سے نکل آئی۔ہیگر نے بڑی احتیاط سے پینٹنگ کو گلاسین پیپر کی شیٹ میں لپیٹ دیا۔کونان نے انھیں بتایا تھا کہ اس باریک گلاسین پیپر کو کیمیکلز کے ذریعے ایسا کر دیا جاتا ہے کہ ان پر پینٹنگ لپیٹنے کی صورت میں پینٹنگ نظر بھی آتی رہتی ہے اور گرد نمی اور روشنی سے محفوظ بھی ہو جاتی ہے۔

اتنی دیر میں ڈی اینجلو دوسری تصویر کو فریم کی گرفت سے آزاد کر چکا تھا...... بلڈنگ سائرن کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔

پہلا فائر انجن میوزیم کے سامنے رکا تو پوری بلڈنگ دھوئیں کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔گارڈز پوری طرح بوکھلائے پھر رہے تھے۔کچھ کھانس رہے تھے اور کچھ کی آنکھوں

سے پانی بہہ رہا تھا۔فائرمینوں نے چہرے پر آکسیجن ماسک چڑھائے اور گاڑی سے اتر کر ہوز پائپ کھولنے لگے۔اس دوران کچھ پولیس کاریں بھی آ گئیں۔پولیس نے جلدی جلدی ففتھ ایونیو سے ٹریفک ہٹایا تاکہ ہنگامی گاڑیاں بغیر کسی دشواری کے آ سکیں۔

میوزیم کے قریب جھاڑیوں میں کونان اور ایڈی بڑی خاموشی سے اس تمام کارروائی کا جائزہ لے رہے تھے۔کونان میوزیم سے نکل کر ففتھ ایونیو اور ۷۹ اسٹریٹ کے کارنر پر پہنچا تھا،منصوبے کے مطابق گریگ اور ایڈی ٹھیک پانچ بج کر چالیس منٹ پر اس گاڑی میں وہاں پہنچے تھے،جو انھوں نے کرائے پر حاصل کی تھی۔کونان جلدی سے عقبی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔گریگ ڈرائیو کر رہا تھا۔کار میں فائرمین والی دو مکمل وردیاں مع آکسیجن ماسک موجود تھیں۔گریگ نے ففتھ ایونیو سے گاڑی جنوب کی طرف موڑی......اور دو بلاک کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سینٹرل پارک والی سڑک پر ڈال دی تھی۔اس دوران کونان اور ایڈی نے فائرمین والی وردیاں پہن لی تھیں۔وہ میوزیم کے عقب میں پہنچے تو بلڈنگ سائرن کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔پھر انھوں نے پہلے فائر انجن کو میوزیم کی عمارت کے سامنے رکتے دیکھا۔گریگ نے کار روکی اور ایڈی اور کونان اتر کر جھاڑیوں میں گھس گئے۔گریگ کار آگے بڑھا لے گیا۔

جھاڑیوں میں چھپے ہوئے کونان نے ایڈی کو کہنی مار کر اشارہ کیا۔جیسے ہی عمارت کے سامنے فائرمینوں کی تعداد بڑھی، وہ دونوں باہر نکل آئے۔اس ہنگامے میں ان کی طرف توجہ دینے والا کوئی نہیں تھا۔ویسے بھی وہ فائرمین کی وردی میں تھے۔وہ تیزی سے میوزیم میں داخل ہو گئے۔اندر وہ فائرمینوں کے ایک گروپ سے جا ملے۔انھوں نے ہوز پائپ تھاما اور اسے گھسیٹتے ہوئے اندر تک چلے گئے، یہاں تک کہ دبیز و کثیف دھوئیں نے انھیں نگل لیا۔کونان نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔چھ بج کر بارہ منٹ ہوئے تھے۔ہر کام مقررہ وقت پر منصوبے کے مطابق ہو رہا تھا۔

فلشنگ کے علاقے میں گرفتھ کے بیان کردہ ہیپ کو تلاش کرنے والے ڈیٹیکٹوز کو اب

تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ دوسری طرف گرفتھ سے بھی کوئی نئی بات نہیں اگلوائی جاسکی تھی۔ انسپکٹر میکس گزشتہ تین دن کے دوران الرٹ کے سگنل دے دے کر بیزار ہوگیا تھا۔ ہر بار اسے سگنل واپس لینا پڑا تھا۔ اب وہ واقعی خود کو شیر آیا...... شیر آیا کا واویلا کرنے والا لڑکا سمجھنے لگا تھا۔ اس پر ستم یہ کہ تھانے والوں نے آپریشن پنڈوراز باکس کے نام کا مذاق اڑانا شروع کر دیا تھا۔ ایک پولیس اسٹیشن کے انچارج نے فون پر بتایا تھا کہ اس کے تمام ماتحت گزرنے والی ہر لڑکی کو تاڑ رہے ہیں لیکن انھیں اب تک پنڈورا نام کی کوئی لڑکی نہیں ملی ہے۔ ابھی وہ اس کال پر جل بھن رہا تھا کہ اسے مسلسل ایسی کئی کالیں ریسیو کرنی پڑیں۔ پھر جب کمشنر نے اس سے رپورٹ طلب کرنے کے لیے فون کیا تو میکس نے اسے بتایا کہ آپریشن کے نام کی وجہ سے یہ ہنگامی صورت حال تفریحی کھیل میں تبدیل ہوگئی ہے۔ کمشنر نے شاید اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھایا تھا کیونکہ اس کے بعد اب تک ایسی کوئی کال موصول نہیں ہوئی تھی۔

سوا چھ بجے فون کی گھنٹی بجی۔ ساتھ ہی اس کی جیب میں رکھے ہوئے بیپر نے سگنل دیا۔ اس نے فون اٹھایا۔ ''انسپکٹر...... میٹرو آرٹ میوزیم میں آگ لگ گئی ہے۔ اندازہ ہے کہ معاملے کی نوعیت سنگین ہے۔''

''پی بی زیرو زیرو الرٹ۔'' انسپکٹر نے بلا ہچکچائے آرڈر دیا۔ پھر وہ تیزی سے لپکا۔

پارک ایونیو پر ٹریفک بہت زیادہ تھا...... گویا بمپر سے بمپر چھل رہا تھا۔ جمعے کی شام ہمیشہ ٹریفک کا یہی حال ہوتا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھر جانے یا ویک اینڈ گزارنے کی غرض سے کہیں باہر جانے کے لیے نکل کھڑے ہوتے تھے۔ ڈرائیور نے سائرن بھی کھول دیا تھا اور وہ گاڑی نکالنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن معاملہ بہت دشوار تھا۔

دوسری طرف پولیس ریڈیو سے مسلسل ہدایات نشر ہو رہی تھیں۔ 'پی بی زیرو زیرو...... پی بی زیرو زیرو۔ تمام کاریں میٹرو آرٹ میوزیم پہنچ جائیں۔ تمام یونٹ میوزیم پہنچ جائیں۔ پی بی زیرو زیرو......'

''خدا کی پناہ! جلدی کرو۔'' انسپکٹر میکس نے ڈرائیور سے کہا۔ ابھی بہ مشکل ایک بلاک کا فاصلہ طے ہوا تھا۔

ڈرائیور پسینے میں نہا رہا تھا۔ ''سر...... اگر اس میں پنکھا ہوتا تو اسے اڑا لے جاتا۔'' اس نے بڑی بے بسی سے کہا۔

بڑی مشکل سے وہ ۱۸۸اسٹریٹ تک پہنچے۔ سائڈ اسٹریٹس کا حال اور خراب تھا۔ شاید پولیس نے ففتھ ایونیو کو بلاک کر دیا تھا۔ انسپکٹر نے دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ ''اس سے بہتر تو یہ ہے کہ میں پیدل چل لوں۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔'' اس نے آگے بیٹھے ہوئے پٹرول مین کو ہدایت دی۔ پھر وہ فٹ پاتھ پر دوڑنے لگا۔ اس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر تھا۔

میوزیم پہنچتے پہنچتے اس کا سانس پھول گیا اور جسم پسینے میں نہا گیا۔ میوزیم کے سامنے درجنوں فائر انجن اور پولیس اسکواڈ کاریں کھڑی تھیں۔ عمارت دھوئیں میں گھری ہوئی تھی۔ آسمان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جو گاڑیاں موجود تھیں، ان کے علاوہ فائر انجن اور اسکواڈ کاروں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ کئی ٹیلی وژن کیمرے اس منظر کو عکس بند کر رہے تھے۔ فائر مین عمارت میں داخل ہوتے اور فوراً ہی دھوئیں کی چادر میں چھپ جاتے۔ ایک کیمرا میوزیم کے داخلی دروازے کے عین سامنے موجود تھا۔ اسی وقت انسپکٹر نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی۔ اس نے گھڑی میں دیکھا۔ چھ بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے۔

میوزیم کے اندر چکراتے دھوئیں میں راستہ ڈھونڈتے کونان اور ایڈی دوسری منزل پر جا پہنچے۔ ڈی اینجلو اور ہیگر کے سامنے تارپولین میں لپٹے ہوئے کئی بنڈل پڑے تھے۔ ڈی اینجلو نے کونان کو دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔ ہیگر اور ایڈی کو ان بنڈلوں کے پاس چھوڑ کر کونان اور ڈی اینجلو ساؤتھ ونگ کی طرف چل دیے۔ وہ خالی گیلری میں کھوکھلی دیوار کے پاس پہنچے۔ کونان نے کھوکھلی دیوار میں جھانکا اور ڈی اینجلو کو اوکے کا سگنل دیا۔ پھر اس نے کھوکھلی دیوار سے رسی کا لچھا کھینچ دیا۔ اس کے بعد اس نے پینل کو کھسکا کر دیوار کو برابر کر دیا۔ اس نے دیوار کو ناقدانہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ہر اعتبار سے ٹھوس دیوار نظر آ رہی

تھی۔اس نے طمانیت آمیز انداز میں سر ہلایا اور واپس ہو گیا۔

وہ دونوں خالی گیلری سے نکل کر برابر والے سیکشن کی ایک کھڑکی کی طرف بڑھے۔انہوں نے مل کر زور لگایا، تب کہیں کھڑکی کا شٹر اٹھا۔ڈی اینجلو نے کھڑکی کے ساتھ رسی باندھی اور اسے باہر اچھال دیا۔رسی یقیناً زمین تک پہنچی ہو گی۔انھوں نے اس کی لمبائی کا خیال رکھا تھا۔کونان مطمئن نظر آنے لگا۔اب پولیس یہی نتیجہ اخذ کرتی کہ چوروں نے میوزیم میں داخلے کے لیے رسی استعمال کی ہو گی۔اس کا خیال تھا کہ وہ کئی دن اس میں الجھے رہیں گے۔

ہیگر اور ایڈی سیڑھیوں کے پاس ان کے منتظر تھے۔کونان کا اشارہ پاتے ہی انھوں نے تارپولین میں لپٹے ہوئے بنڈل اٹھائے اور سیڑھیوں سے اترنے لگے۔دھوئیں کی وجہ سے انھیں محتاط روی سے کام لینا پڑا تھا۔کونان آگے آگے تھا۔راستے میں وہ کئی بار فائر مینوں سے ٹکرائے لیکن اس صورت حال میں کسے اتنی فرصت تھی کہ ان کی طرف دیکھتا۔دیکھتا بھی تو کیا فرق پڑتا۔اس وردی کے لوگ وہاں چپے چپے پر موجود تھے۔

فائر مین درحقیقت شعلوں کی تلاش میں تھے۔جو انھیں اب تک نظر نہیں آئے تھے۔کونان کو اس وقت سب سے زیادہ فکر یہی تھی کہ کہیں فائر مین مضطرب ہو کر ہوز پائپ کا بے دریغ استعمال نہ شروع کر دیں۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے کسی فن پارے کو نقصان پہنچے اور میوزیم لازوال فن پاروں سے بھرا ہوا تھا۔اگر فائر مین یہ حماقت کر بیٹھے تو صرف وہ تصویریں محفوظ رہیں گی جو انھوں نے چرائی ہیں۔اس نے متوحش ہو کر سوچا۔

نچلی منزل پر صورت حال ابتر تھی۔ہوز پائپ بل کھاتے سانپوں کی طرح فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔فائر مین ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔کونان بڑی احتیاط سے راستہ بناتا آگے بڑھتا رہا۔ڈی اینجلو، ہیگر اور ایڈی اسی ترتیب سے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔بالآخر وہ صدر دروازے کی سیڑھیوں تک پہنچ گئے۔

دروازے کی سیڑھیاں اتر کے وہ جیسے ہی دھوئیں کی چادر سے نکلے، کونان ایک لمحے کے لیے دنگ رہ گیا۔پورا علاقہ کئی بلاک تک پولیس مینوں اور اسکواڈ کاروں سے بھرا ہوا تھا۔حد یہ ہے کہ ایک ہیلی کاپٹر بھی موجود تھا، جس کے روٹر بلیڈ ابھی تک گھوم رہے تھے۔وہ اتنی بھاری تعداد میں۔یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ صورت حال اتنی خراب بھی ہو سکتی ہے لیکن اب سوچنے کے لیے وقت بالکل نہیں تھا۔۔۔ اور کچھ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ان کی عافیت اسی میں تھی کہ وہ منصوبے کے مطابق عمل کریں۔

اسی وقت اس کی نظر دروازے کے قریب تر موجود کیمرے پر پڑی۔وہ اور اس کے ساتھی اس وقت کیمرے کی زد میں آکسیجن ماسک پہنے ہوئے ہیں۔اس صورت میں ان کے چہرے نہیں پہچانے جا سکتے۔'چلو۔۔۔ ہیرو بننے کا یہ موقع اچھا ملا' اس نے سوچا۔اچانک ڈی اینجلو اس سے ٹکرا کر لڑکھڑایا۔شاید وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا تھا، اسی وجہ سے۔۔۔ ڈی اینجلو کو اندازہ نہیں ہوا ہو گا۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔ڈی اینجلو اٹھ رہا تھا۔کونان نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔وہ ہموار قدموں سے پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھتے۔وہاں انھیں ایک فائر انجن نظر آیا جو باہر کے رخ پر پارک کیا گیا تھا۔انھوں نے جلدی سے بنڈل فائر انجن کے عقبی حصے میں پھینکے۔ایڈی تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف لپکا۔کونان ہیگر اور ڈی اینجلو دوسرے دروازے کی طرف جھپٹے۔عقب سے کچھ فائر مینوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔پھر قدموں کی آہٹیں ابھریں۔اتنی دیر میں ایڈی انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔اس نے سائرن بھی کھول دیا۔فائر انجن برق رفتاری سے ففتھ ایونیو کی طرف بڑھا۔جسے پولیس والوں نے امدادی گاڑیوں کے لیے خالی کرا لیا تھا۔

جس وقت فائر مینوں نے شور مچایا انسپکٹر میکس کافمین ان سے خاصے فاصلے پر تھا۔عین اسی وقت ایک پولیس مین نے اسے وہ سیاہ ڈبا لا کر دیا تھا۔جو اسے میوزیم کی سیڑھیوں پر ملا تھا۔ڈبے میں سے اس وقت بھی ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔وہ یقینی طور پر دھوئیں کا بم تھا۔اس سے پہلے انسپکٹر کو یہ پتا نہیں چل سکا تھا کہ میوزیم کے اندر کیا ہو رہا ہے۔زبردست افراتفری

پھیلی ہوئی تھی۔ انسپکٹر نے اپنے لیے آکسیجن ماسک طلب کیا تھا تاکہ وہ خود میوزیم میں جاکر صورت حال کو سمجھ سکے لیکن اس سے پہلے ہی پولیس مین نے دھوئیں کا وہ بم لاکر اسے دے دیا تھا۔ اس کے بعد صورت حال کو سمجھنا کچھ دشوار نہیں تھا۔

وہ دھوئیں کا بم ہاتھ میں لیے لیے اس طرف لپکا جدھر سے چیخنے کی آوازیں آئی تھیں۔ فائرمینوں نے اسے بتایا کہ فائر مین کی وردی میں ملبوس چار افراد ایک فائر انجن لے بھاگے ہیں۔ ایک فائر مین نے یہ بھی بتایا کہ انھوں نے فائر انجن کے عقبی حصے میں کچھ بنڈل بھی پھینکے تھے۔ انسپکٹر نے ایک فائر مین کو ہدایت دی کہ وہ اپنے چیف سے جاکر کہے کہ یہ مبینہ طور پر ڈاکے کی واردات ہے۔ آگ نہیں لگی ہے بلکہ دھوئیں کے بم استعمال کیے گئے ہیں۔ فائر مین بھاگا۔ اسی لمحے انسپکٹر میکس کافمین کو پہلی بار اندازہ ہوگیا یہی وہ مبینہ واردات ہے، جس کی روک تھام کے سلسلے میں وہ منصوبہ بندی کرتا رہا ہے۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ ڈاکوؤں کا تعاقب کیسے کرے۔ وہ تمام یونٹس کو اس فائر انجن کے تعاقب کے سلسلے میں ہدایات دے سکتا تھا لیکن اتنے زیادہ ٹریفک کے درمیان تعاقب کے متعلق ریڈیو پر رپورٹ دینا دشوار تھا۔ اسے یقین تھا کہ مجرموں نے دانستہ اس وقت کا انتخاب کیا ہے، تاکہ تعاقب کرنا آسان نہ رہے۔ بالآخر اس نے ہیلی کاپٹر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس صورت میں وہ ریڈیو کے ذریعے گراؤنڈ یونٹس کو فائر انجن کی لوکیشن سے مسلسل باخبر رکھ سکتا تھا۔

وہ پوری قوت سے ہیلی کاپٹر کی طرف بھاگا، جسے جگہ نہ ملنے کی وجہ سے خاصا دور لینڈ کرنا پڑا تھا۔ اس نے اندر گھستے ہی پائیلٹ کو ہدایت دی۔ ''جلدی کرو...... ڈاؤن دی ففتھ ایونیو۔'' پھر اس نے ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر پکڑا اور اس میں حلق کے بل چیخا۔ ''تمام یونٹ سن لیں۔ پی بی ون ون۔ میں دہرا رہا ہوں۔ پی بی ون ون۔ ایک فائر انجن کو روکنا ہے، جو ففتھ ایونیو پر جنوب کی سمت جا رہا ہے۔ اس میں تین چار افراد ہیں۔ خدشہ یہ ہے کہ انھوں نے میٹرو آرٹ میوزیم میں ڈاکہ ڈالا ہے۔ آل یونٹس

پلیز...... آل یونٹس...... دس از پی بی ون ون......''

فائر انجن! ''ہیڈ کوارٹر کے ڈسپیچر کی آواز سنائی دی۔'' کون بول رہا ہے؟''

''انسپکٹر میکس کافمین۔'' انسپکٹر نے بھنا کر کہا۔'' اور میں کہہ رہا ہوں، دس از پی بی ون ون۔ آل یونٹس......''

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ انسپکٹر نے ریڈیو آن کیا۔ اس بار اس نے میوزیم کے سامنے کھڑی ہوئی اسکواڈ کار کو مخاطب کیا، جس میں دو پٹرول مین موجود تھے۔ ''یونٹ سترہ......کم ان یونٹ سترہ۔''

''یونٹ سترہ موجود ہے جناب۔ پی بی ون ون۔'' جواب ملا۔

''یونٹ سترہ، میوزیم میں جاکر چیک کرو کہ ڈاکہ پڑا ہے یا نہیں۔ ارجنٹ رپورٹ دو۔ امکان ہے کہ میوزیم میں ڈاکہ ڈالا گیا ہے۔''

''بہت بہتر جناب۔''

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ انسپکٹر نے جھک کر دیکھا، یونٹ سترہ کے پٹرول مین میوزیم کے دروازے کی طرف لپک رہے تھے، ہیلی کاپٹر بلند ہوتا گیا۔ اب اس کا رخ جنوب کی سمت تھا۔ نیچے بے شمار اسکواڈ کاریں تھیں۔ پولیس مین بھاگے پھر رہے تھے، ہر طرف افراتفری تھی۔ انسپکٹر اب فائر انجن کی جلتی بجھتی روشنی پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ فائر انجن ہیلی کاپٹر سے کم از کم پندرہ بلاک آگے تھا۔ اچانک روشنی اوجھل ہوگئی۔ انسپکٹر ریڈیو میں چیخا۔ ''فائر انجن مشرق یا مغرب کی سمت مڑ گیا ہے......۵۰ اور ۶۰، اسٹریٹ کے درمیان کہیں مشرق یا مغرب کی سمت مڑ گیا ہے۔ آل یونٹس مووان۔''

پائیلٹ نے ہیلی کاپٹر اور بلند کیا تاکہ مشرق اور مغرب کے بارے میں حتمی فیصلہ کیا جاسکے۔

کونان احساس فتح سے سرشار تھا۔ ہیگر اور ڈی اینجلو کی آنکھوں کی چمک بتاتی تھی کہ ان کی کیفیت بھی یہی ہے۔ وہ بے پناہ ٹریفک کے درمیان سے گزر رہے تھے...... گزر گیا،

اڑ رہے تھے۔ ایڈی بہترین ڈرائیونگ کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ مشرق میں ۵۹ اسٹریٹ پر مڑے۔ سائرن کی وجہ سے گاڑیاں انھیں راستہ دے رہی تھیں۔ پارک ایونیو دو بلاک دور رہ گیا تھا۔ پارک ایونیو پہنچ کر ایڈی نے رفتار کم کیے بغیر اسٹیئرنگ کاٹا۔ ایک لمحے کے لیے انجن صرف دو پہیوں پر چلا پھر چاروں پہیے سڑک پر ٹک گئے۔

ٹریفک کے اعتبار سے پارک ایونیو، ففتھ ایونیو سے بدتر ثابت ہوا۔ وہاں کاروں کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ سائرن کی بدولت ٹریفک چھٹتا رہا اور وہ بغیر رکے آگے بڑھتے رہے۔ اب وہ پھر جنوب کی سمت سفر کر رہے تھے۔ ۵۷، اسٹریٹ کے انٹرسیکشن پر ٹریفک لائٹ ان کے خلاف تھی۔ دونوں جانب سے کاریں آ جا رہی تھیں لیکن ایڈی نے فائر انجن کو ان کے درمیان گھسیٹر دیا۔ بیشتر کاریں بچ نکلیں، لیکن ایک کار فائر انجن کی لپیٹ میں آ گئی۔ اگلے ہی لمحے وہ فٹ پاتھ پر چڑھی ہوئی تھی لیکن فائر انجن پار نکل گیا تھا۔

عقب سے سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کئی پولیس کاریں ان کے تعاقب میں پارک ایونیو پر مڑی تھیں لیکن ان کا راستہ ان کاروں نے بلاک کر رکھا تھا، جو فائر انجن کو راستہ دینے کے چکر میں بری طرح پھنس گئی تھیں۔

اچانک کونان نے اوپر...... دور ہیلی کاپٹر کی جلتی بجھتی روشنی دیکھی۔ وہ روشنی تیزی سے اس طرف بڑھ رہی تھی۔ فاصلہ سمٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے انسپکٹر میکس کی نظریں فائر انجن پر جمی ہوئی تھیں۔ اب فاصلہ سمٹ رہا تھا۔ فائر انجن بدستور پارک ایونیو پر تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ اس وقت فائر انجن ۴۶ اسٹریٹ پر ہے۔ ۴۶، اسٹریٹ کے پیچھے گرانڈ سینٹرل اسٹیشن تھا۔ اب وہ پر امید تھا کہ ڈاکوؤں کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ ٹرانسمیٹر میں چیخا۔ ”فائر انجن گرانڈ سینٹرل اسٹیشن کی انتظار گاہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔“ پھر اس نے نیچے دیکھا۔ پولیس کاریں ہر سمت سے فائر انجن کی طرف بڑھ رہی تھیں لیکن ٹریفک کی وجہ سے ان کی رفتار بہت سست تھی۔ زیر لب ٹریفک کو کوس کر رہ گیا۔

کچھ پولیس کاریں ٹریفک میں بری طرح پھنس گئی تھیں۔ ان میں سے جو پولیس مین اترے تھے۔ ان کے پاس ریوالور تھے اور اب وہ پیدل ہی فائر انجن کی سمت دوڑ لگا رہے تھے۔ دوسری طرف فائر انجن بدستور انتظار گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انسپکٹر ہیجانی کیفیت سے دوچار تھا۔ مجرموں کو پکڑنا اب محض چند منٹ کی بات لگتی تھی لیکن پھر اچانک فائر انجن ٹھہر گیا۔ اتنے فاصلے سے انسپکٹر کو ایسا لگا، جیسے فائر انجن کسی چیز سے ٹکرایا ہے۔

ایڈی نے بریک اس قدر اچانک لگائے تھے کہ کونان، ڈی اینجلو اور ہیگر سنبھل نہ سکے۔ حالانکہ فائر انجن کا رکنا ان کے لیے خلاف توقع نہیں تھا۔ ایڈی نے انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا۔ ہر طرف سائرن گونج رہے تھے۔ وہ ان آوازوں میں محصور ہو گئے تھے۔ وہ آوازیں ہر سمت سے ان کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

کونان، ڈی اینجلو اور ہیگر نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھالا۔ ہیگر نے جلدی سے تارپولین میں لپٹے ہوئے بنڈل ڈی اینجلو اور ایڈی کو تھمائے۔ کونان پین سینٹرل ریل روڈ کی سرنگ کے ہنگامی دروازے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے جسم کا ہر مسام پسینہ اگل رہا تھا۔ اس نے بے تابانہ گریگ کو پکارا...... ”گریگ...... گریگ...... !“

ایک لمحے سناٹا رہا۔ پھر سرنگ کا دروازہ گڑگڑاہٹ کے ساتھ اٹھا اور گریگ کا چہرہ نمودار ہوا۔ وہ منصوبے کے مطابق ایڈی اور کونان کو میوزیم میں چھوڑ کر یہاں آ گیا تھا۔ وہ ان سرنگوں اور ان کے ہنگامی دروازوں کے سسٹم سے بخوبی واقف تھا۔ یہ معلومات اس نے اپنے چچا سے حاصل کی تھیں۔

کونان سرنگ میں داخل ہوا اور پھرتی سے آہنی سیڑھی کی طرف لپکا۔ ڈی اینجلو اور ایڈی نے بنڈل اس کی طرف بڑھائے۔ پھر وہ دونوں بھی سرنگ میں آ گئے۔ دونوں جانب سے پولیس کاروں کے بریک چیخے لیکن ان کی آواز آہنی دروازے کے گرنے کی آواز میں دب گئی۔ گریگ نے بڑی تیزی سے دروازے کے بولٹ گرا دیے۔

کاروں کے رکنے کے چند منٹ بعد انسپکٹر میکس کا ہیلی کاپٹر بھی وہاں پہنچ گیا۔ انسپکٹر

ٹرانسمیٹر پر چیخ رہا تھا۔ ''کیا ہوا؟'' کہاں گئے وہ لوگ؟ میں پوچھتا ہوں، کہاں گئے وہ؟''

''سر...... ایسا لگتا ہے کہ وہ سرنگ والے ہنگامی دروازے سے اندر چلے گئے ہیں۔'' ایک پولیس مین نے اسکواڈ کار ریڈیو کے ذریعے جواب دیا۔ ''یہ دروازے صرف اندر سے کھلتے ہیں جناب۔ ہم انھیں نہیں کھول سکتے۔''

''توڑ دو دروازے میں ہر قیمت پر انھیں گرفتار دیکھنا چاہتا ہوں۔'' انسپکٹر میکس نے دہاڑ کر کہا۔ پھر اس نے گھڑی دیکھی چھ بج کر پچاس منٹ ہوئے تھے۔

نیچے پولیس والے دروازے پر بے سود طاقت آزمائی کر رہے تھے۔ اوپر ہیلی کاپٹر میں انسپکٹر سوچ رہا تھا۔ گرانڈ سینٹرل اسٹیشن کا نظام بہت پیچیدہ تھا۔ اس میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کے ان گنت راستے تھے۔ وہ سوچتا اور حساب لگاتا رہا۔ مجرم اسٹیشن سے نکلنے کے لیے کم ازکم بیس راستے استعمال کر سکتے تھے۔ سوال یہ تھا کہ وہ انھیں کس طرح روکے گا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر کے ریسیور پر ایک رپورٹ موصول ہوئی۔ ''یونٹ سترہ اسپیکنگ...... پی بی ون ون۔''

''یس یونٹ سترہ۔'' انسپکٹر نے جواب دیا۔

''میٹرو آرٹ میوزیم میں ڈاکے کی تصدیق ہوگئی ہے سر۔ پانچ تصویریں چرائی گئی ہیں۔ وہاں آگ نہیں لگی تھی بلکہ مجرموں نے دھوئیں کے بم استعمال کیے تھے۔''

''تفتیش جاری رکھو یونٹ سترہ۔ میوزیم کے کسی عہدیدار سے رابطہ قائم کرکے جزئیات معلوم کرنے کی کوشش کرو۔''

اب معاملہ گھمبیر ہوگیا تھا۔ ڈاکے کی تصدیق ہوگئی تھی اور یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ کیا چ[illegible] گیا ہے۔ مجرم سرنگ کے ذریعے گرانڈ سینٹرل اسٹیشن میں داخل ہونے والے تھے۔ انس[illegible] جانتا تھا کہ اب وہ ایک ہی کام کرسکتا ہے۔ اس نے ٹرانسمیٹر سنبھالا۔ ''پی بی ون ون آ[illegible] یونٹس۔ ارجنٹ...... ڈاکو گرانڈ سینٹرل اسٹیشن میں داخل ہوگئے ہیں۔ اسٹیشن کے تمام را[illegible] فوری طور پر بند کردو۔''

اس نے دیکھا، اس کا پیغام مکمل ہونے سے پہلی ہی بہت سے افسر اسٹیشن کے مختلف راستوں کی طرف جھپٹے تھے۔ وہ واکی ٹاکی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ بھی رکھ رہے تھے۔ انسپکٹر مستعدی کے اس مظاہرے پر مسکرا دیا تھا۔ اس کا محکمہ لائق تحسین کارکردگی کا مظاہرہ کرر ہا تھا۔

ہیلی کاپٹر پارک ایونیو کی فضا میں چکر لگا رہا تھا۔ انسپکٹر میکس، مجرموں کی ذہانت کو دل ہی دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ انھوں نے ہنگامی سرنگ استعمال کرکے زبردست عیاری دکھائی تھی۔ سرنگ میں اترنے کے بعد انھیں دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ سکون سے فائرمینوں کی وردیاں اتارتے، جو آکسیجن ماسک کی وجہ سے ان کے لیے بہروپ کا کام دے رہی تھیں۔ اس کے بعد وہ اسٹیشن میں داخل ہوجاتے، جہاں سیکڑوں مسافر ہوں گے۔ وہاں انھیں کون پہچان سکتا تھا جبکہ پولیس ان کے حلیوں سے یکسر لاعلم تھی۔

اب ایک مسئلہ اور تھا۔ مجرم اگر اتنے ذہین تھے تو انھیں اندازہ ہوگا کہ پولیس اسٹیشن کی ناکابندی کردے گی۔ اس صورت میں یہ امکان تھا کہ وہ چرائی ہوئی تصویریں اسٹیشن کی حدود میں کہیں چھپا دیتے۔ اس امکان کے پیش نظر اسے کچھ اور اقدامات کرنا پڑتے۔ وہ جانتا تھا کہ اسٹیشن کے تمام راستے بند کرنے کا حکم دے کر اس نے اپنے محکمے کے لیے سنگین قانونی پیچیدگیاں پیدا کی ہیں لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسے اپنے طور پر فیصلے کرنے ہیں۔ آپریشن پنڈوراز باکس کی ذمے داری اسی پر ڈالی گئی تھی... لہٰذا اب اسے اپنے اختیارات کو استعمال کرنا تھا۔ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو۔

اس نے فوری طور پر ہیڈکوارٹرز ڈسپیچر سے بات کی اور حکم دیا کہ شہر میں موجود تمام یونٹس کو گرانڈ سینٹرل اسٹیشن بھیج دیا جائے تاکہ وہ اس اسٹاف کی مدد کریں، جو اسٹیشن کو سیل کررہا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اب کسی شہری کو اسٹیشن میں داخل نہ ہونے دیا جائے، نہ اسٹیشن میں موجود کسی شخص کو باہر نکلنے دیا جائے۔ پولیس کو مجرموں کو تلاش کرنا ہے، جن کی تعداد چار یا پانچ ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ان کے پاس چرائی ہوئی پانچ پینٹنگز ہوں۔ امکان یہ

ہے کہ کینوس رول کیسے ہوئے ہوں گے۔

ہیڈکوارٹر ڈسپیچر نے فوری طور پر یہ احکامات نشر کرنا شروع کر دیے۔

انسپکٹر نے کچھ دیر سوچ بچار کے بعد ہیڈکوارٹرز ڈسپیچر کو مزید احکامات دیے۔ ''مجرموں کی تلاش کے علاوہ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اسٹیشن پر موجود ہر شخص سے شناختی کاغذات طلب کر کے اس کا نام اور پتا نوٹ کرایا جائے۔ ہر آفیسر ایسے افراد کی فہرست تیار کر کے مجھے بھیجے گا۔ اگر کوئی شخص شناختی کاغذات پیش نہ کر سکے تو اسے پولیس اسٹیشن نمبر سولہ میں بھیج دیا جائے۔ یہ شناخت ہونے تک اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ یہ حکم تعزیراتی قانون کی دفعہ ۱۴۰ کی پچاسویں شق کے حوالے سے دیا جا رہا ہے۔'' انسپکٹر جانتا تھا کہ اس دفعہ کے حوالے سے اقدام کرنا خطرناک ہے، لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ''اس کے علاوہ تمام پولیس ہیلی کاپٹرز ہنگامی صورت حال کے لیے تیار رہیں۔ کریو اسٹاف کو ہدایت کر دو کہ وہ میری طرف سے مزید ہدایات کا منتظر رہے۔'' انسپکٹر نے مزید کہا۔

اس کے بعد انسپکٹر نے ٹرین ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پوری صورت حال بیان کرنے کے بعد ٹرین ماسٹر سے پوچھا کہ کیا یہ وقت آنے والی والی یا جانے والی کسی ٹرین کے لیے مخصوص ہے۔ ٹرین ماسٹر نے چیک کر کے جواب دیا کہ چار سے چھ منٹ کے اندر دو ٹرینیں آنے والی ہیں۔

''آپ انھیں فوری طور پر رکوا سکتے ہیں؟''

ٹرین ماسٹر کا جواب اثبات میں تھا۔ انسپکٹر مطمئن ہو گیا۔ اس نے مشتبہ افراد میں اضافے کی روک تھام کر کے ایک اور کامیابی حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد اس نے ریلوے پولیس کے حکام سے بات کی اور انھیں مکمل تعاون پر رضامند کر لیا۔ اس کے بعد اس نے پین سینٹرل ریل روڈ کے چیف ڈسپیچر کو کال کیا اور اسے واردات کی تفصیل بتانے کے بعد درخواست کی کہ شام چھ بج کر پچاس منٹ کے بعد گرانڈ سینٹرل اسٹیشن سے روانہ ہونے والی ہر ٹرین کو رکوالیا جائے تا آنکہ پولیس وہاں پہنچ کر ان ٹرینوں کے مسافروں

کی تلاشی نہ لے لے۔

اس وقت سوا سات بجے تھے۔ انسپکٹر کی درخواست کی زد میں ۹ ٹرینیں آئیں۔ انسپکٹر نے ریل روڈ کے چیف ڈسپیچر کو ہدایت دی کہ وہ ٹرینیں رکوانے کے بعد پولیس ہیڈکوارٹر کے ڈسپیچر کو ان ٹرینوں کی لوکیشن بتا دے۔ اس کے بعد اس نے پولیس ہیڈکوارٹر کے ڈسپیچر کو کال کر کے ہدایت دی کہ ریل روڈ سے اطلاع ملتے ہی وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے پولیس عملے کو مطلوبہ لوکیشنز پر پہنچنے کی ہدایت دے۔ ''میں چاہتا ہوں کہ وہ مسافروں اور ٹرینوں کی مکمل تلاشی لیں۔'' اس نے حکم دیا۔ ''اس کے علاوہ ہر مسافر کا نام اور پتا نوٹ کریں اور وہ فہرست مجھے بھجوا دیں۔ جو مسافر اپنی شناخت نہ کرا سکے، اسے پولیس اسٹیشن نمبر سولہ میں پہنچا دیں دفعہ ۱۴۰ کی پچاسویں شق کے تحت۔''

تمام اقدامات مکمل ہو چکے تھے۔ چنانچہ انسپکٹر نے زمین پر آنے کا فیصلہ کیا۔ وہ خود اسٹیشن پہنچ کر صورت حال کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔

اسٹیشن پہنچنے تک اسے کئی بار اپنا بیج دکھانا پڑا۔ اسٹیشن میں پھنسے ہوئے مسافروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے اس نے عجیب عجیب تبصرے سنے۔

''میرا خیال ہے، یہ لوگ کوئی بم تلاش کر رہے ہیں۔''

''میں نے سنا ہے کہ کسی گروہ نے ٹکٹ کیشیئر کو لوٹنے کی کوشش کی ہے۔''

''لعنت ہے۔ میرے خیال میں میئر زندگی میں پہلی بار ٹرین کا سفر کر رہا ہے۔ یہ اسی کے لیے حفاظتی انتظامات ہیں۔''

''یہ تو سچ ہے کہ ہمیں یہاں تحفظ کی ضرورت ہے لیکن بھائی اتنا زیادہ تحفظ بھی کس کام کا۔''

انسپکٹر بڑی محبت سے مسکرایا۔ خدا انھیں خوش رکھے۔ میرے نیویارک والے کیسے زندہ دل لوگ ہیں۔

انسپکٹر کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ریلوے پولیس والے اس کے محکمے کے شانہ بہ شانہ کام کر رہے ہیں۔ تھوڑی سی دیر میں ان لوگوں نے کام کو خاصا ترتیب وار بنا لیا تھا۔ انھوں نے

اسٹیشن کا زیریں حصہ بالکل خالی کرالیا تھا۔ اس حصے میں جانے والے تمام زینوں پر چار چار پولیس مین تعینات کردیے گئے تھے۔ مرکزی حصے میں مسافروں کی قطاریں بنوالی گئی تھیں اور ان کے نام اور پتے نوٹ کیے جارہے تھے۔ اس کے بعد ان کی تلاشی لے کر انھیں زیریں حصے میں بھیجا جارہا تھا۔ اسٹیشن ماسٹر پبلک ایڈریس سسٹم پر مسافروں سے تحمل اور پولیس سے تعاون کی التجا کررہا تھا۔ انسپکٹر نے اندازہ لگایا کہ اس وقت اسٹیشن پر موجود لوگوں کی تعداد چھ سے آٹھ ہزار کے درمیان ہے۔

اچانک قطار میں کھڑے ہوئے تین آدمی مختلف سمتوں میں بھاگ اٹھے۔ ان تینوں کا تعاقب کرکے انھیں پکڑلیا گیا۔ تفتیش پر پتا چلا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے لیکن ان کے مابین ایک قدر مشترک تھی، جس نے انھیں بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ تینوں غیر قانونی طور پر امریکا میں داخل ہوئے تھے۔ انھیں امیگریشن والوں کے سپرد کردیا گیا۔

کچھ دیر بعد انسپکٹر میکس کے سامنے ایک عجیب کیس آیا۔ دو سادہ لباس والے ایک خاتون کو پکڑے کھڑے تھے، جس نے انھیں رشوت کی پیشکش کی تھی۔ انسپکٹر وہاں پہنچا تو عورت رو رہی تھی۔ وہ ان دونوں کو رشوت کی پیشکش کا سبب بتانے پر آمادہ نہیں تھی۔ انسپکٹر اسے ایک طرف لے گیا اور اسے سمجھایا کہ اسے یہ معلومات کیوں درکار ہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس نے رشوت کی پیشکش کیوں کی تھی۔ اس نے رازداری کا وعدہ بھی کیا، تب جاکر عورت نے حقیقت اگلی۔ وہ نہ صرف شادی شدہ تھی بلکہ پانچ بچوں کی ماں تھی۔ وہ گرین وچ سے نیویارک اپنے محبوب سے ملنے کی غرض سے آئی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ اس کے شوہر کو اس کا علم ہو۔ انسپکٹر نے اسے بتایا کہ رشوت دینا کتنا سنگین جرم ہے۔ پھر اس نے عورت کے شناختی کاغذات دیکھے اور اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس نے سادہ لباس والوں کو پوری بات بتاتے ہوئے کہا۔ ''غلطی انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ قانون کو کبھی کبھی درگزر سے بھی کام لینا چاہیے۔ یہ بھی اصلاح کی ترغیب ہوتی ہے۔''

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ فائرنگ کی آواز سنائی دی، اسی وقت واکی ٹاکی پر

انسپکٹر کو پکارا گیا۔ ''انسپکٹر کافمین...... انسپکٹر کافمین۔ پلیٹ فارم نمبر تین پر آجایئے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم نے مجرموں کو گھیر لیا ہے۔ انسپکٹر کافمین پلیز......''

انسپکٹر جلدی سے پلیٹ فارم نمبر تین کی طرف لپکا۔ وہاں کچھ پولیس والے گیٹ کے پاس کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے انسپکٹر کو پہچان کر وضاحت کی۔ ''وہ چار افراد تھے۔ ان کے پاس ایک تھیلا تھا۔ چاروں قطار سے نکل بھاگے۔ وہاں پٹریوں کی طرف چھپے ہوئے ہیں۔ ہم نے تعاقب کی کوشش کی تو انھوں نے فائرنگ شروع کردی۔'' اس نے پٹریوں کی طرف اشارہ کیا۔

انسپکٹر نے اشارے کی سمت دیکھا۔ وہاں ایک ٹرین کھڑی تھی۔ اسی وقت ٹرین کے عقب سے کسی نے فائر کیا۔ پھر ایک چیخ سنائی دی اور کسی نے کہا۔ ''فائر نہ کرو۔ ہم باہر آرہے ہیں۔''

''ہمارے کچھ ساتھی دوسری طرف سے انھیں گھیر رہے تھے، وہی ہوں گے۔'' پولیس مین نے انسپکٹر کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں کہا۔

چند لمحے بعد ٹرین کے عقب سے تین آدمی نمودار ہوئے وہ چوتھے کو گھسیٹ رہے تھے، جو شاید ابھی پولیس کی فائرنگ سے زخمی ہوا تھا۔ ان کے عقب سے تین پولیس والے برآمد ہوئے۔ انھوں نے مجرموں کو کور کررکھا تھا۔ ''کون ہو تم لوگ...... اور فائرنگ کیوں کی تم نے؟'' انسپکٹر نے ان سے پوچھا۔

وہ چاروں خاموش رہے۔ انسپکٹر نے ایک پولیس مین کو تھیلا کھول کر چیک کرنے کی ہدایت دی۔ تھیلے کو کھول کر دیکھا گیا۔ تھیلا دس ڈالر کے نئے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

''یہ کیا ہے؟ کہاں سے آئی یہ رقم؟'' انسپکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں مذاق کرتے ہو۔'' ان میں سے ایک نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تم خوب جانتے ہو کہ یہ کیا ہے۔ اسی کے لیے تو تم نے اتنا ہنگامہ برپا کیا ہے اسٹیشن پر۔ تمھیں معلوم ہے کہ یہ جعلی نوٹ ہیں۔''

"شٹ اپ ڈیوک۔" اس کے ساتھی نے اسے ڈانٹا۔

انسپکٹر تلخی سے مسکرایا۔ جعلی کرنسی پکڑلی گئی۔ لیکن اصل واردات کے مجرموں کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔

کچھ افسر اس سرنگ میں بھیجے گئے تھے جس میں مجرموں کو داخل ہوتے دیکھا گیا تھا۔ انھیں وہاں سے بہت سی چیزیں ملی تھیں۔ ان میں فائر مینوں کی چار مکمل وردیاں تھیں۔ آکسیجن ماسک تھے...... تارپولین کی شیٹس تھیں اور کچھ شفاف کاغذ کی شیٹس تھیں۔ یہ بات ثابت ہوگئی کہ مجرم ان میں چرائی ہوئی تصویریں چھپا کر لائے تھے۔ اس تمام سامان کو تجزیے کے لیے پولیس لیبارٹری بھیج دیا گیا۔

اب سوال یہ تھا کہ آیا مجرم تصویروں کو کہیں چھپانے میں کامیاب ہوگئے ہیں یا وہ اب بھی انھی کے قبضے میں ہیں۔ انسپکٹر پرامید تھا کہ روکی جانے والی نو ٹرینوں کے مسافروں کی تلاشی کا مثبت نتیجہ نکلے گا۔

سات بج کر پچیس منٹ پر نو ٹرینیں جہاں تھیں، وہیں روک دی گئیں۔ پندرہ منٹ بعد پہلے ہیلی کاپٹر نے رکی ہوئی ایک ٹرین کے پاس لینڈ کیا۔

کونان بہت خوش تھا۔ اس کا منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوا تھا۔ وہ اس قدر خوش تھا کہ اس کا بہ آواز بلند ہنسنے کو جی چاہ رہا تھا۔ اس نے برابر بیٹھے ہوئے ڈی اینجلو کو دیکھا۔ ڈی اینجلو بھی مسکرا رہا تھا۔

وہ پانچوں سات بجے والی ٹرین میں سوار ہوئے۔ ٹرین میں بہت رش تھا۔ انھیں الگ الگ سیٹیں ملیں۔ کونان اور ڈی اینجلو ساتھ بیٹھے تھے۔ ہیگر ان کے پیچھے تھا۔ ایڈی او گریگ سامنے والی نشستوں پر تھے۔ ٹرین رکی تو کونان نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ د تو اس وقت خود کو فضاؤں میں اڑتا محسوس کر رہا تھا۔ ٹرین جب رکی تو وہ برونکس سے یعنی ا کی منزل سے صرف چار منٹ کے فاصلے پر تھی۔ اس نے سمجھا کہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے ٹر رکی ہے۔ وہ کامیابی کے نشے میں چور تھا۔ اسے احساس بھی نہیں ہوا کہ ٹرین بدستور رکی ہو

ہے۔ اچانک ڈی اینجلو نے اس کے پہلو میں کہنی ماری۔ "خدا کی پناہ...... وہ دیکھو۔"

کونان نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر پٹری کے قریب ہی لینڈ کر رہا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر سے پولیس والے اترے۔ کونان نے سر جھٹکتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ "یہ معاملہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ بہرحال، فکر کی کوئی بات نہیں۔ بشرطیکہ ہم اپنے اعصاب پر قابو رکھیں۔ اپنے دوستوں کو سمجھا دو۔"

مسافر کھڑے ہو کر باہر دیکھ رہے تھے۔ ڈی اینجلو نے موقع پا کر اپنے تینوں ساتھیوں کو سمجھا دیا۔ پھر وہ کونان سے مخاطب ہوا "بے فکر رہو۔ ان کے اعصاب خاصے مضبوط ہیں۔"

وہ آخری ڈبے میں تھے لہٰذا ان کی باری بھی آخر میں آئی۔ بالآخر چار پولیس والے ڈبے میں داخل ہوئے۔ دو ڈبے کے بالائی حصے کی طرف اور دو زیریں حصے کی طرف چلے گئے۔ انھوں نے مسافروں سے پوچھ گچھ کی اور تلاشی بھی لی۔

"خدا کی پناہ!" ڈی اینجلو نے سرگوشی کی۔ "سوالات بھی کر رہے ہیں اور تلاشی بھی لے رہے ہیں۔"

"تب بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔" کونان نے پرسکون لہجے میں کہا۔

اسی اثنا میں دو پولیس والے ان تک پہنچ چکے تھے۔ ایک نے خوشگوار لہجے میں کونان سے کہا۔ "اس زحمت پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ اپنا نام اور پتا بتائیے اور شناختی کاغذات بھی دکھائیے۔"

کونان اور ڈی اینجلو نے اپنے نام اور پتے لکھوا دیے۔ کونان نے اپنا سوشل سیکیورٹی کارڈ اور ڈی اینجلو نے ڈرائیونگ لائسنس ان کی طرف بڑھا دیا۔ انھوں نے ایک نظر ڈالنے کے بعد دونوں چیزیں واپس کیں۔ پھر ان دونوں کی تلاشی لی گئی۔ تلاشی بڑی احتیاط سے لی گئی تھی...... ماہرانہ انداز میں۔ پھر انھوں نے سیٹ کے نیچے بھی دیکھا اور اس کے بعد شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گئے۔

ڈبے میں ایک شخص ایسا بھی تھا، جس کے پاس اپنی شناخت کا کوئی دستاویزی ثبوت نہیں تھا۔ اسے ٹرین سے اتار لیا گیا۔ کونان پرتشویش نگاہوں سے یہ سب دیکھتا رہا۔ ہیگر، گریگ اور ایڈی بخیر وعافیت جامہ تلاشی کے مرحلے سے گزر گئے، تب کہیں اس نے سکون کا سانس لیا۔ پولیس والے ٹرین سے اترے۔ انھوں نے نو افراد کو جن کی شناخت کی تصدیق نہیں ہوسکی تھی، ہیلی کاپٹر میں بٹھالیا۔ پھر ہیلی کاپٹر پرواز کرگیا۔ چند منٹ بعد ٹرین حرکت میں آئی اور ٹھیک چار منٹ بعد برونکس کے اسٹیشن پر جارکی۔ وہ پانچوں ٹرین سے اتر گئے۔

''خدا کی پناہ!'' ڈی اینجلو نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ ''انھوں نے ہمارے نام اور پتے نوٹ کرلیے ہیں اور وہ یقینی طور پر پینٹنگز تلاش کررہے تھے۔ اب کیا ہوگا کونان! اس کا مطلب کیا ہے؟''

کونان خود یہ سب کچھ ہضم نہیں کرپارہا تھا۔ تاہم یہ طے تھا کہ صرف ان کی ٹرین نہیں، پولیس نے اور ٹرینیں بھی رکوائی ہوں گی لیکن وہ پولیس کی مستعدی پر ششدر تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ پولیس اس واردات کے سلسلے میں پہلے ہی تیاریاں مکمل کرچکی تھی۔ اس کا اندازہ تو اسے میوزیم سے نکلتے ہی ہوگیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ ایسا کیوں ہوا۔ اتنی محتاط منصوبہ بندی کے باوجود۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے مخبری کی ہو لیکن اس نے یہ سب کچھ اپنے ساتھیوں سے نہیں کہا۔ ''نام اور پتے سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' اس نے انھیں اطمینان دلایا۔ ''اگر انھوں نے گرانڈ سینٹرل میں موجود ہر شخص کا نام پتا نوٹ کیا ہے تو یہ تعداد ہزاروں میں پہنچے گی۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم کامیاب ہوگئے۔ ہم نے تصویریں چرالیں اور ہم تاوان کی رقم بھی کامیابی سے وصول کریں گے۔'' اس نے ان چاروں کو بغور دیکھا۔ وہ یکساں طور پر فکرمند نظر آرہے تھے۔

پولیس نے نو ٹرینوں میں ۱۸۰۰ افراد سے پوچھ گچھ کی تھی...... اور ان میں سے ۵۰ پولیس اسٹیشن نمبر سولہ پہنچائے گئے تھے لیکن پینٹنگز برآمد نہیں ہوسکی تھیں۔ دوسری طرف پین سینٹرل ریل روڈ کے چیئرمین کو اس صورت حال نے پریشان کردیا تھا۔ اس نے فوری طور پر

میئر کو فون کرکے احتجاج کیا کہ اس طرح اس کے ادارے کی ساکھ عوامی سطح پر خراب ہورہی ہے۔ اس وقت تک میئر کو ڈاکے کی اس واردات کی خبر ہی نہیں تھی۔ تاہم اس نے ڈپلومیسی سے کام لیتے ہوئے چیئرمین کو اطمینان دلایا۔ ''تم فکر نہ کرو ماتھر! ہم صورت حال پر یقیناً قابو پاچکے ہیں۔ ٹرینوں کی آمدورفت کا سلسلہ عنقریب بحال ہوجائے گا۔ میں تم سے پھر بات کروں گا۔''

میئر نے فوری طور پر پولیس کمشنر کو فون کیا۔ وہ ویک اینڈ کے لیے لانگ آئی لینڈ گیا ہوا تھا۔ میئر نے وہاں اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن کمشنر کھلے پانی میں مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے اس کی قیام گاہ پر پیغام چھوڑا کہ وہ فوری طور پر واپس آجائے۔ صورت حال بہت خراب ہے۔ اس کے بعد میئر اینڈریو نے اپنے نائب کو گرانڈ سینٹرل کی صورت حال دیکھنے کے لیے بھیجا...... اور خود میٹرو آرٹ میوزیم کی طرف دوڑ لیا۔

انسپکٹر میکس کافمین رات بارہ بجے کے قریب گرانڈ سینٹرل اسٹیشن سے نکلا اور سولھویں پولیس اسٹیشن کے لیے روانہ ہوا۔ وہ مطمئن تھا کہ جو کچھ کیا جاسکتا تھا، اس میں محکمۂ پولیس نے کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ اس نے اسٹیشن کو کھولنے اور ٹرینوں کی معمول کے مطابق آمدورفت کی اجازت دے دی تھی لیکن اس نے کچھ نفری کو اسٹیشن کی حدود میں پینٹنگز کی تلاش پر مامور کردیا تھا۔ کچھ لوگوں کو اسٹیشن میں آنے جانے والوں پر نظر رکھنی تھی۔ دوسری طرف میوزیم کی انتظامیہ نے تصدیق کردی تھی کہ پانچ پینٹنگز چرائی گئی ہیں۔ پولیس لیب کا عملہ میوزیم میں کلیوز کی تلاش میں مصروف تھا۔

انسپکٹر اسٹیشن پہنچا تو پتا چلا کہ وہاں دفعہ ۱۴۰ کی پچاسویں شق کی زد میں آئے ہوئے ۳۱۹ افراد موجود ہیں۔ کچھ شناختی کاغذات پیش نہ کرنے، کچھ پولیس کے خلاف مزاحمت کرنے اور کچھ سنگین چارج کے تحت حراست میں لیے گئے تھے۔ ان میں ۲۲ افراد ایسے تھے، جن کا کوئی مستقل پتا، کوئی گھر نہیں تھا، جو ہرات گرانڈ سینٹرل اسٹیشن پر بسر کرتے تھے۔ ان میں ایک بوڑھی عورت بھی تھی۔ اس کا لباس بوسیدہ تھا۔ اس نے میکس کا ہاتھ تھام

لیا۔ ''پلیز، میری مدد کرو۔'' اس نے التجا کی۔ ''میں بوڑھی عورت ہوں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اس سے پہلے پولیس ہمیشہ مجھے نظرانداز کرتی رہی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ پلیز...... میں حوالات میں بند نہیں ہونا چاہتی۔'' وہ بار بار سر جھٹک رہی تھی...... بے حد وحشت زدہ تھی وہ۔

انسپکٹر نے قریب کھڑے پولیس مین سے کہا۔ ''اسے میرے کمرے میں لے آؤ۔''

اپنے آفس میں انسپکٹر میکس نے جیب سے بیس ڈالر کا نوٹ نکال کر عورت کو دیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ''جاؤ...... آج کسی ہوٹل میں رات گزار لو۔ آج تم اسٹیشن پر نہیں رہ سکتیں۔'' اس نے کہا۔

''اسٹیشن ہی میرا گھر ہے۔ مجھے بے گھر نہ کرو پلیز۔'' وہ بدستور رو رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔ کل تم اپنے گھر چلی جانا۔ آج رات یہ تکلیف اٹھا لو۔'' انسپکٹر نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ پھر وہ پولیس مین سے مخاطب ہوا۔ ''اسے کسی ہوٹل میں کمرا دلا دو، لے جاؤ۔''

عورت کے جانے کے بعد وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس پروفیشن میں نرم دلی نہیں چلتی، اس نے خود کو یاد دلایا۔ شاید عمر مجھ پر اثرانداز ہونے لگی ہے۔ میں نرم ہوتا جا رہا ہوں۔

وہ جانتا تھا کہ ابھی ان گرفتاریوں کے سلسلے میں وکلا کا سامنا بھی کرنا ہوگا...... اور وہ کسی اعتبار سے خوشگوار کام نہیں تھا۔ خاص طور پر اٹھارہ گھنٹے کی تھکن کے بعد۔

ڈیسک سارجنٹ نے پولیس اسٹیشن کے تمام عملے کو ہنگامی طور پر طلب کرلیا تھا سارجنٹ مارگریٹ رات ڈیڑھ بجے نمودار ہوئی۔ انسپکٹر نے اسے گرانڈ سینٹرل میں موجود اور روکی جانے والی ٹرینوں میں موجود افراد کے نام اور پتے پر مشتمل فہرست مرتب کرنے کے کام پر لگا دیا۔ ڈھائی بجے تک شناخت سے محروم افراد نے اپنے گھر والوں، دوستوں یا وکیلوں کے ذریعے اپنی شناخت کرادی تھی اور رہا کر دیے گئے تھے۔ پھر وہ مرحلہ بھی آ ہی گیا، جس سے وہ خوف زدہ تھا۔ ڈیسک سارجنٹ نے فون کے ذریعے سے مطلع کیا کہ وکلا کا ایک وفد اس

سے ملنا چاہتا ہے۔ اس نے سارجنٹ کو ہدایت کی وہ انھیں اوپر بھیج دے...... اور خود ان کا سامنا کرنے کو تیار ہوگیا۔

وکلا کا وفد نو افراد پر مشتمل تھا۔ انسپکٹر میکس بڑے تحمل سے ان کی تند و تلخ گفتگو سنتا رہا۔ کسی نے اسے گستاپو کا سا طرز عمل قرار دیا اور کسی نے پولیس کی بے رحمانہ فطرت سے تعبیر کیا۔ بالآخر انسپکٹر کو بولنا ہی پڑا۔ ''میں آپ لوگوں کے جذبات سے واقف ہوں،'' اس نے کہا۔ ''پولیس کا آج کا طرز عمل آپ لوگوں کے نزدیک یقیناً غیر معقول ہوگا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ایک بڑے جرم کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں اور اس کے پیش نظر یہ ضروری تھا۔ میں آپ کو یہ بھی یاد دلا دوں کہ ہم نے قانون کی حدود میں رہ کر......''

''کسی شخص کو صرف اس بنیاد پر گرفتار کرنا کہ اسکے پاس اپنی شناخت کے لیے کاغذات نہیں تھے، قانون کے مطابق ہے۔ آپ نے شخصی آزادی کے اصول کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔'' ایک وکیل نے پرزور انداز میں کہا۔

''اس بنیاد پر کسی شخص کو گرفتار نہیں کیا گیا۔'' انسپکٹر میکس نے بے حد سکون سے کہا۔ ''ہم نے انھیں اسٹیشن میں وقتی طور پر روکا تھا۔'' پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی اعتراض کرے، اس نے جلدی سے کہا۔ ''جو کچھ بھی ہوا، وہ تعزیراتی قانون کی دفعہ ۱۴۰ کی پچاسویں شق کے تحت ہوا۔ اگر آپ اس اتھارٹی کو چیلنج کرنا چاہیں تو عدالت سے رجوع کریں۔''

ان کے جانے کے بعد وہ غصے کی آگ میں جھلستا رہا۔ غضب خدا کا! یہی ایک کمی رہ گئی تھی۔ دل گداز لوگوں کا وفد اور قانون پر اسے لیکچر پلائے۔ لعنت ہے...... لعنت...... پھر وہ بری طرح چونکا اور اسے ہنسی آ گئی۔ اتنا غصہ کرنے کا کیا تک ہے۔ جیسے وہ اپنا فرض پورا کر رہا تھا ویسے وہ لوگ اپنا فرض نبھا رہے تھے۔

سارجنٹ مارگریٹ نے نام اور پتوں کی فہرست مرتب کرلی تھی۔ اس نے وہ فہرست انسپکٹر کے سامنے لا کر رکھی ہی تھی کہ پولیس کمشنر، انسپکٹر کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت صبح کے سوا تین بجے تھے۔

"مجھے میئر نے کال کیا تھا۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ تم نے گرانڈ سینٹرل اسٹیشن پر کیا ڈراما کیا؟ اس کی وجہ سے میئر نے مجھے چبا ڈالا۔"

"آپ کو میٹرو آرٹ میوزیم کی واردات کا علم ہے؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

"ہاں...... معلوم ہے۔" کمشنر نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ "لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ تم نے گرانڈ سینٹرل میں عوام کو اتنی پریشانیوں میں کیوں مبتلا کیا؟"

"اس لیے کہ مجھے علم تھا، مجرم اسٹیشن میں داخل ہوئے ہیں...... اور ان کے پاس نکلنے کی مہلت نہیں ہوگی۔ مجھے معلوم تھا کہ اسٹیشن سے نکلنے کے بعد وہ ہمارے ہتھے نہیں چڑھیں گے۔ اب میرے پاس اسٹیشن میں موجود تمام افراد کی مکمل فہرست موجود ہے...... اس ناپسندیدہ اقدام کے نتیجے میں۔"

"لیکن اس سے فائدہ کیا ہوگا؟" کمشنر جھنجلا گیا۔

انسپکٹر نے اپنی میز پر رکھی ہوئی فہرست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ۳۵۶۳ افراد کے نام اور پتے ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہمارے مطلوبہ افراد کے نام اسی فہرست میں کہیں موجود ہیں۔ ہمارے پاس گرفتھ موجود ہے، جو اس واردات کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہے۔ یہ فہرست ہم ہیڈ کوارٹر کے کمپیوٹر...... بلکہ واشنگٹن میں نیشنل کرائم انفارمیشن سینٹر کے کمپیوٹر کو فیڈ کر دیں گے۔ اس کے علاوہ واردات کے متعلق ہر اطلاع، میوزیم کے متعلق ہر بات اور اپنا اور ایف بی آئی کا ریکارڈ...... یہ سب کچھ کمپیوٹر کو فیڈ کریں گے۔ اس طرح ہمیں مجرموں کے بارے میں کوئی اہم سراغ مل سکتا ہے۔"

"ہاں بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" کمشنر نے سر کو تائیدی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

مورس کو ہفتے کی صبح سات بجے فون کی گھنٹی نے جگایا۔ اسے میوزیم کی واردات کا علم نہیں تھا۔ وہ گزشتہ روز ایک کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا تھا اور رات کو بہت دیر سے واپس آیا تھا۔ اس نے جھنجلا کر ریسیور اٹھایا۔ انسپکٹر میکس کافمین نے میوزیم سے اسے کال کیا تھا۔ انسپکٹر کو اس کی لاعلمی پر غصہ آیا کیونکہ اسی کی وجہ سے اسے واردات کی تفصیل کے

سلسلے میں وقت ضائع کرنا پڑا۔ "تم فوراً میوزیم پہنچ جاؤ۔" انسپکٹر نے رابطہ منقطع کرتے ہوئے کہا۔

مورس تیار ہو کر باہر نکلا۔ سب سے پہلے اس نے اخبارات خریدے اور واردات کی تفصیلی خبر پڑھی۔ دھوئیں میں گھرے ہوئے میوزیم کی کئی تصویریں شائع کی گئی تھیں۔ خبر پڑھ کر اسے انسپکٹر میکس سے ہمدردی محسوس ہونے لگی۔ اس کا واسطہ بے حد ذہین مجرموں سے پڑا تھا۔

میوزیم میں عام داخلے پر پابندی لگا دی گئی تھی اور وہاں بھاری تعداد میں پولیس موجود تھی۔ مورس، انسپکٹر میکس کے حوالے سے بہ آسانی اندر پہنچ گیا۔ دوسری منزل پر لیب کا عملہ اور فوٹوگرافرز کوئی سراغ تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ انسپکٹر چند افراد کے ساتھ دوسری منزل کی ایک کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اس کھڑکی سے ایک رسی بندھی ہوئی نیچے تک چلی گئی تھی۔ انسپکٹر نے مورس کو دیکھا تو اس کے پاس چلا آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرے پر تھکن تھی۔ "میں نے گرفتھ کو یہاں بلوایا ہے۔" اس نے بلاتمہید کہا۔ "وہ آتا ہی ہوگا۔ میں اسے کچھ دکھانا چاہتا ہوں اور اس دوران تمھاری موجودگی بھی میرے خیال میں ضروری ہے۔"

"یعنی تمھارے خیال میں یہ وہی واردات ہے، جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا؟" مورس نے پوچھا۔

"اگر ایسا نہیں ہے تو ہم اسے ناقابلِ یقین اتفاق ہی کہہ سکتے ہیں۔"

مورس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "طریقِ کار کے متعلق کچھ اندازہ لگایا تم نے؟"

انسپکٹر نے کندھے جھٹک دیے۔ "شواہد سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسی کے ذریعے میوزیم میں داخل ہوئے ہوں گے لیکن یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ابھی ہم اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ انھوں نے کام بڑی نفاست سے کیا۔ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود ہر موڑ پر ہم سے ایک قدم آگے رہے۔"

"اوراب کیا صورت حال ہے؟"

"کوئی معجزہ رونما نہ ہونے کی صورت میں ہم ان کی طرف سے تاوان کے مطالبے کا انتظار ہی کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر نے منہ بنا کر کہا۔

"ہوں...... یہ تو ہے۔" مورس نے پرخیال لہجے میں کہا۔ "ظاہر ہے، وہ تصویریں فروخت تو نہیں کی جا سکتیں۔ ایسی صورت میں وہ تاوان ہی پر انحصار کریں گے۔"

انسپکٹر، مورس کو چھوڑ کر ایک لیب مین کی طرف چلا گیا۔ جو چرائی ہوئی پینٹنگز کے خالی فریمز کا معائنہ کر رہا تھا۔ مورس ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ پھر اسے زینوں پر گرفتھ نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی اور ایک سادہ لباس والا اس کے ساتھ تھا۔ گرفتھ کا چہرہ لاش کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ سادہ لباس والا اسے انسپکٹر میکس کے پاس لے گیا۔ انسپکٹر نے اشارے سے مورس کو بھی بلایا۔

"ایک اور شہادت ملی ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔ "میں فوری طور پر اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ چلو میرے ساتھ۔"

چند لمحے بعد مورس، انسپکٹر کی کار میں بیٹھا تھا۔ گرفتھ اسکواڈ کار میں تھا، جو انسپکٹر کی کار کے پیچھے تھی۔ "مجھے بتاؤ تو...... چکر کیا ہے؟" مورس نے پوچھا۔

"مائم...... صبح این بی سی ٹیلی وژن والوں نے کال کیا تھا۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔ "ان کے کیمرا مین اپنے طور پر آتش زنی کی فلمبندی کر رہے تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ درحقیقت وہ ڈاکے کی واردات تھی۔ انھوں نے پیشکش کی ہے کہ ٹی وی پر دکھائے جانے سے پہلے ہم وہ فلم دیکھ لیں۔ ممکن ہے، اس میں کوئی کام کی چیز ہو۔ میں نے سوچا، یہ بھی ممکن ہے کہ گرفتھ اس شخص...... ہیپ کو پہچان لے۔"

کچھ دیر بعد وہ این بی سی کے پروجیکشن روم میں بیٹھے تھے۔ ٹی۔ وی کے ڈائریکٹر نے انھیں بتایا کہ جو فلم دکھائی جائے گی، اسے ابھی ایڈٹ نہیں کیا گیا ہے۔ انسپکٹر نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے گرفتھ کو دیکھا، جس کے چہرے پر الجھن تھی۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں کو زبان سے

تر کر رہا تھا۔ انسپکٹر نے اسے ابھی تک فلم کے سلسلے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔

اچانک کمرے میں تاریکی ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی اسکرین روشن ہوگئی۔ پہلا شاٹ ففتھ ایونیو کا تھا۔ پیش منظر میں میوزیم کی دھوئیں میں گھری ہوئی عمارت تھی۔ پھر کیمرے کا رخ تبدیل ہوا۔ اسکرین پر ایک فائر مین کا کلوز اپ نظر آیا۔ سیاہ رین کوٹ اسکرین پر چھا گیا۔ اس کے بعد زوم ان کے ذریعے میوزیم کا صدر دروازہ نظر آیا۔ کئی فائر مین ہوز پائپ سنبھالے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ پھر شاٹ وائیڈ ہوا۔ سامنے کھڑی ہوئی پولیس کی گاڑیاں بھی منظر میں شامل ہوگئیں۔ کیمرا تیزی سے ہٹا...... اور اب عمارت کے اوپر کا آسمان بھی نظر آنے لگا۔ دھوئیں کے بادل اٹھ رہے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک ہیلی کاپٹر منظر میں داخل ہوا۔ کیمرے نے اسے لینڈنگ تک فالو کیا۔

انسپکٹر میکس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اب وہ اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا، جب پولیس مین نے اسے دھوئیں کا بم لا کر دیا تھا۔ کیمرا پھر زوم ان ہوا۔ اب میوزیم کا صدر دروازہ اسکرین پر چھایا ہوا تھا۔

"اسے غور سے دیکھیے۔" اندھیرے میں ڈائریکٹر کی آواز ابھری۔ "ہمارے خیال میں یہاں ہم نے مجرموں کو عکس بند کیا ہے۔"

اسی وقت اسکرین پر، میوزیم سے نکلنے والے فائر مین نمودار ہوئے۔ انسپکٹر اپنی نشست پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ چار تھے اور آگے پیچھے چل رہے تھے۔ اچانک آگے سے دوسرا فائر مین اپنے آگے والے فائر مین سے ٹکرا کر لڑکھڑایا لیکن فوراً ہی گرتے گرتے سنبھل گیا۔ آگے والے فائر مین نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر وہ چاروں آگے بڑھنے لگے۔

"ہاں...... یہی ہیں وہ لوگ۔" انسپکٹر نے چیخ کر کہا۔ وہ کوشش کے باوجود خود پر قابو نہ رکھ سکا۔

وہ چاروں اسکرین پر چند سیکنڈ رہے، پھر ایک ایک کر کے فریم سے باہر چلے گئے۔ کیمرے نے انھیں فالو نہیں کیا۔ اسکرین پر اب صرف میوزیم کا صدر دروازہ تھا۔

’’یہ حصہ دوبارہ دکھایا جاسکتا ہے؟‘‘ انسپکٹر نے ڈائریکٹر سے کہا۔

’’کیوں نہیں۔‘‘ ڈائریکٹر نے کہا اور آپریٹر کو ہدایات دینے میں مصروف ہوگیا۔ اسکرین پر چند لمحے کے لیے تاریکی چھاگئی۔ پھر اچانک وہی منظر ابھرا۔ ان چاروں کے فریم سے باہر ہوتے ہی پروجیکٹر روک دیا گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر انسپکٹر نے گرفتھ سے کہا۔ ’’دیکھو...... ان میں کوئی تمھارا ہیپ بھی تھا۔‘‘ پھر اس نے وہ منظر تیسری بار چلوایا۔ انسپکٹر غور سے وہ منظر دیکھتا رہا۔ درحقیقت آکسیجن ماسک کی وجہ سیف فائرمینوں کے چہرے چھپے ہوئے تھے اور کسی کی شناخت کا کوئی امکان نہیں تھا۔ صرف ان کی جسامت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا...... اور انسپکٹر جانتا تھا کہ جسامت بڑی عام سی چیز ہے۔ پھر بھی روشنی ہونے کے بعد اس نے گرفتھ سے پوچھا۔ ’’کہو...... کسی کو پہچانے؟‘‘

’’میں...... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔‘‘ گرفتھ نے گڑبڑا کر کہا۔ ’’وہ جو لڑکھڑایا تھا، وہ جسامت کے اعتبار سے ہیپ جیسا لگتا ہے لیکن آپ خود دیکھ لیں...... کسی کو یقینی طور پر شناخت کیسے کیا جاسکتا ہے۔‘‘

انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور مورس کی طرف دیکھا۔ ’’قابل غور بات یہ ہے کہ فائر مین کی تمام وردیاں اصلی معلوم ہوئیں۔‘‘ مورس نے کہا۔

’’ہاں...... ہم اس سلسلے میں تفتیش کریں گے۔‘‘ انسپکٹر کہا۔

این بی سی بلڈنگ سے نکلنے کے بعد گرفتھ کو سادہ لباس پولیس والے کے ساتھ اسکواڈ کار میں بٹھادیا گیا۔ ’’تم میرے ساتھ چلو۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔‘‘ انسپکٹر نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے مورس سے کہا۔

مورس کو انسپکٹر میکس کی بات سننے کے لیے ۴۵ منٹ اس کے دفتر کے باہر بیٹھ کر انتظار کرنا پڑا۔ انسپکٹر اپنے کمرے میں پولیس کمشنر سے گفتگو کررہا تھا۔ کمشنر کے جانے کے بعد انسپکٹر نے اسے اپنے کمرے میں بلوایا۔ اس نے مورس کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے

کہا۔ ’’مورس ہمیں تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں گرفتھ کو تمھاری تحویل میں دینا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے لے کر شہر بھر میں گھومو۔ بالخصوص شراب خانوں کے چکر لگاؤ۔ ممکن ہے، اسے کہیں وہ افسانوی کردار ہیپ نظر آجائے، جس کے متعلق وہ ڈینگیں مارتا رہا ہے۔‘‘

’’نہیں انسپکٹر! اس نوازش کا بہت بہت شکریہ۔ میں باز آیا۔‘‘ مورس نے کہا اور کرسی سے اٹھنے لگا۔

’’پلیز مورس، بیٹھ جاؤ۔‘‘ انسپکٹر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ مورس دوبارہ بیٹھ گیا۔ ’’تم جانتے ہو کہ پرائیویٹ سراغ رساں کی حیثیت سے تمھارے لیے بہتر ہے...... بلکہ ضروری ہے کہ تم پولیس سے تعاون کرو۔ میں تم سے تعاون طلب کررہا ہوں۔ تم اس طرح ہم پر احسان کروگے۔ دشواری یہ ہے کہ اگر گرفتھ تمھاری تحویل سے نکل بھاگا تو ہم دونوں ہی دشواری میں پڑیں گے۔ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا۔‘‘

مورس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اقرار میں سر ہلادیا۔

اسی شام مورس، گرفتھ کو پولیس اسٹیشن نمبر ۱۶ سے لے کر نکلا۔ گرفتھ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی۔ مورس نے اسے کار میں اگلی نشست پر بٹھایا اور کار اسٹارٹ کردی۔ ڈرائیونگ کے دوران اسے احساس ہوا کہ گرفتھ خاصا سوگوار اور دل گرفتہ ہورہا ہے۔ ’’کیا ہوا گرفتھ؟‘‘ مورس نے اسے مخاطب کیا۔ ’’تمھیں تو خوش ہونا چاہیے۔ تم پولیس سے سودے بازی کرنا چاہتے تھے اور اب تم اس پوزیشن میں ہو۔ تمھیں صرف اتنا کرنا ہے کہ پولیس کو اس شخص ہیپ تک پہنچادو۔ صرف تمھارا انگلی اٹھانا کافی رہے گا۔‘‘

’’میں کیا کروں؟‘‘ گرفتھ نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ ’’حوالات میں بند رہنے کے بعد میں ایسا ہی ہوجاتا ہوں۔ بالکل بجھ جاتا ہوں میں۔‘‘

مورس شمالی بلے وارڈ کی طرف چلتا رہا۔ ایک درختوں کے جھنڈ کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روک دی۔ وہ بے حد سنسان علاقہ تھا۔ مورس نے کار سے اتر کر گرفتھ کے لیے

دروازہ کھولا۔

''کیا بات ہے۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟'' گرفتھ کے لہجے میں خوف تھا۔

''نیچے اتر آؤ اور میرے ساتھ چلو۔'' مورس نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ گرفتھ کو ساتھ لے کر درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوگیا۔ کچھ آگے جا کر اس نے گرفتھ کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ گرفتھ اور خوفزدہ ہوگیا۔ ''کیا بات ہے...... کیا ارادے ہیں تمھارے؟'' اس نے لرزیدہ آواز میں پوچھا۔

''خاموش رہو۔ میں تمھیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے قبضے سے نکل بھاگنے کا خیال بھی کبھی دل میں نہ لاؤ۔ وہ درخت دیکھ رہے ہو۔'' مورس نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا۔ ''فرض کرلو کہ تم ہو اور بھاگنے کی کوشش کررہے ہو۔ میں تمھارے گھٹنے کا نشانہ لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے شست باندھی اور فائر کردیا۔ گولی درخت کے تنے میں زمین سے ڈھائی فٹ اوپر پیوست ہوگئی۔ مورس نے طمانیت کے اظہار کے طور پر سر ہلایا۔ ''اب فرض کرلو کہ نشانہ خطا ہوگیا ہے اور تم کچھ آگے نکل گئے ہو۔ فرض کرو کہ پہلے درخت کے آگے والا درخت تم ہو۔'' اس نے قطار میں ایستادہ دوسرے درخت کی طرف اشارہ کیا۔ ''میں آگے والے چاروں درختوں کو گرفتھ سمجھ کر اس کے گھٹنے کا نشانہ لے رہا ہوں۔ غور سے دیکھو۔'' یہ کہہ کر مورس نے مسلسل چار فائر کیے۔ پہلے تین درختوں کے تنوں پر تقریباً اسی جگہ گولی لگی، جہاں پہلے درخت کے تنے پر لگی تھی۔ البتہ چوتھے درخت پر نشانہ تین ساڑھے تین فٹ اوپر ہوگیا تھا۔ ''یہ آخری گولی......'' مورس نے افسردگی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''کنٹرول کی ہر کوشش کے باوجود کھوپڑی پر ہی بیٹھتی ہے۔ آؤ چلیں۔'' وہ گرفتھ کی طرف دیکھے بغیر واپسی کے لیے پلٹ گیا۔

گرفتھ کے چہرے سے جیسے تمام خون نچڑ گیا تھا۔ اس کے قدم بری طرح ڈگمگا رہے تھے اور آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ وہ خاموشی سے مورس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

شام چار بجے تک نیند میسر نہ آنے کی وجہ سے انسپکٹر میکس کی حالت تباہ ہوچکی

تھی۔ گرفتھ کو مورس کے سپرد کرنے کے بعد وہ پولیس اسٹیشن نمبر سولہ سے نکلا اور گرانڈ سینٹرل اسٹیشن کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ وہاں پولیس کا کچھ اسٹاف اب تک مسروقہ تصویروں کی تلاش میں مصروف تھا۔ صبح محکمۂ پولیس نے اسٹیشن کی حدود میں موجود تمام لاکرز کو کھولنے کے سلسلے میں کورٹ سے آرڈر لے لیا تھا۔ انسپکٹر کو بتایا گیا کہ لاکرز کھولنے کے نتیجے میں تصویریں تو نہیں، البتہ کچھ اور چیزیں ضرور برآمد ہوئی ہیں۔ ان میں نقب زنی کے آلات کا ایک تھیلا، کوکین کا لفافہ۔ دو ریوالور اور ایک جعلی کرنسی سے بھرا ہوا بریف کیس شامل تھا۔

انسپکٹر نے کچھ دیر کارروائی کا جائزہ لیا اور پھر اسٹاف کو حوصلہ افزائی کے کلمات سے نوازتا اسٹیشن سے نکل آیا۔ اب وہ پھر سولھویں پولیس اسٹیشن کی طرف جارہا تھا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اس نے آنکھیں موندلیں لیکن اس کا ذہن اب بھی مصروف تھا۔ ڈرائیور نے اسے ہمدردانہ نظروں سے دیکھا اور کار اسٹارٹ کردی۔

پولیس اسٹیشن میں...... انسپکٹر کے دفتر میں کمشنر کی اور اس کی ملاقات ہوئی۔ ''میں نے میئر سے کمپیوٹر کے سلسلے میں بات کی تھی۔'' کمشنر نے اسے بتایا۔ ''انھوں نے تمھارے اقدامات کی معقولیت تسلیم کرلی ہے لیکن وہ نیشنل کرائم انفارمیشن کا کمپیوٹر استعمال کرنے کے خلاف ہیں۔ ہمیں ہیڈکوارٹرز کے کمپیوٹر پر انحصار کرنا ہوگا۔''

''لیکن واشنگٹن والا کمپیوٹر کم وقت میں زیادہ درست معلومات فراہم کرسکتا ہے۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن ان دنوں شخصی آزادی کا زیادہ ہی شور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ معزز شہریوں کے معاملے میں ہمیں زیادہ متجسس نہیں ہونا چاہیے۔ ہزآنر کی ہچکچاہٹ کا یہی سبب ہے۔''

انسپکٹر یہ ساری باتیں ویسے ہی سمجھتا تھا۔ ''ٹھیک ہے جناب! یہی سہی۔'' اس نے جھنجھلا کر کہا۔ ''لیکن یہ بات ریکارڈ پر رہے گی کہ میں نے واشنگٹن والے کمپیوٹر سے استفادہ کرنے پر اصرار کیا تھا۔''

کمشنر کے جانے کے بعد اس نے نام اور پتے والی فہرست نکالی۔ اس نے میوزیم میں

کسی بھی حیثیت سے کام کرنے والوں کی فہرست بھی مرتب کرائی تھی۔ اس نے وہ دونوں فہرستیں ہیڈ کوارٹر بھجوا دیں تاکہ کمپیوٹر کو فیڈ کی جا سکیں۔ اب اسے اس امکان پر انحصار کرنا تھا کہ کمپیوٹر دونوں فہرستوں میں مشترک نام فراہم کر دے گا۔

میوزیم کے تمام گارڈ سے تفصیلی پوچھ گچھ کی گئی تھی لیکن وہ کوئی کام کی بات نہیں بتا سکے تھے۔ ان سبھوں نے رضاکارانہ طور پر پولی گراف ٹیسٹ کی پیشکش کی تھی اور کامیاب ثابت ہوئے تھے۔ وہ واردات کئی اعتبار سے انسپکٹر کے لیے پریشان کن تھی۔ فائر مین کی وردیوں کے سلسلے میں تفتیش سے ثابت ہوا تھا کہ میوزیم سے قریب ترین فائر اسٹیشن نمبر ۲۲۲ میں چند ہفتے پہلے چوری کی وادات ہوئی تھی، جس میں پانچ وردیاں مع آکسیجن ماسک چرائی گئی تھیں۔ اس کی رپورٹ متعلقہ پولیس اسٹیشن میں درج کرائی گئی تھی لیکن وہ ایسی خاص بات نہیں تھی کہ متعلقہ پولیس اسٹیشن اس سلسلے میں انسپکٹر میکس کو مطلع کرتا۔ ایسی چھوٹی موٹی وارداتیں تو آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔

ایک غیر معمولی بات یہ تھی کہ مجرموں نے تصویروں کے تحفظ کا پورا پورا خیال رکھا تھا۔ میوزیم کے ڈائریکٹر ایلن نے بھی اس بات کی تصدیق کی تھی۔ فریم کو بڑی احتیاط کے ساتھ علیحدہ کیا گیا تھا کہ تصویروں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ گلاسین پیپر اور تارپولین پیپر کا استعمال بھی اسی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اس احتیاط کا مطلب یہی تھا کہ تصویروں کی واپسی کے لیے تاوان طلب کیا جائے گا۔

میوزیم کے ڈائریکٹر ایلن کا کہنا تھا کہ تصویریں منتخب کرنے میں بھی مجرموں نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ بعض مصوروں کی زیادہ قیمتی تصویریں چھوڑ کر کم قیمتی تصویروں کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ ڈائریکٹر کے نزدیک انھوں نے اس طرح اپنی مقبولیت ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

ان تمام باتوں نے انسپکٹر کو الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اس کا سابقہ کس قسم کے مجرموں...... بلکہ مجرم سے پڑا ہے۔ کیونکہ اصل اہمیت مجرموں کے لیڈر کی تھی جس نے

منصوبہ بنایا تھا۔ انسپکٹر کو یقین تھا کہ میوزیم سے نکلتے ہوئے سب سے آگے وہی تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ پروفیشنل تھا...... یا اس واردات میں اندر کے لوگوں کا ہاتھ تھا...... یا وہ شوقیہ فنکار تھے، جو خوش قسمتی کی بدولت کامیاب ہوئے تھے۔

ایک بات طے تھی۔ مجرموں کا سرغنہ بے حد ذہین آدمی تھا۔ منصوبہ بہت اچھا تھا اور اس پر بہت اچھی طرح عمل درآمد کیا گیا تھا۔ تصویروں کا انتخاب ثابت کرتا تھا کہ سرغنہ یقیناً کوئی تعلیم یافتہ آدمی ہے۔ تصویروں کے سلسلے میں برتی جانے والی احتیاط سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ محتاط، نفیس اور خوش ذوق آدمی ہے۔ ایسے لوگ جرم کا راستہ کم ہی اختیار کرتے ہیں...... اور جب کرتے ہیں تو قانون کے لیے مسئلہ بن جاتے ہیں۔

اس واردات کا ایک اور پہلو انسپکٹر کے لیے بے حد متاثر کن تھا۔ مجرموں کا منصوبہ تشدد سے پاک تھا۔ انھیں کسی بھی مرحلے پر ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی تھی۔ یہ برٹش اسٹائل تھا۔ بہرحال انسپکٹر کو یہ بات تسلیم کرنی پڑی کہ اس کا سابقہ ایک اچھے اور ذہین مجرم سے پڑا ہے۔

کچھ دیر بعد فون آیا۔ اسے فوری طور پر میوزیم طلب کیا گیا تھا۔ مجرموں نے میوزیم کے ڈائریکٹر سے رابطہ قائم کیا تھا اور تصویروں کی واپسی کے سلسلے میں اپنی شرائط سے اسے آگاہ کیا تھا۔ پندرہ منٹ بعد انسپکٹر میکس میوزیم کے ڈائریکٹر ایلن کے کمرے میں موجود تھا۔ ڈائریکٹر کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ کمرے میں انسپکٹر کے چند ماتحتوں کے علاوہ ایف بی آئی کے کچھ ایجنٹ بھی تھے۔ وہ کیس ایف بی آئی کے سپرد نہیں کیا گیا تھا۔ البتہ ایف بی آئی والے نیویارک پولیس سے تعاون کر رہے تھے۔

''ٹھیک ۳ بج کر ۵۵ منٹ پر فون آیا تھا۔'' ڈائریکٹر ایلن نے بتایا۔ پھر اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر نظر ڈالی۔ ''میں نے ہر بات لکھنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے آپریٹر نے بتایا کہ کوئی شخص تصویروں کے سلسلے میں مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ یوں اس کی مجھ سے بات ہوئی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا، اس سے تمھیں کوئی مطلب نہیں ہونا

چاہیے۔اس نے کہا کہ وہ اصل آدمی ہے، جس کے ذریعے میوزیم کو پینٹنگز واپس مل سکتی ہیں۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ جانتا ہے، بروگیل کی تصویر کے اوریجنل فریم کے پچھلے حصے میں کراس کا نشان ہے۔وہ نشان پینٹنگ نکالنے کے بعد خود اس نے بنایا تھا۔'' ایلن نے توقف کر کے انسپکٹر کو دیکھا۔

انسپکٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔''یہ درست ہے لیکن ہم نے یہ خبر کسی کو نہیں ہونے دی تھی۔اس کا مطلب ہے، کال اصلی تھی۔''

''پھر اس نے کہا کہ پینٹنگز واپس لینے کے لیے سب سے پہلے تو ہمیں ۳۷ لاکھ ۵۰ ڈالر اکٹھا کرنے ہوں گے۔صرف پچاس اور سو ڈالر کے نوٹوں کی شکل میں۔نوٹ پرانے ہوں اور سیکوئنس میں نہ ہوں۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں سمجھ گیا ہوں۔میں نے اثبات میں جواب دیا۔اس نے مجھے دہرانے کو کہا۔میں نے اس کی کہی ہوئی ہر بات دہرا دی۔اس نے کہا کہ کل صبح تک رقم تیار ہونی چاہیے۔اس نے کہا کہ ہمیں رقم ایک ہوائی جہاز میں رکھنا ہوگی۔جہاز کو دوپہر بارہ بجے تک فلائٹ کے لیے تیار رہنا ہوگا۔اس نے زور دے کر کہا کہ جہاز میں پائلٹ اور اس کے ایک معاون کے سوا کوئی نہ ہو۔رقم ڈاک لے جانے والے چرمی تھیلے میں ہو اور تھیلا ایک پیراشوٹ سے منسلک کر دیا جائے۔اس کے علاوہ جہاز میں پانچ فاضل پیراشوٹ موجود ہونے چاہئیں۔اس نے کہا کہ ہمیں یہاں میوزیم میں ایسے انتظامات کرنا ہوں گے کہ یہاں سے فوری طور پر جہاز کے پائلٹ کو ہدایات دی جاسکیں۔پھر اس نے کہا کہ وہ کل گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان فون کرے گا۔اگر ہم نے ہدایات پر عمل نہ کیا تو وہ تصویریں ہمیں نہیں مل سکیں گی۔یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔''

''اوہ......اس کا مطلب ہے، وہ رقم لے کر جہاز سے چھلانگ لگانا چاہتے ہیں؟'' انسپکٹر بڑبڑایا۔

''کیا مطلب؟ کیا وہ اسی جہاز پر سوار ہوں گے؟'' ڈائریکٹر نے حیرت سے پوچھا۔

''میرے خیال میں یہ تو ممکن نہیں لیکن وہ کسی بھی جگہ جہاز کو لینڈ کرنے کی ہدایت دے

کر اس پر سوار ہو سکتے ہیں۔یہ بھی محض میرا اندازہ ہے۔'' انسپکٹر نے کہا۔''خیر، یہ بتائیے۔۔آواز سے آپ اس کی شخصیت کے متعلق کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔جوان۔۔بوڑھا۔۔پر سکون۔۔ہیجانی کیفیت سے دوچار۔سخت مزاج۔کیا اندازہ ہے آپ کا اس کے متعلق؟''

''دیکھیں۔۔۔وہ آواز سے بوڑھا تو نہیں لگتا تھا۔آواز سے سختی اور ہیجان بھی نہیں جھلک رہا تھا۔۔۔وہ یقینی طور پر پر سکون تھا۔۔۔انداز ایسا تھا۔۔۔جیسے روزمرہ گفتگو کر رہا ہو۔،، ڈائریکٹر نے کہا۔''انسپکٹر۔۔ یہ بتاؤ اب کیا ہوگا۔اس معاملے میں پولیس کی کیا پوزیشن ہے۔تم ہمیں تاوان کی رقم ادا کرنے کا مشورہ دو گے یا۔۔؟''

''فیصلہ تو آپ کو کرنا ہے۔۔بورڈ آف ڈائریکٹرز کو آپ کا فیصلہ کچھ بھی ہو ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ہمیں تو کیس حل کرنے کی کوشش کرنی ہے ہر حال میں۔البتہ ہم آپ کے فیصلے سے باخبر رہنا چاہیں گے''

''بورڈ کی میٹنگ آج رات ہوگی، ڈائریکٹر ایلن نے کہا۔''میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔''

چند گھنٹے بعد انسپکٹر کو دوبارہ میوزیم بلایا گیا۔ڈائریکٹر ایلن اسے میوزیم کے کانفرس روم میں لے گیا۔اندر داخل ہوتے ہی انسپکٹر کو اندازہ ہو گیا کہ بورڈ آف ڈائریکٹر میٹنگ ہو چکی ہے۔ایلن نے کرسئ صدارت پر بیٹھے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کیا۔''مسٹر شیفرڈ تمھیں میوزیم کے فیصلے کے متعلق بتائیں گے۔''

شیفرڈ نے کہا۔''انسپکٹر......وہ تصویریں بہت اہم اور بیش قیمت ہیں۔ہم اس سلسلے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔کل تاوان کی رقم تیار ہوگی۔بینک سے ایئرپورٹ تک رقم لے جانے کے سلسلے میں ہم تمھاری ہدایات کی پابندی کریں گے۔اس کے علاوہ تم اپنی تفتیش جاری رکھو گے۔''

''بہت بہتر جناب! میں مسٹر ایلن کے ذریعے آپ سے رابطہ رکھوں گا۔'' انسپکٹر نے کہا۔

انسپکٹر جانتا تھا کہ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین شیفرڈ کے علاوہ دو اور ڈائریکٹرز

بھی بینک سے تعلق رکھتے ہیں لہذا رقم کا بندوبست بہ آسانی ہو جائے گا۔ میوزیم کی انتظامیہ نے میوزیم کے آڈیٹوریم میں پولیس کو آپریشن روم قائم کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ ٹیلی فون کمپنی اور کمیونیکیشن ڈیپارٹمنٹ کے ماہرین وہاں آلات وغیرہ کے سلسلے میں مصروف تھے۔ مجرموں کو اگلے روز کال کرنا تھا۔ وہ لوگ اسی سلسلے میں تیاریاں کر رہے تھے۔ انسپکٹر نے محکمہ ہوابازی سے بات کی تھی، وہ طیارے کا بندوبست کر رہے تھے۔

تاوان کی ادائیگی آپریشن مشترکہ طور پر نیویارک پولیس اور ایف بی آئی کو سونپا گیا تھا۔ پائلٹ اور معاون پائلٹ میں سے ایک کا تعلق پولیس سے تھا اور دوسرے کا ایف بی آئی سے۔ ان دونوں کو میوزیم طلب کرلیا گیا تھا۔ ایف بی آئی کے انچارج ایب نے واشنگٹن میں نیشنل فلائٹ سینٹر سے رابطہ قائم کیا اور انھیں اس ممکنہ پرواز کے بارے میں بتایا۔ پرواز کے دوران جہاز اور گراؤنڈ کے درمیان رابطے کا کام واشنگٹن سینٹر کو کرنا تھا۔ نیشنل فلائٹ سینٹر واشنگٹن اور میوزیم کے درمیان ڈائریکٹ لائنیں کھلی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

انسپکٹر سولھویں پولیس اسٹیشن پہنچا تو سارجنٹ مارگریٹ کو اب تک موجود پا کر حیران رہ گیا۔ ”تمھیں اب تک رکے رہنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”میں جاسکتی تھی سر لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کیس بہت اہم ہے۔ میں نے سوچا ممکن ہے، میرے لیے کوئی کام نکل آئے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج کی سرگرمیوں کی رپورٹ تیار کر دی جائے کمشنر کے لیے۔ میرے کمرے میں آجاؤ۔“

انسپکٹر کو رپورٹ ڈکٹیٹ کرانے میں آدھا گھنٹا لگا۔ وہ اس کام سے نمٹا ہی تھا کہ مورس نے دروازے پر دستک دی۔ ”سارجنٹ پلیز ہمیں کافی پلا دو۔“ انسپکٹر نے مارگریٹ سے کہا۔ ”پھر تم گھر چلی جاؤ۔ رپورٹ کل ٹائپ کر دینا اور کل تم دوپہر سے پہلے یہاں نہیں آؤ گی۔ یہ میرا حکم ہے۔“ پھر اس نے مورس کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ کہو..... گرفتھ

کے ساتھ کیسا وقت گزر رہا ہے؟“

”بے سود۔“ مورس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے پانچ گھنٹے ادھر ادھر لیے پھرا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔“ پھر اس نے تفصیل سے انسپکٹر کو بتایا کہ اس نے گرفتھ کو کس طرح ڈرایا تھا۔

سارجنٹ مارگریٹ نے کافی کی پیالیاں میز پر رکھیں اور گڈ نائٹ کہہ کر باہر نکل گئی۔ وہ دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ ”تو پھر؟“ انسپکٹر نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

لیکن ابھی اچھا خاصا علاقہ باقی ہے۔“ مورس نے کہا۔ ”کل میں ایک راؤنڈ اور لگاؤں گا۔“

”تمھارا گرفتھ کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ انسپکٹر نے پوچھا۔ ”اب تو تم نے اس کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار لیا ہے۔ تم پولیس میں رہے ہو..... چھٹی حس بھی رکھتے ہو۔“

مورس نے کافی کا گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ ”ایسے لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بس میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اگر اس نے جھوٹ بولا تھا تو اس سے اسے کیا فائدہ ہوسکتا تھا۔ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسے واردات کے متعلق پہلے سے علم تھا۔“

”ہاں۔ یہ درست ہے۔ فی الحال ہمارے پاس اور کوئی کلیو بھی تو نہیں۔“ انسپکٹر نے کہا۔ پھر سرگوشی میں بولا ”مجرموں نے اپنے مطالبات پیش کر دیے ہیں۔“

”کتنی رقم؟“

”۴۷ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر۔“

مورس سیٹی بجا کر رہ گیا۔

انسپکٹر نے مجرموں کی طرف سے پیش کردہ رقم کی ادائیگی کے طریق کار کی تفصیل بتائی۔ ”اس اعتبار سے گرفتھ اور اہم ہوگیا ہے۔ وہ ہمیں واردات کے ایک شریک مجرم تک پہنچا سکتا ہے۔“ انسپکٹر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔“ مورس اٹھ کھڑا ہوا۔ ”کل میں آؤں گا اور گرفتھ کو دوبارہ اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ کافی کا شکریہ انسپکٹر۔“

اور کافی پیو گے؟"

مورس ہچکچایا۔اسے احساس ہوگیا کہ انسپکٹر تنہائی محسوس کررہا ہے۔وہ پہلا موقع تھا کہ اس نے انسپکٹر کو اس موڈ میں دیکھا تھا۔ورنہ عام حالات میں انسپکٹر گوشت پوست کا بنا ہوا عام انسان معلوم ہی نہیں ہوتا تھا لیکن مورس خود بھی بہت تھکا ہوا تھا اور آرام کی ضرورت محسوس کررہا تھا۔اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔"نو تھینکس۔اب میں چلوں گا۔تم آرام کرو۔"

"ٹھیک ہے مورس!تم بھی آرام کرو۔بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔"انسپکٹر نے کہا۔اب اسے بھی گھر جانا تھا۔تھوڑا بہت آرام بھی ضروری تھا۔

اتوار کی صبح آٹھ بجے انسپکٹر میکس پارک ایونیو پر واقع نیشنل ڈیپازٹ بینک کے سامنے کھڑا تھا۔اس کی کار کے آگے ایک آرمرڈ ٹرک تھا۔دو مسلح گارڈز ٹرک کا عقبی دروازہ کھولے کھڑے تھے۔دو اسکواڈ کاریں بھی تھیں۔ایک آرمرڈ ٹرک کے آگے اور دوسری انسپکٹر کی کار کے پیچھے کھڑی تھی۔ایک جانب چھ موٹر سائیکلیں تھیں۔وہ رقم کا حفاظتی کارواں تھا۔

انسپکٹر بے چینی سے ٹہلتا رہا۔اسے وقت کی فکر تھی۔رقم ائیر پورٹ پہنچوانے کے بعد اسے میوزیم پہنچنا تھا۔لیکن ابھی تک رقم بنک کی حدود سے بھی نہیں نکلی تھی۔یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ خود رقم کے ساتھ ائیر پورٹ جائے لیکن یہ اس کا کیس تھا اور وہ کسی بھی مرحلے پر اس سے بے تعلق نہیں ہونا چاہتا تھا۔یہ اس کی ذمے داری تھی۔رات وہ صرف چار گھنٹے سو سکا تھا۔لیکن جانتا تھا کہ یہ بھی غنیمت ہے۔

اچانک بینک کے دروازے پر ہلچل سی مچی۔کچھ افراد نمودار ہوئے۔دو گارڈز ایک بڑا چرمی تھیلا اٹھائے ہوئے باہر آرہے تھے۔انسپکٹر کو میوزیم کے چیئر مین شیفرڈ نے بتا دیا تھا کہ کرنسی کا وزن سو پونڈ سے کچھ زیادہ ہوگا۔آرمرڈ ٹرک کے گارڈز بینک کے گارڈ کی مدد کیلیے آگے بڑھے۔چرمی تھیلے کو ٹرک کے عقبی حصے میں رکھ دیا گیا۔تین گارڈ رقم کے ساتھ پچھلے حصے میں بیٹھے اور چوتھا آرمرڈ ٹرک کے ڈرائیور کے پاس جا بیٹھا۔یوں قافلہ روانہ ہوگیا۔

ائیر پورٹ پر حفاظتی اقدامات بہت سخت تھے۔اسٹیٹ پولیس سے مدد طلب کی گئی تھی۔انسپکٹر،لیفٹیننٹ ڈین کی طرف بڑھا،جو جہاز کا پائلٹ تھا۔اس کے ساتھ ایف بی آئی ایجنٹ چک بھی تھا،جو معاون پائلٹ تھا۔

"کہو کیا خبر ہے؟"انسپکٹر نے ڈین سے پوچھا۔

"او کے۔رقم آنے کے بعد ہر چیز مکمل ہوگئی ہے۔پیراشوٹ پہلے ہی مل گئے تھے۔"ڈین نے جواب دیا۔

رقم کا تھیلا جہاز میں پہنچوانے کے بعد انسپکٹر نے ڈین اور چک کو کچھ ہدایات دیں اور ائیر پورٹ سے نکل آیا۔

وہ دس بج کر اٹھارہ منٹ پر میوزیم میں داخل ہوا اور سیدھا آڈیٹوریم کی طرف بڑھ گیا۔وہاں تمام انتظامات مکمل کیے جا چکے تھے۔ایک سرخ انسٹرومنٹ تمام آلات سے الگ رکھا تھا۔یہ وہ فون تھا،جس پر ڈائریکٹر کو مجرموں کی کال ریسیو کرنا تھی۔اس انسٹرومنٹ کے ساتھ کئی ٹیپ ریکارڈ منسلک تھے۔ایک شخص ائیر فون پہنے بیٹھا تھا۔اسے تمام گفتگو شارٹ ہینڈ میں لکھنی تھی۔دوسری طرف اس انسٹرومنٹ پر کال ریسیو ہونے کی صورت میں ٹیلی فون ایکسچینج میں ایک سرخ بلب جل اٹھتا اور وہ لوگ یہ ٹریس کرنے کی کوشش شروع کرتے کہ کال کہاں سے کی جارہی ہے۔پولیس کاریں شہر کے مختلف مقامات پر موجود تھیں۔کال ٹریس ہونے کی صورت میں انھیں حرکت میں آنا تھا۔

ایک طرف جہاز سے رابطہ رکھنے میں مدد دینے والے آلات تھے۔واشنگ فلائٹ سینٹر والوں نے ایک ایئر ٹریفک کنٹرولر بھی بھیجا تھا،جسے اس سلسلے میں عملی کام کرنا تھا۔ان آلات کے ساتھ ہی دیوار پر امریکا کا بہت بڑا نقشہ لگایا گیا تھا۔اس پر جہاز کی لوکیشن کا چارٹ بننا تھا۔

سرخ انسٹرومنٹ کے سامنے میوزیم کا ڈائریکٹر ایلن بیٹھا تھا۔انسپکٹر نے اس سے خیریت دریافت کی۔وہ کندھے جھٹک کر رہ گیا۔اب انھیں فون کا انتظار کرنا تھا۔

ٹھیک پونے بارہ بجے سرخ انسٹرومنٹ کی گھنٹی بجی۔ گھنٹی کی آواز ایمپلی فائر پر گونجی تاکہ تمام متعلقہ افراد الرٹ ہو جائیں۔ ڈائریکٹر ایلین نے لرزتے ہاتھوں سے ریسیور اٹھایا۔ ''میں ڈائریکٹر بول رہا ہوں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''میں تمھاری کال کا منتظر تھا۔ جلدی سے بتاؤ......'' پھر وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ ایئر فون کانوں پر لگائے ہوئے پولیس افسر شارٹ ہینڈ میں گفتگو نوٹ کر رہا تھا۔ گفتگو چند سیکنڈ جاری رہی۔ پھر ڈائریکٹر نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ اسے ہدایت دی گئی تھی کہ فون کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ دیر باتوں میں الجھانے کی کوشش کرے لیکن رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ''اس نے ہدایات تو دے دیں لیکن مجھے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔'' اس نے بے چارگی سے کہا۔

ٹیپ ری وائنڈ ہو رہا تھا۔ ''ابھی پتا چل جائے گا کہ کال ٹریس ہوئی یا نہیں۔'' اس شخص نے کہا جس کا ٹیلی فون ایکسچینج سے رابطہ تھا۔ ''پھر آواز کا پرنٹ بھی بن جائے گا۔''

شارٹ ہینڈ میں گفتگو کے نوٹس لینے والا ٹائپنگ میں مصروف ہو گیا تھا۔ اسی وقت ٹیپ کی ری وائنڈنگ مکمل ہو گئی۔ اب گفتگو ایمپلی فائر پر پلے ہو رہی تھی۔

آواز: ہیلو......ہیلو......ڈائریکٹر میوزیم۔

ڈائریکٹر: میں ڈائریکٹر بول رہا ہوں۔ میں تمہاری کال کا منتظر تھا۔ جلدی سے بتاؤ......

آواز: میری بات غور سے سنو۔ میں کوئی بات دہراؤں گا نہیں۔ تمھیں میری ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کرنا ہے۔ جہاز کو ٹھیک بارہ بجے ٹیک آف کرنا ہے۔ اس کی رفتار ۲۴۰ ناٹ ہونی چاہیے۔ ٹھیک تین گھنٹے بعد وہ ٹینے سی کی حدود میں ہوگا۔ اس کے بعد تمھیں مزید ہدایات دی جائیں گی۔

ڈائریکٹر: میری بات سنو میں......

کلک کی آواز کے ساتھ رابطہ منقطع ہو گیا۔

''اس نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ کال ٹیپ بھی ہو رہی ہے اور اسے ٹریس کرنے کی کوشش

بھی کی جا رہی ہے۔'' انسپکٹر نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

اس دوران واشنگٹن سے آئے ہوئے ایئر ٹریفک کنٹرولر ہاورڈ نے واشنگٹن سینٹر سے رابطہ کر لیا تھا اور انھیں ہدایات کے متعلق بتا رہا تھا۔ انسپکٹر نقشے کی طرف بڑھ گیا۔ ایف بی آئی کا کیس انچارج ایب بھی نقشے کی طرف چلا آیا۔ ''مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہدایات دینے والا ہوابازی کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہے۔'' اس نے کہا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' انسپکٹر نے تائید کی۔

''مجھے اس روٹ پر موجود اپنے تمام فیلڈ آفسز کو الرٹ کرنا ہوگا۔ جہاز کے لینڈ کرنے کے بعد انھیں کچھ وقت تو ملنا چاہیے۔ وہ فوراً ہی ٹیک آف کریں گے لیکن ہمیں کوشش تو بہر حال کرنی ہے۔''

اسی وقت آڈیٹوریم میں جہاز کی آواز ابھری۔ ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔ ''شاید جہاز ٹیک آف کرنے والا ہے۔'' ایئر ٹریفک کنٹرولر نے کہا۔

اس کے بعد جہاز کے پائلٹ اور مقامی ایئر کمیونیکیشن کی گفتگو سنائی دینے لگی۔

جس پولیس افسر کا ٹیلی فون ایکسچینج سے رابطہ تھا، وہ انسپکٹر کے پاس چلا آیا۔ ''کال ٹریس کر لی گئی لیکن گفتگو مختصر ہونے کی وجہ سے پولیس کو وہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ کال راڈوے ۴۵، اسٹریٹ کے فون بوتھ سے کی گئی تھی۔'' اس نے انسپکٹر کو بتایا۔

''چلو......کسی حد تک تو کامیابی ہوئی۔'' انسپکٹر نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

''اس فون بوتھ کی نگرانی کی جا رہی ہے۔'' پولیس افسر نے کہا۔ ''لیکن امکان یہی ہے کہ وہ دوسری کال وہاں سے نہیں کرے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

اسی وقت ایک افسر نے انسپکٹر کو بتایا کہ اس کی ہیڈ کوارٹر سے کال ہے۔ انسپکٹر اس کے ساتھ چل دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''ہیلو......میں انسپکٹر میکس کا نمین بول رہا ہوں۔''

"انسپکٹر...... میں کمپیوٹر انالائسٹ پال بول رہا ہوں۔ ایک نام نوٹ کریں۔"

انسپکٹر کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ اس نے پیڈ گھسیٹا اور پینسل سنبھالتے ہوئے بولا۔ "یس پلیز...... میں تیار ہوں۔"

"نام ہے برائن ٹرنٹ...... برائن ٹرانٹ۔ پتا...... ۴۲، سینٹرل پارک ویسٹ مین ہٹن۔ اس سے ڈوبز فیری جانے والی ٹرین کے مسافروں کے ساتھ پوچھ گچھ کی گئی تھی۔ وہ آٹھ ماہ پہلے میوزیم میں مہتمم کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ پال۔" انسپکٹر نے کہا۔ "میں اسے فوری طور پر پوچھ گچھ کے لیے طلب کر رہا ہوں۔"

وہ فون رکھ کر پلٹا ہی تھا کہ ائیر ٹریفک کنٹرولر نے اعلان کیا۔ "جنٹلمین...... تاوان کی رقم زمین چھوڑ چکی ہے۔"

برائن ٹرنٹ نروس تھا لیکن خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ دو سادہ لباس والوں کے ساتھ میوزیم کے کانفرنس روم میں داخل ہوا۔ جہاں انسپکٹر میکس اس کا منتظر تھا۔ وہ برائن کے سلسلے میں میوزیم کے ڈائریکٹر ایلین سے پہلے ہی بات کر چکا تھا۔ میوزیم کا ڈائریکٹر اسے ایک مستعد ملازم کی حیثیت سے جانتا تھا۔ وہ مصری آرٹ کا ماہر تھا۔ اس نے میوزیم میں پانچ سال ملازمت کی تھی اور کسی آرٹ گیلری کی اچھی پیشکش کے بعد میوزیم کی ملازمت چھوڑ دی تھی۔

"انسپکٹر کامین؟" برائن نے پوچھا۔ انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "مجھے کس سلسلے میں طلب کیا گیا ہے؟"

"آپ بیٹھیے۔" انسپکٹر نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ سادہ لباس والے دروازے پر کھڑے تھے۔ چند لمحے بعد ایک سارجنٹ کانفرنس روم میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں پینسل اور نوٹ بک تھی۔ انسپکٹر نے اسے اپنے برابر بٹھایا اور سادہ لباس والوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

انسپکٹر نے کھنکار کر اپنا گلا صاف کیا اور بولا۔ "مسٹر برائن، آپ کوئی بیان دینے سے پہلے اپنے وکیل کو طلب کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہم آپ کے لیے وکیل مہیا کر سکتے ہیں۔ یہ ذہن میں رکھیے کہ آپ جو کچھ بھی کہیں گے، وہ آپ کے خلاف عدالت میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"عدالت۔" برائن ہل کر رہ گیا۔ "میری سمجھ میں تو یہی نہیں آ رہا کہ آپ نے مجھے یوں طلب کیا ہے۔ آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"آپ کو یہاں لانے والے پولیس افسروں نے آپ کو کچھ نہیں بتایا؟" میکس نے سارجنٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ اشارہ تھا کہ وہ یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہے۔ سارجنٹ کا پینسل والا ہاتھ حرکت میں آ گیا۔

"بتایا تھا۔" برائن نے تھوک نگل کر کہا۔ "ان کا کہنا تھا کہ آپ مجھ سے میوزیم کی واردات کے سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں۔"

"اور آپ آنے پر رضامند بھی ہو گئے؟"

"جی ہاں۔ میرا خیال تھا کہ آپ مجھ سے تکنیکی نوعیت کی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ عدالت کا کیا چکر ہے۔"

"آپ وکیل کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں؟" انسپکٹر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

برائن کے چہرے پر الجھن نظر آئی۔ "میں نہیں سمجھتا کہ مجھے وکیل کی ضرورت ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ مجھ سے کیا پوچھا جائے گا۔"

"آپ کو یاد ہے کہ جمعے کی شام ڈوبز فیری جانے والی ٹرین کو روک کر آپ سے پوچھ گچھ کی گئی تھی؟" انسپکٹر نے کہا اور اسے بڑے غور سے دیکھا۔

برائن کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ ایسا لگا کہ وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ "یاد ہے۔ انھوں نے شناختی کاغذات مانگے تھے...... جو میں نے دکھا دیے تھے۔ میرے خیال میں بات وہیں ختم

ہوگئی تھی۔''

''اس کے بعد آپ نے اگلے روز اخبار بھی پڑھا ہوگا اور سمجھ گئے ہوں گے کہ پولیس کو میوزیم کی واردات کے مجرموں اور چرائی ہوئی تصویروں کی تلاش ہے۔ آپ جانتے تھے کہ آپ میوزیم میں کام کر چکے ہیں۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ پولیس ان دونوں اتفاقات کی بنیاد پر آپ میں دلچسپی لے سکتی ہے۔''

''سچی بات یہ ہے کہ میں نے نہیں سوچا۔ مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ ان دونوں باتوں کو ایک دوسرے سے پیوستہ بھی سمجھا جا سکتا ہے۔''

''بہرحال، اب تو ان دونوں باتوں کو ایک دوسرے سے پیوستہ سمجھ لیا گیا ہے۔'' انسپکٹر نے کہا۔ ''میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس مخصوص شام اس ٹرین پر آپ کی موجودگی کا کیا سبب تھا۔''

برائن کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ ''یہ تو میں نہیں بتا سکوں گا۔''

''کیوں؟ اگر وہ سبب معقول ہوا تو بات یہیں ختم ہو جائے گی۔'' انسپکٹر نے اسے یقین دلایا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ایک دوست سے ملنے ڈوبز فیری جا رہا تھا۔''

''دوست کا نام بتایئے۔''

اس بار برائن بری طرح بدکا۔ ''میں...... میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

نہ جانے کیوں انسپکٹر میکس کو اس شخص پر ترس آنے لگا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس سارجنٹ کی موجودگی ضروری ہے۔ اگر آپ کی وضاحت کا اس واردات سے کوئی تعلق نہیں، تو یقین رکھیے ہم اسے منظر عام پر نہیں آنے دیں گے۔''

''اخبار میں تو کچھ نہیں چھپے گا نا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی کو پتا چلے۔''

''اگر آپ کا اس واردات سے کوئی تعلق نہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے

بارے میں اخبار میں کچھ نہیں چھپے گا۔''

''ٹھیک ہے جناب۔'' برائن نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ خفت سے تمتما اٹھا۔ ''دو...... دیکھیے۔ میں شادی شدہ ہوں...... آپ سمجھ رہے ہیں نا۔ میری بیوی کو نہیں معلوم کہ اس رات میں کہاں تھا۔ مم...... میرے دوست کا نام رالف ہے۔ وہ ڈوبز فیری میں رہتا ہے۔ میں آپ کو اس کا فون نمبر اور پتا بتا سکتا ہوں لیکن آپ کے پاس یہ سب کچھ پہلے ہی موجود ہوگا۔ وہ بھی اس ٹرین میں میرے ساتھ تھا۔'' وہ انسپکٹر کے قریب جھک آیا۔ ''آ...... آپ سمجھ رہے ہیں نا۔'' اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ ''میں ایک ماہر نفسیات کے زیر علاج ہوں...... کیا کروں میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی کو پتا چلے......''

انسپکٹر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کرا دیا۔ خدا کی پناہ...... انسان کو ٹٹولا جائے تو کیا کچھ برآمد ہوتا ہے۔ اس نے جھنجلا کر سوچا۔ ایسے آدمی کو بیمار ہی تو قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس پیشے میں یہی تو خرابی ہے۔ یہ بے رحمی کا متقاضی ہے، جبکہ اس میں قابل رحم لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ وہ سوچتا رہا۔ اس کے نزدیک اخلاقی خرابیاں بیماری کی حیثیت رکھتی تھیں، جن کا علاج ہونا چاہیے۔

''سارجنٹ...... یہ بیان پھاڑ دو اور مسٹر برائن کو ان کے گھر چھوڑ آؤ۔'' بالآخر اس نے کہا۔ تفتیش کا ایک اور دروازہ بند گلی میں کھلا تھا۔

مجرموں کی اگلی کال ۲ بج کر ۴۹ منٹ پر ریسیو کی گئی۔ جہاز ٹینے سی سے بیس منٹ کے فاصلے پر تھا۔ سرخ فون کی گھنٹی بجتے ہی آڈیٹوریم میں خاموشی چھا گئی۔ اس بار انسپکٹر میکس نے ائیرفون اپنے کانوں پر لگا لیے۔

''اچھے جا رہے ہو مسٹر ڈائریکٹر۔'' آواز نے کہا۔ ''اب تازہ ہدایات سنو۔ جہاز کو ٹینے سی اتر کر فیول لینا ہے۔ اس کے بعد اسے اوکلاہوما پہنچنے تک تمھیں مزید ہدایات نہ ملیں تو جہاز کو اوکلاہوما اتار کر پھر فیول لینا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔

انسپکٹر نے ائیرفون کی جوڑی اتار کر پٹخی اور چیخ کر کہا۔ ''یہ لفنگے آخر کیا چکر چلا

رہے ہیں؟''

ائیر ٹریفک کنٹرولر، واشنگٹن کمیونیکیشن سینٹر کو تازہ ترین صورت حال بتا رہا تھا۔ ایک افسر ٹیلی فون ایکسچینج والوں سے بات کر رہا تھا۔ ایک منٹ بعد اس نے سر اٹھا کر انسپکٹر میکس کو دیکھا۔ ''اس بار بھی وہی صورت حال ہے سر۔'' اس نے بتایا۔ ''کال ٹریس کر لی گئی لیکن پولیس وہاں بروقت نہ پہنچ سکی۔ اس بار براڈوے ۵۰، اسٹریٹ کے بوتھ سے کال کی گئی تھی۔''

انسپکٹر نے سر ہلایا اور دیوار پر لٹکے ہوئے نقشے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں ایف بی آئی انچارج ایب ائیر ٹریفک کنٹرولر سے بات کر رہا تھا۔

''ایسا لگتا ہے کہ یہ معاملہ طویل ثابت ہوگا۔'' ائیر ٹریفک کنٹرولر نے کہا۔ ''اوکلا ہوما تک ساڑھے تین گھنٹے کا سفر...... اور ہدایات نہ ملنے کی صورت میں انڈیانا پولس مزید ساڑھے تین گھنٹے کا سفر۔''

''اور کہیں درمیان میں بھی اچانک ہدایات مل سکتی ہیں کہ جہاز کو لینڈ کرا دیا جائے۔'' ایب نے لقمہ دیا۔

''درست۔'' ائیر ٹریفک کنٹرولر ہاورڈ نے کہا۔

''گویا مجھے راستے میں آنے والے تمام علاقوں میں اپنے فیلڈ آفسرز کو الرٹ کرنا ہوگا۔'' ایب نے سوگوار لہجے میں کہا۔

انسپکٹر وہاں سے ہٹ آیا۔ جہاز کی پرواز کے بعد رقم کا معاملہ اس کی حد سے باہر ہو گیا تھا۔ اب وہ ایف بی آئی کی ذمے داری تھی۔ البتہ واردات کی تفتیش اب بھی اس کی ذمے داری تھی۔ اس کا عملہ واردات کے بعد مجرموں کی چھوڑی ہوئی تمام چیزوں کا کیمیاوی تجزیہ کر رہا تھا۔ اس میں وہ سامان بھی تھا۔ جو مجرموں نے سرنگ میں چھوڑا تھا۔ گرانڈ سینٹرل اسٹیشن کی تلاشی کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ انسپکٹر پولیس اسٹیشن گیا۔ وہاں سارجنٹ مارگریٹ کمشنر کو بھیجی جانے والی رپورٹ ٹائپ کر رہی تھی۔ انسپکٹر اسے اپنے ساتھ میوزیم لے آیا اور اسے ڈیسک کی ذمے داری سونپ دی۔

لیب والوں کو دھوئیں کے چند بموں پر انگلیوں کے کچھ نشانات ملے تھے لیکن وہ دھندلے بھی تھے اور گڈمڈ بھی۔ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ رسی اور دوسری کچھ چیزوں کا تجزیہ کیا جا رہا تھا۔ گرانڈ سینٹرل اسٹیشن والوں کو بھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن تلاش کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔

انسپکٹر نے ہیڈ کوارٹرز کے ذریعے کمشنر ہلرڈ سے رابطہ قائم کیا۔ ''سر...... میرا خیال ہے کہ واشنگٹن کے نیشنل کرائم انفارمیشن سینٹر کے کمپیوٹر سے استفادہ کرنا بہت ضروری ہے۔'' انسپکٹر نے کہا۔ ''ہیڈ کوارٹرز کے کمپیوٹر سے تیز ترین نتائج کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ میری اس درخواست کو اولیت دی جائے۔''

''ٹھیک ہے انسپکٹر: میں میئر سے بات کرنے کے بعد تمھیں فون کروں گا۔''

ایک گھنٹے بعد پولیس کمشنر نے انسپکٹر کو فون کیا۔ ''ہز آنر بے حد ناخوش تھے۔'' اس نے سپکٹر کو بتایا۔ ''تاہم انھوں نے نیشنل کرائم انفارمیشن کے کمپیوٹر سے استفادے کی منظوری ے دی ہے۔''

انسپکٹر نے سکون کا سانس لیا۔ پھر اس نے فون پر ہیڈ کوارٹرز کے کمپیوٹر انالائسٹ کو ن کیا کہ وہ مسافروں کے نام اور پتے کی فہرست واشنگٹن کے کمپیوٹر عملے کو بھیج دے۔ وہ ش تھا...... لیکن اسے افسوس تھا کہ میئر کی ضد کی وجہ سے ایک قیمتی دن ضائع ہو گیا۔ تاہم سے امید تھی کہ اب کوئی مثبت نتیجہ نکلے گا۔

اب میوزیم میں اس کا کوئی کام نہیں تھا۔ مجرموں کی کال آنے میں دیر تھی۔ اس نے ارجنٹ مارگریٹ کو چھٹی دی اور خود بھی گھر جا کر سو گیا۔

انسپکٹر میکس سو کر اٹھنے کے بعد میوزیم پہنچا۔ جہاز کو پرواز کیے ہوئے تقریباً ۲۴ گھنٹے ہو کے تھے۔ اس نے ائیر ٹریفک کنٹرولر ہاورڈ سے طیارے کی پوزیشن دریافت کی۔

''انھوں نے تقریباً یو ایس اے کا پورا چکر لگوا دیا ہے۔ اس وقت جہاز ارکنساس کے یب ہے اور وہ اپنی پہلی منزل یعنی ٹینے سی سے کافی قریب ہے۔ وہ نفسیاتی دباؤ ڈال رہے

ہیں۔اس صورت میں کوئی کہاں تک الرٹ رہ سکتا ہے۔بالآخر سب سست پڑ جائیں گے۔''

''اور یہی وہ چاہتے ہیں۔''انسپکٹر نے کہا۔''بہر حال، ہم انتظار کے سوا کیا کر سکتے ہیں۔''

تین گھنٹے بعد سرخ فون کی گھنٹی بجی۔انسپکٹر نے ائیرفون سنبھالے۔اس بار اس نے فون کرنے والے کی آواز فوراً ہی پہچان لی۔

''جہاز اب ارکنساس کی حدود میں ہوگا۔''آواز نے ڈائریکٹر کو مخاطب کیا۔''اسے ارکنساس میں اتر کر فیول لینا ہے۔اس کے بعد بدستور ۲۴۰ ناٹ کی رفتار سے البوقرق، نیو میکسیکو کی طرف پرواز کرنی ہے۔تین گھنٹے بعد آپ کو مزید ہدایات ملیں گی۔''

کال ختم ہوتے ہی انسپکٹر اس افسر کی طرف لپکا، جو ٹیلی فون ایکسچینج سے رابطہ ملائے ہوئے تھا۔''اس بار بھی وہ زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔''اس نے انسپکٹر کو بتایا۔''اس بار کال براڈوے ۴۴، اسٹریٹ سے کی گئی تھی۔''

''اس کا مطلب ہے کہ وہ ٹائمز اسکوائر کی قریب ہی کہیں چھپا ہو ہے۔''انسپکٹر نے تبصرہ کیا۔

''جی ہاں جناب! یہی بات ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ وہاں بیسوں فون بوتھ ہیں۔وہ ہر بار ایک مختلف بوتھ سے کال کرتا ہے۔''پولیس افسر نے تجزیہ کیا۔

انسپکٹر سوچتا رہا۔''ایک آئیڈیا سوجھا ہے مجھے بات بن سکتی ہے۔''اس نے سر ہلا کر کہا۔''فرض کرو علاقے کے دو تہائی پبلک فون خراب ہو جائیں یعنی ہر تین بوتھ میں سے دو پر خراب ہے، کی تختی لگا دی جائے۔اس صورت میں دائرۂ امکان محدود ہو جائے گا۔ہمارے پاس کم از کم تین گھنٹے کی مہلت موجود ہے۔اس سے پہلے وہ کال نہیں کرے گا۔''

''جی ہاں۔اس طرح بات بن سکتی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔یہ کام تمہارے ذمے۔''انسپکٹر نے کہا اور ایب اور ہاورڈ کی طرف بڑھ گیا، جو دیواری نقشے میں الجھے ہوئے تھے۔

''بات سمجھ میں آنا شروع ہوئی ہے اب۔''ہاورڈ نے سر اٹھا کر کہا۔''یہ دیکھو......''اس نے نقشے میں ایک مقام پر انگلی رکھی۔''یہ گواڈلوپ کا پہاڑی علاقہ ہے۔یہاں قریب ہی ٹیکساس میکسیکن بارڈر ہے۔''

''ہاں......یہ تو ہے۔''ایب نے خشک لہجے میں کہا۔''یہاں سے بارڈر کتنی دور ہوگا۔''

''میرا خیال ہے، ۴۰ میل سے زیادہ ہرگز نہیں ہوگا۔''

''اگر ان کا ارادہ میکسیکو میں داخل ہونے کا ہے تو وہ جہاز کو کہاں لینڈ کرائیں گے......ایل پاسو؟''ایب نے پوچھا۔

''امکان تو یہی ہے۔''ہاورڈ نے سر ہلا کر کہا۔

ایب نے انسپکٹر کو دیکھا۔''گویا مجھے ایل پاسو آفس کو مطلع کرنا چاہیے تاکہ وہ بارڈر والوں کو الرٹ کر دیں۔اس کے علاوہ انھیں میکسیکن حکام سے بھی تعاون طلب کرنا ہوگا۔''

انسپکٹر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔جہاز اب ارکنساس ائیر پورٹ پر لینڈ کرنے والا تھا۔اسی وقت سارجنٹ مارگریٹ نے انسپکٹر کو پکارا۔اس کے انداز میں بے تابی تھی۔انسپکٹر اس کی طرف بڑھ گیا۔''میرے خیال میں بہت اہم کال ہے یہ۔''سارجنٹ مارگریٹ نے ہیجانی لہجے میں کہا......اور انسپکٹر کو ریسیور تھما دیا۔

واشنگٹن نیشنل کرائم انفارمیشن سینٹر کا کمپیوٹر نالائسٹ ہینڈرک کال کر رہا تھا۔''انسپکٹر...... ایک لکی ڈبل ہے تمھارے لیے۔دو افراد ہیں۔نام نوٹ کرو گے؟''

اس بار انسپکٹر پہلے کی طرح پرجوش نہیں تھا۔تاہم اس نے پینسل اور پیڈ اپنی طرف کھینچ لیا۔''ہاں......بولو۔''

''پہلا نام ہے......ونس ڈی اینجلو۔پتا ہے......۶۱۱، پیری اسٹریٹ، برونکس، نیویارک، دوسرا نام ہے جارج ہیگر پتا ہے، ۲۹، ایلڈنلین، برونکس، نیویارک۔ان سے سات بجے والی برونکس کی ٹرین روکنے کے بعد پوچھ گچھ کی گئی تھی۔کچھ عرصہ پہلے میوزیم میں کچھ تعمیراتی کام ہوا تھا۔جس تعمیراتی کمپنی نے کام کیا تھا، یہ دونوں افراد اس میں ملازم

ہیں اور میوزیم کی جاب میں بھی شامل تھے۔''

''ٹھیک ہے ہینڈرک!شکریہ، میں انھیں چیک کرتا ہوں۔'' انسپکٹر نے کہا۔اس نے فوراً ہی برونکس پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کیا۔رابطہ ملنے کے بعد اس نے اسٹیشن انچارج کو ڈی اینجلو اور ہیگر کے نام اور پتے نوٹ کرائے اور اسے ان دونوں کو میوزیم بھیجنے کی ہدایت دی۔اس نے وضاحت کی کہ یہ دونوں میوزیم میں ڈاکے کی واردات کے سلسلے میں پوچھ گچھ کے لیے مطلوب ہیں۔انسپکٹر نے اسے اپنا میوزیم کا فون نمبر بھی دیا۔انسپکٹر نے سارجنٹ مارگریٹ کو سمجھایا کہ برونکس اسٹیشن سے کال آتے ہی وہ اسے بلالے۔پھر میوزیم کے ڈائریکٹر ایلین کی طرف بڑھ گیا۔اس نے ایلین سے میوزیم کا وہ حصہ دکھانے کو کہا، جہاں تعمیراتی کام ہوا تھا۔ایلین پہلے تو الجھا......لیکن انسپکٹر کی وضاحت کے بعد بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔وہ انسپکٹر کو جنوبی ونگ میں لے گیا۔اس ونگ میں تازہ پینٹ کی بو اب تک رچی ہوئی تھی۔

''پہلے یہاں چار چھوٹی گیلریاں تھیں۔'' ایلین نے وضاحت کی۔''ہماری خواہش تھی کہ تین گیلریاں ہوں لیکن بڑی تصویروں کے ذخیرے میں غیر معمولی اضافے کے سبب یہ ضروری تھا۔چنانچہ کنسٹرکشن کمپنی والوں نے تین پرانی دیواریں گرا کر دو نئی دیواریں تعمیر کیں۔جہاں سے پرانی دیواریں گرائی گئی تھیں، وہاں چھت اور فرش پر بھی درستی کا کام ہوا۔بس یہ تھا مکمل پروجیکٹ۔''

''اوہ......'' انسپکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے انسپکٹر؟'' ایلین نے پوچھا۔

''فی الوقت تو کچھ نہیں۔برونکس پولیس اسٹیشن سے دونوں مطلوبہ افراد کے متعلق رپورٹ مل جائے۔اس کے بعد ہی کچھ کہا جا سکے گا۔'' انسپکٹر نے جواب دیا۔

وہ نچلی منزل پر لوٹ آئے۔انسپکٹر میکس بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔برونکس پولیس اسٹیشن سے کال ساڑھے پانچ بجے آئی۔کیپٹن میکارتھی نے تاخیر کے سلسلے میں معذرت

کرتے ہوئے کہا۔''مجھے افسوس ہے انسپکٹر!ہم دونوں مطلوبہ آدمیوں کو نہیں لا سکے۔آپ کے بتائے ہوئے پتے پر وہ نہیں مل سکے۔تاہم میرے آدمیوں نے ہیگر کے اپارٹمنٹ کی تلاشی لی۔اس کے کپڑے اور ذاتی سامان بیشتر غائب ہے۔علاقے میں ان کے متعلق پوچھ گچھ کی گئی لیکن وہاں کے لوگوں نے انھیں کافی عرصے سے نہیں دیکھا۔مجھے افسوس ہے انسپکٹر کہ ہم آپ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔''

''تمھیں اندازہ نہیں کیپٹن کہ تم میرے لیے کتنے مددگار ثابت ہوئے ہو۔'' انسپکٹر نے کہا۔''اگر وہ غائب ہیں تو امکان ہے کہ وہ اس واردات میں شریک تھے۔یہ پہلا کلیو ملا ہے ہمیں۔میں تمھارا شکر گزار ہوں۔''

ریسیور رکھ کر انسپکٹر کچھ دیر سوچتا رہا۔پھر وہ ڈائریکٹر ایلین کے پاس گیا۔''برونکس پولیس ان دو تعمیراتی کارکنوں کو تلاش نہیں کر سکی، جنھوں نے میوزیم میں کام کیا تھا۔''اس نے بتایا۔''ایسا لگتا ہے کہ وہ شہر چھوڑ گئے ہیں۔اگر وہ اس واردات میں شریک تھے تو اس واردات کے سلسلے میں میری سب سے بڑی الجھن حل ہو گئی ہے۔''

''کیسی الجھن؟'' ڈائریکٹر ایلین نے پوچھا۔

''دیکھیں......ہم سب متفق ہیں کہ میوزیم کے حفاظتی انتظامات میں کوئی کمی نہیں تھی۔میں یہ سوچ کر الجھتا تھا کہ واردات کی شام وہ اتنا سارا سامان کیسے اندر لے کر گئے۔کم سامان نہیں تھا ان کے پاس فائر مینوں والی وردیاں، آکسیجن ماسک، دھوئیں کے بم، گلاسین اور تارا پولین پیپر کی شیٹس......''

''اور وہ کھلی ہوئی کھڑکی......اور وہ رسی؟''

ممکن ہے، وہ اس راستے سے داخل ہوئے ہوں لیکن اتنے سامان سمیت نہیں۔فرض کیجیے کہ انھوں نے سامان پہلے ہی میوزیم میں لا چھپایا ہو،تھوڑا تھوڑا کر کے۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟اس صورت میں وہ سامان نظر کیوں نہیں آیا؟''

''اس کا مطلب ہے،انھوں نے یہاں ٹھہر کر وہ سامان چھپانے کی جگہ تلاش کی ہوگی۔''

انسپکٹر نے ہیجانی لہجے میں کہا۔ "اسی حصے میں جہاں کام ہو رہا ہوگا۔" اس کی آواز بلند ہوگئی۔

"ہاں، یہی بات ہے۔ او مائی گاڈ! بالکل یہی بات ہے اور انھوں نے صرف سامان نہیں چھپایا ہوگا...... وہ خود بھی یہیں چھپے ہوئے ہوں گے۔ پھر انھوں نے میوزیم بند ہونے کے بعد دھوئیں کے بم سیٹ کر دیے ہوں گے۔ بالکل یہی بات ہے۔" وہ پلٹا اور جلدی سے ڈیسک کی طرف بڑھا۔ ڈائریکٹر ایلین اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے انسپکٹر کی آستین کھینچتے ہوئے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔ "کیا ارادہ ہے تمھارا؟"

"ہم وہ جگہ تلاش کریں گے، جہاں انھوں نے سامان چھپایا تھا۔" انسپکٹر نے بکھرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں آدمی بلوا رہا ہوں، جو اس گیلری کو ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔"

"میں تمھیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا انسپکٹر۔"

"اجازت مانگ کون رہا ہے۔" انسپکٹر نے دہاڑ کر کہا۔ "میں آپ کو بتا رہا ہوں، یہاں سے مجھے فنگر پرنٹس...... اور اور بہت کچھ مل سکتا ہے۔" پھر اس نے پلٹ کر سارجنٹ مارگریٹ سے کہا۔ "سولھویں پولیس اسٹیشن فون کر کے دس بارہ تگڑے جوان طلب کرو، تمام ضروری اوزاروں سمیت۔ ہمیں یہاں کوئی خفیہ جگہ تلاش کرنی ہے۔ اس کے بعد وہ پھر ڈائریکٹر ایلین سے مخاطب ہوا۔ "دیکھیں...... اگر میرا اندازہ درست ہے تو نہ صرف یہ کہ ہمیں کوئی اہم شہادت مل سکتی ہے بلکہ آپ کے گارڈز بھی غفلت کے الزام سے بری ہوسکتے ہیں۔ میرے آدمیوں کے آنے سے پہلے اس سیکشن کو خالی کرا دیجیے۔"

"ڈیسک سارجنٹ نے کہا ہے کہ وہ آدمی فوری طور پر روانہ کر رہا ہے لیکن وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔" سارجنٹ مارگریٹ نے کہا اور انسپکٹر کی طرف ریسیور بڑھا دیا۔

"انسپکٹر...... پرائیویٹ ڈیٹیکٹو مورس آیا ہے وہ گرفتھ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ اجازت ہے جناب۔" دوسری طرف سے ڈیسک سارجنٹ نے پوچھا۔

"ہاں، بھیج دو، لیکن راجر کو بتا دینا پہلے۔" انسپکٹر نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت وہ پولیس افسر نمودار ہوا، جسے انسپکٹر نے ٹائمز اسکوائر کے فون بوتھس کے سلسلے میں بھیجا تھا۔

"انسپکٹر! اس علاقے میں تین میں سے ہر دو بوتھس پر خراب ہے، کی تختی لگا دی گئی ہے۔ باقی بوتھس کی یا تو نگرانی کی جا رہی ہے یا ان کی گفتگو ٹیپ کرنے کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔ امکان ہے کہ اس بار وہ ہاتھ آجائے گا۔"

"ہاں...... ایک وہی تو ہے۔" انسپکٹر نے کراہ کر کہا۔ "اس کے ساتھی تو اس وقت شاید میکسیکو میں ہوں گے۔ مائی گاڈ...... کاش...... یہ شخص ہاتھ لگ جائے۔"

ونس ڈی اینجلو نے بچی ہوئی کافی حلق میں انڈیلی اور برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ اس شام یہ کافی کی آٹھویں پیالی تھی، جو اسے زہر مار کر پینی پڑی تھی۔ وقت گزاری کے لیے اس نے ایک سینما ہاؤس میں دو فلمیں بھی بھگتائی تھیں اور بری طرح بور ہوا تھا۔ ان فون کالز اور ان کے درمیانی وقفے نے اس کے اعصاب کو چٹخا کر رکھ دیا تھا۔ ایک لمحے کو اسے کونان پر غصہ بھی آیا تھا، جس نے کالز کا کام خواہ مخواہ اس پر تھوپ دیا تھا۔ کونان نے اسے متنبہ کیا تھا کہ یہ کالز ٹیپ کی جائیں گی اور انھیں ٹریس کرنے کی کوشش بھی کی جائے گی۔ ڈی اینجلو کے لیے یہ احساس ہی جان لیوا تھا کہ اس کا کہا ہوا ہر لفظ ٹیپ کیا جا رہا ہے...... گویا قانون کا ہر محافظ اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ تاہم اس نے کونان کی ہدایات پر پوری طرح عمل کیا تھا۔ مختصر ترین کال...... اور اس کے فوراً بعد تیزی سے کھسک لینا۔ اس کے علاوہ اس نے ہر کال مختلف بوتھ سے کی تھی۔

ڈی اینجلو کو ایک پریشانی اور لاحق تھی۔ اسے خدشہ تھا کہ وہ کہیں ہدایات پڑھنے میں غلطی کر جائے گا۔ ہدایات اسے کونان نے لکھ کر دی تھیں۔ ہدایات پڑھنے میں غلطی کا مطلب یہ تھا کہ تاوان کی رقم کہیں کی کہیں پہنچ جائے گی اور پورا منصوبہ چوپٹ ہو جائے گا۔ وہ خود تو ان ہدایات کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ اس میں ٹیکنیکل الفاظ بہت زیادہ استعمال ہوئے تھے...... اور وہ کونان کی طرح ایئر فورس میں نیوگیٹر نہیں رہا تھا۔ بہرحال اسے تسلیم کرنا پڑا کہ ان کالز کے لیے اس سے بہتر کوئی آدمی گروہ میں نہیں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کام بے حد اعصاب شکن تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ اب تک خوف کے پسینے کی شکل میں اس کا

کم ازکم ۲۰ پونڈ وزن کم ہو چکا ہے۔اطمینان کی بات یہ تھی کہ اب کام ختم ہونے والا تھا۔اس نے گھڑی پر نظر ڈالی اور بل ادا کر کے باہر نکل آیا۔وہ چاہتا تھا کہ مقررہ وقت سے کچھ پہلے فون بوتھ تک پہنچ جائے۔وقت کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔

وہ بار بار جیب میں رکھے ہوئے ہدایات کے پرچے کو چیک کرتا۔اگر کوئی جیب کترا اس وقت اس کی جیب صاف کر دیتا تو اسے تو کچھ نہ ملتا لیکن گروہ کے ۳۷ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر ڈوب جاتے۔وہ پرچا بہت اہم تھا۔۳۷ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر کا چیک۔وہ دل ہی دل میں ہنس دیا۔کارنر پر اسے ایک فون بوتھ نظر آیا۔وہ بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔مقررہ وقت ابھی کچھ دور تھا لیکن اس نے سوچا کہ پہلے ادھر ادھر کی کالیں کرے گا تاکہ بوتھ پر اس کا قبضہ رہے اور عین وقت پر کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئے۔وہ بوتھ میں داخل ہوا۔پھر اسے سکہ ڈالنے والے سلاٹ پر زرد اسٹکر چپکا نظر آیا......فون خراب ہے،اس نے کندھے جھٹکے اور بوتھ سے نکل کر آگے بڑھ گیا۔ایک بلاک آگے اسے دوسرا بوتھ موجود تھا۔اس نے سڑک کراس کی اور بوتھ کی طرف بڑھا۔بوتھ خالی تھا۔ابھی وہ بوتھ سے چند قدم دور تھا کہ چونک گیا۔اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ پہلے دو بوتھ مسلسل خراب ہونا ایک غیر معمولی بات تھی......کم ازکم اس غیر معمولی صورت حال میں جس سے وہ دوچار تھا۔وہ ٹھٹک گیا۔اس کی چھٹی حس خطرے کی نشاندہی کر رہی تھی۔اس نے بڑی احتیاط سے گردوپیش کا جائزہ لیا۔فون بوتھ سے کچھ فاصلے پر ایک کار موجود تھی۔اس میں ایک شخص بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ایک شخص فٹ پاتھ پر ٹہل رہا تھا۔

ڈی انجلو خوفزدہ ہو گیا۔اسے یقین تھا کہ ان دونوں کا تعلق پولیس سے ہے۔حالانکہ وہ وردی میں نہیں تھے۔اس نے صورت حال کا تجزیہ کرنے کی زحمت نہیں کی۔یہ طے تھا،پولیس نے کسی طرح ٹریس کر لیا تھا کہ کالیں براڈوے کے فون بوتھس سے کی جا رہی ہیں۔وہ اسے پکڑنے کے لیے تیار تھے۔اب اسے منصوبہ تبدیل کرنا تھا......اور اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔وہ براڈوے سے مڑا اور مشرق کی طرف

چل دیا۔اب اسے کوئی ہوٹل تلاش کرنا تھا۔اس نے فیصلہ کر لیا کہ کسی ہوٹل کی لابی میں پبلک بوتھ سے کال کرے گا۔

چند منٹ بعد وہ ایک ہوٹل میں داخل ہوا۔لابی سنسان تھی اور پبلک بوتھ خالی تھا۔اس نے دروازہ بند کیا،کونان کا تیار کردہ ہدایات کا پرچا نکالا اور سلاٹ میں سکہ ڈال دیا۔

عین اس لمحے میوزیم میں انسپکٹر میکس اور ایف بی آئی ایجنٹ ایب بے تابی سے ٹہل رہے تھے۔ڈائریکٹر ایلین سرخ انسٹرومنٹ کے سامنے ساکت وصامت بیٹھا تھا۔ہاورڈ واشنگٹن سینٹر کی اوپن لائن پر جھکا ہوا تھا۔شام کے سات بجے تھے۔پچھلی کال کو تین گھنٹے گزر چکے تھے لیکن سرخ فون ابھی تک خاموش تھا۔

اچانک ایمپلی فائر پر جہاز کے پائلٹ لیفٹیننٹ ڈین کی آواز ابھری۔''کالنگ البوقرق سینٹر۔ڈین اسپیکنگ ہمارے پاس اب آدھے گھنٹے کا فیول موجود ہے۔مزید ہدایات ملیں یا نہیں۔''

''البوقرق سینٹر اسپیکنگ۔مزید ہدایات کا انتظار کرو۔''

''انسپکٹر میکس نے سرخ فون کو گھورتے ہوئے کہا۔''لعنت ہے۔آخر وہ کال کیوں نہیں کرتا۔''

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔انسپکٹر مضطربانہ ٹہلتا رہا۔کچھ دیر پہلے کی سنسنی کا احساس معدوم ہو چکا تھا۔اس وقت اسے یقین تھا کہ وہ کال کرنے والے کو پکڑ لے گا لیکن اب یقین اس کا ساتھ چھوڑ گیا تھا۔اوپر......میوزیم کی دوسری منزل پر گارڈز ساؤتھ ونگ سے تصاویر ہٹا رہے تھے۔سولھویں پولیس اسٹیشن کے پانچ جوان وہاں ممکنہ طور پر کوئی چھپنے کی جگہ تلاش کرنے کے لیے بالکل تیار تھے۔انسپکٹر ٹہلتا اور سوچتا رہا۔آخر مجرموں نے......بلکہ کال کرنے والے مجرم نے فون کیوں نہیں کیا۔اچانک اسے ایک خیال لرز گیا۔کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے انتظامات کو بھانپ کر وہ خائف ہو گیا ہو۔اس صورت میں وہ قیمتی پینٹنگز تو گئیں ہاتھ سے......

اسی وقت ایمپلی فائر پر آواز ابھری۔ ''البوقرق سینٹر کالنگ لیفٹیننٹ ڈین۔ کم ان...... کم ان ارجنٹ کم ان۔''

''دس از لیفٹیننٹ ڈین اسٹینڈنگ بائی۔''

''تمھیں فوری طور پر چینن وی او آر کلیر کرنا ہے۔ بلندی کم کرو...... بارہ ہزار فٹ پر آ جاؤ۔ رپورٹ۔''

ایک لمحے کو آڈیٹوریم میں خاموشی رہی۔ پھر ایب چلایا۔ ''کیا ہو رہا ہے یہ؟ البوقرق ٹاور کو یہ ہدایات کہاں سے ملیں؟ کیا چکر ہے؟''

''ایک منٹ۔'' ہاورڈ ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ وہ واشنگٹن سینٹر سے بات کر رہا تھا۔ ''وہ مجھے کچھ بتانے کی کوشش کر رہے ہیں، جو انھیں البوقرق کنٹرول ٹاور سے پتا چلا ہے۔''

ایب اور میکس اس کی طرف لپکے۔ ہاورڈ نے ریسیور ایب کی طرف بڑھایا۔ ''آپ کے لیے جناب۔''

ایف بی آئی ایجنٹ نے ریسیور سنبھالا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے سنتا رہا، پھر بولا۔ ''جی ہاں۔ انھیں ہدایات پر عمل کرنے دیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔'' وہ ریسیور ہاورڈ کو دے کر پیچھے ہٹ آیا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کا سا تاثر تھا۔ ''ناقابل یقین۔'' اس نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ ''البوقرق والوں کا کہنا ہے کہ انھیں لانگ ڈسٹینس کال کے ذریعے ڈائریکٹ یہ ہدایات ملی ہیں۔ کال کرنے والے نے مقررہ کوڈ کا حوالہ بھی دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میں تصویروں کے فریم بنانے والا ہوں۔''

''لیکن ہدایات کیا تھیں؟'' انسپکٹر میکس نے بے تابی سے پوچھا۔

''ایک منٹ...... خود سن لو۔'' ایب نے ایمپلی فائر کی طرف اشارہ کیا۔

اسی وقت ایمپلی فائر پر آواز گونجی۔ ''لیفٹیننٹ ڈین۔ دس از البوقرق سینٹر۔ تمھیں شمال مشرق کی سمت دس میل ہٹنا ہے اور اسپیشل بیگ پیراشوٹ گرا دینا ہے۔ پھر تمھیں کیورن ٹی ایئر پورٹ پر لینڈ کرنا ہے۔''

''راجر۔''

''لعنت ہے۔'' انسپکٹر غرایا۔ ''بدبخت نے آخری کال ڈائریکٹ البوقرق کنٹرول کو کی۔''

''اور اب وہ رقم اس جگہ گرا رہے ہیں، جہاں دور دور تک میرا کوئی آدمی نہیں ہے۔'' ایب نے جھنجلا کر کہا۔ پھر اس نے ہاورڈ سے پوچھا۔ ''یہ ڈراپ پوائنٹ کون سا ہے...... اور جہاز وہاں کتنی دیر میں پہنچے گا۔''

''واشنگٹن والوں کا کہنا ہے کہ یہ نیو میکسیکو کا پہاڑی صحرائی علاقہ ہے...... اور جہاز سات منٹ میں وہاں پہنچ جائے گا۔'' ہاورڈ نے کہا۔

''مجھے نقشے میں دکھاؤ یہ علاقہ۔'' ایب نے ہاورڈ سے کہا۔ ''میں اپنے کچھ آدمی وہاں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔''

انسپکٹر میکس ابھی تک اپنی جگہ کھڑا تھا۔ مجرموں کی عیاری نے اسے حیران کر دیا تھا۔ وہ انھیں سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کا نام پکارا گیا تو اس نے چونک کر دیکھا۔ خفیہ جگہ تلاش کرنے والوں میں سے ایک اسے بلا رہا تھا۔ ''انسپکٹر...... جلدی سے آ کر دیکھیں۔ ہمارا خیال ہے، ہم نے وہ پوشیدہ جگہ دریافت کر لی ہے۔''

''ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں۔'' انسپکٹر نے مرے مرے لہجے میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب فائدہ ہی کیا ہے۔ رقم تو گئی ہاتھ سے۔ وہ آہستہ آہستہ دوسری منزل کے زینوں پر پہنچا۔ اس نے ڈائریکٹر ایلین کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ وہ دوسری منزل پر ساؤتھ ونگ میں پہنچے۔ انسپکٹر نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کے آدمیوں نے میوزیم کو زیادہ نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ چھت میں دو جگہ سے پلستر ادھیڑا گیا تھا اور ایک جگہ سے فرش۔ اس کے علاوہ بڑا سوراخ وہ تھا جو ایک دیوار میں نظر آ رہا تھا۔ ''گڈ...... ویل ڈن۔ اب ذرا ہٹو...... اور مجھے جائزہ لینے دو۔'' انسپکٹر نے کہا۔

انسپکٹر نے ایک نظر دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ جگہ سات فٹ بلند، چھ فٹ لمبی اور کوئی پانچ فٹ چوڑی تھی۔

"سرہم دیواریں تھپتھپا رہے تھے۔ یہ دیوار کھوکھلی محسوس ہوئی۔ بعد میں پتا چلا کہ جسے ہم دیوار کا حصہ سمجھ رہے تھے، وہ درحقیقت پینل تھا۔ اسے کھسکایا بھی جا سکتا تھا لیکن ہمیں سمجھنے میں دیر ہوگئی۔ ہم نے اسے توڑ ڈالا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کے پیچھے کچھ سامان ہے۔" ایک نے وضاحت کی۔

انسپکٹر نے جھانک کر دیکھا۔ وہاں کچھ ڈبے تھے...... سیاہ رنگ کے۔ ویسے ہی، جیسے مجرم میوزیم میں چھوڑ گئے تھے۔ درحقیقت وہ دھوئیں کے بم تھے۔ اس کے علاوہ رول کی ہوئی کچھ شیٹیں تھیں، ویسی ہی شیٹس، جو تصویروں کے تحفظ اور انھیں چھپانے کے لیے استعمال کی گئی تھیں...... جو مجرم گرانڈ سینٹرل اسٹیشن کی سرنگ میں بھی چھوڑ گئے تھے۔ انسپکٹر نے وہ تمام سامان نکلوایا۔ پھر اس نے ایک سیاہ ڈبے کا جائزہ لیا اور پھر رول کی ہوئی شیٹوں میں سے ایک کو کھولنے لگا۔ اگلے ہی لمحے اس نے ڈائریکٹر ایلن کی چیخ سنی۔ "او مائی گاڈ" اور اس کے ہاتھ سے شیٹ چھوٹ گئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس رول میں سے تصویر برآمد ہوگی۔

"اوہ...... یہ تو پکاسو ہے۔ مائی گاڈ۔" ڈائریکٹر ایلن نے ہسٹریائی انداز میں کہا۔ اس نے تصویر کو اٹھا کر اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ "دوسرے رول بھی دیکھو۔ پلیز...... جلدی کرو۔" اس نے انسپکٹر سے کہا۔

انسپکٹر نے ایک ایک کر کے تمام رول کھولے۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ چند لمحے بعد پانچوں مسروقہ تصویریں اس کے سامنے تھیں۔ وہ ششدر رہ گیا۔ یعنی تصویریں میوزیم ہی میں موجود تھیں...... انھیں بڑی احتیاط اور حفاظت سے اس طرح چھپایا گیا تھا کہ انھیں نقصان پہنچنے کا خدشہ نہ رہے۔ یعنی تصویریں میوزیم سے باہر لے جائی ہی نہیں گئی تھیں۔ ظاہر ہے، اس صورت میں وہ انھیں گرانڈ سینٹرل میں کیسے ملتیں...... ان ٹرینوں میں کیسے ملتیں، جنھیں انھوں نے رکوا کر تلاشی لی تھی۔ مجرموں نے گلاسین پیپر اور تارپولین کی شیٹس سرنگ میں دانستہ چھوڑی تھیں۔ صرف انھیں الجھانے کے

لیے یہ ضروری تھا۔ اگر وہ یہ یقین نہ دلا پاتے تو پولیس میوزیم کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتی اور تصویریں برآمد ہو جاتیں۔ انسپکٹر کو یہ تمام حقائق قبول کرنے میں دیر لگی۔ اس کا ذہن یہ سب کچھ اس قدر اچانک سامنے آنے والی باتیں آسانی سے کیسے قبول کر سکتا تھا۔ اور اگر تصویریں پہلے ہی برآمد ہو جاتیں تو مجرم تاوان کی رقم کیسے وصول......

انسپکٹر اس سے آگے نہ سوچ سکا۔ وہ تیزی سے اٹھا تصویریں برآمد ہو چکی تھیں۔ گویا وہ تاوان کی رقم رکوا سکتا تھا۔ وہ دیوانہ وار جھپٹا...... اور بہ یک وقت تین تین سیڑھیاں پھلانگ گیا۔ کئی بار اس کا توازن بگڑا اور وہ گرتے گرتے بچا، لیکن اسے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ آڈیٹوریم میں داخل ہوتے ہی اس نے چیخ کر ہاورڈ سے کہا۔ "واشنگٹن والوں سے بات کرو۔ جلدی کرو۔ تاوان کی رقم والا پیراشوٹ گرانے سے روکو......"

ہاورڈ اچنبھے سے اسے دیکھتا رہا۔ ایب اس کی طرف لپکا۔ "کیا کر رہے ہو یہ...... کیا حماقت ہے۔ اس طرح تصویروں کو نقصان......"

"تصویریں مل گئی ہیں۔" انسپکٹر حلق کے بل چیخا۔ "میں کہتا ہوں، رقم کو رکواؤ۔ تصویریں محفوظ ہیں۔"

ہاورڈ نے تیزی سے واشنگٹن سینٹر سے رابطہ ملایا اور صورت حال واضح کی۔ فوراً ہی البوقرق کنٹرول ٹاور والی آواز ایمپلی فائر کے ذریعے گونجی۔ "ہیلو...... لیفٹیننٹ ڈین...... کم ان، ارجنٹ...... ٹاپ ارجنٹ...... تم کہاں ہو۔ نئی ہدایات......"

"ہم پینن سے ۴۰ میل شمال مشرق پر ہیں۔ ہم نے ابھی ابھی اسپیشل بیگ پیراشوٹ گرایا ہے اور اب کیورن سٹی ایئر پورٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فیول بہت کم ہے۔ نئی ہدایات کیسی......"

اس آواز کے بعد آڈیٹوریم پر موت کی سی خاموشی طاری ہوگئی۔ پھر انسپکٹر ہسٹریائی انداز میں ہنسا۔ اس کے بعد تو اس پر جیسے دورہ سا پڑ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

مین ہٹن سے مغرب کی سمت کئی ہزار میل دور کونان پیراشوٹ کو آہستہ آہستہ نیچے آتے

دیکھ رہا تھا۔ ''بالکل درست جگہ..... واہ! تم نے اس سے خوبصورت منظر دیکھا کبھی؟'' اس نے ایڈی سے پوچھا۔

ایڈی نے خاموشی سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ سحرزدہ سا پیراشوٹ سے بندھے ہوئے چرمی تھیلے کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک چٹان کے پیچھے دبکے ہوئے تھے۔ اپنی کار انھوں نے جھاڑیوں میں چھپا دی تھی۔

پیراشوٹ کے زمین سے لگتے ہی وہ اس کی طرف لپکے چرمی تھیلے نے لنگر کا سا کام کیا تھا۔ انھوں نے پیراشوٹ کی ڈوری پکڑی اور کونان کی جیب سے چاقو نکال کر چرمی تھیلے کو گھسیٹا اور اسے کار تک لے گئے۔ پیراشوٹ آزاد ہونے کے بعد کسی آوارہ پتنگ کی طرح اڑنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔

انھوں نے خاموشی سے تھیلے کو کار کی عقبی سیٹ پر رکھا۔ کونان خود بھی عقبی سیٹ پر بیٹھا۔ ایڈی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اگلے ہی لمحے کار حرکت میں آ گئی۔ کونان اس علاقے سے بخوبی واقف تھا۔ ان دنوں جب وہ ائیرفورس میں نیوی گیٹر تھا، اس نے اس علاقے میں بمباری کی ان گنت مشقوں میں حصہ لیا تھا۔ وہ یہاں مصنوعی ٹھکانوں پر بم گراتا رہا تھا۔ اسی لیے اس نے رقم کی وصولی کے لیے اس علاقے کو منتخب کیا تھا۔

اس نے چرمی تھیلے کو کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی۔ اس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔ ''وہ مارا۔'' اس نے چیخ کر کہا اور ہنسنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ سنبھلا اور اس نے نوٹوں کی گڈیوں کو تیزی سے ان خالی سوٹ کیسوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اب تک ہر کام شیڈول کے مطابق ہوا تھا۔ یہ مرحلہ بے حد اہم تھا، جس سے وہ اب گزر رہے تھے۔ انھیں کافی فاصلہ طے کرنا تھا۔ کونان کو خدشہ تھا کہ ذرا سا لیٹ ہونے کی صورت میں پولیس روڈ بلاک کا سامنا ہو سکتا ہے لیکن اس کا امکان بہت کم تھا۔ اگر اس کا اندازہ درست تھا تو حکام کی توجہ اس وقت میکسیکو جانے والے راستوں پر ہو گی جبکہ وہ بالکل مخالف سمت میں جا رہے تھے۔ پولیس کو صورت حال سمجھنے میں کم از کم ایک گھنٹا لگے

گا۔ ایک گھنٹے کی فوقیت ان کے لیے بہت کافی تھی۔

پولیس کو یہ فرض کرنے کے لیے کہ وہ میکسیکن بارڈر سے اس قدر نزدیک ہونے کے باوجود بارڈر پار نہیں کر رہے ہیں، انھیں بے وقوف سمجھنا تھا اور اتنے عیارانہ منصوبے کے بعد وہ ایسا نہیں سمجھ سکتے تھے۔ یہ بات ان کی عقل میں نہیں آ سکتی تھی کہ رقم وصول کرنے کے بعد وہ میکسیکن بارڈر سے اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی دوبارہ نیویارک کا رخ کریں گے۔ درحقیقت اس میں آسانی بھی تھی۔ میکسیکو میں داخل ہو کر ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہتا لیکن بنیادی مسئلہ ڈی اینجلو اور ہیگر کے بخروعافیت ملک سے نکلنے کا تھا۔ جیسے ہی منصوبے کے مطابق میوزیم کے حکام کو فون پر پینٹنگز کے متعلق بتایا جائے گا، پولیس کو ان تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ پکڑے جانے کی صورت میں یقینی تھا کہ ہیگر سب کچھ اگل دے گا۔ اسے امید تھی کہ ڈی اینجلو منہ بند رکھے گا لیکن کون جانے؟

چنانچہ کونان کو اس سلسلے میں بھی منصوبہ بندی کرنی پڑی۔ ملک سے ۷۵ ہزار ڈالر لے کر نکلنا اتنا آسان نہیں تھا۔ اس سلسلے میں ڈی اینجلو نے اپنے ایک شناسا سے بات کر لی تھی۔ اگر سب کچھ ٹھیک ہو گیا تو منگل کی صبح انھیں دھنزویلا کے آئل ٹینکر پر ملاحوں کی حیثیت سے نکل جانا تھا۔ اس لحاظ سے نیویارک واپسی ضروری تھی۔ ایڈی اور گریگ کی طرف سے البتہ اسے کوئی فکر نہیں تھی۔ پولیس کے پاس انھیں اس واردات سے نتھی کرنے کا کہیں کوئی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ طے یہ پایا تھا کہ رقم کے حصے بخرے نیویارک ہی میں کیے جائیں گے۔

وہ جہاز سے اوکلاہوما پہنچے تھے۔ وہاں انھوں نے ہوٹل میں کمرے لیے...... اور پھر کرائے پر کار حاصل کی تھی۔ پھر وہ نیومیکسیکو کے لیے چلے تھے۔ اب انھیں اوکلاہوما پہنچنا تھا۔ وہاں سے انھیں خود کو بزنس مین ظاہر کرتے ہوئے اگلی صبح دس بجے ایک چھوٹا جہاز بمع پائلٹ ہائیر کرنا تھا، جو انھیں نیویارک پہنچا دیتا۔ تلاشی کے ڈر سے وہ عام پرواز سے گریز کر رہے تھے۔

منگل کی صبح انسپکٹر میکس اپنے دفتر میں بیٹھا خلا میں گھور رہا تھا۔ گزشتہ رات بھی وہ سو نہیں سکا تھا۔ وہ بارڈر کی طرف سے مجرموں کے پکڑے جانے کی اطلاع کا منتظر تھا لیکن وہ اطلاع اب تک نہیں آئی تھی۔ پھر اس نے میئر کے آفس میں ڈھائی گھنٹے کی میٹنگ بھگتائی تھی جو صبح آٹھ بجے ختم ہوئی تھی۔ اس میٹنگ میں پولیس کی ناکامی پر نکتہ چینی کی جاتی رہی...... اور اسے مطعون کیا جاتا رہا کہ وہ کیس حل نہ کر سکا۔ اس میٹنگ میں میئر، ڈپٹی پولیس کمشنر، پولیس کمشنر، ایف بی آئی ایجنٹ ایب، انسپکٹر میکس اور اس کے چند ماتحت شریک تھے۔

سب سے پہلے انسپکٹر میکس اور ایجنٹ ایب نے اپنی اپنی رپورٹ پیش کی۔ کمشنر ہلرڈ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے تبصرہ کیا۔ ''جنٹلمین . . . دشواری یہ ہے کہ آپ کی کوششیں ناکافی ثابت ہوئیں۔ خدا کی قسم، ہم کامیابی کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔ تصویریں بازیاب ہو گئی تھیں۔ تاوان کی رقم بھی اس وقت تک ہمارے قبضے میں تھی۔ اس کے باوجود ہم ناکام ہو گئے۔ ذرا سی دور اندیشی سے کام لیا جاتا تو پینٹنگز تو مل ہی گئی تھیں، تاوان کی رقم بھی بچ جاتی۔ ہم مجرموں کو الجھائے رکھتے...... اور یوں انھیں ڈراپ پوائنٹ پر گرفتار بھی کر سکتے تھے۔''

انسپکٹر میکس خاموش رہا...... لیکن وہ شکر گزار تھا کہ ایجنٹ ایب نے اس کا دفاع کیا۔ ''سر، میرا خیال ہے، آپ زیادتی کر رہے ہیں۔'' ایجنٹ ایب نے کہا تھا۔ ''اس معاملے میں کہیں دور اندیشی کی کمی نہیں دیکھی گئی۔ ایف بی آئی کو الگ ہٹا کر میں پوری دیانت داری سے کہہ سکتا ہوں کہ انسپکٹر میکس کافمین کی کارکردگی لائق ہزار تحسین تھی۔ انھوں نے قدم قدم پر غیر معمولی بصیرت اور دور اندیشی کا ثبوت دیا۔ ان کی بصیرت ہی کی وجہ سے تصویریں برآمد ہوئیں۔ ورنہ ہم تاوان کی رقم ادا کرنے کے بعد اب تک تصویروں کی موجودگی سے بے خبر ہوتے۔''

''ہاں...... میں یہ سب کچھ جانتا ہوں۔'' کمشنر ہلرڈ نے کہا۔ ''لیکن ابھی ہمیں میوزیم کے ٹرسٹیوں سے نمٹنا ہے۔ وہ تاوان کی رقم کی واپسی چاہیں گے۔ یقین کرو...... وہ شکایت کریں

گے کہ تصویریں میوزیم ہی میں موجود تھیں اور اس کے باوجود انھیں تاوان ادا کرنا پڑا۔ وہ پولیس پر ذمے داری ڈالیں گے کہ پولیس نے تصویریں پہلے ہی کیوں نہ برآمد کر لیں۔''

اچانک ڈپٹی کمشنر نے مداخلت کی۔ ''میرا خیال ہے، اب تک تصویروں کی بازیابی کی خبر اخبارات تک نہیں پہنچی ہے۔''

''جی ہاں...... اور ایسا میرے احکامات کی وجہ سے ہوا ہے۔'' انسپکٹر نے کہا۔

''میرے خیال میں یہاں تم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔'' ڈپٹی کمشنر نے کہا۔ ''یہ خبر جاری ہونے کی صورت میں پولیس کی کارکردگی پر تنقید کافی کم ہو سکتی تھی...... اور اب بھی ہو سکتی ہے۔''

کمشنر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''میں متفق ہوں اس بات سے۔ یہ محکمے کی ساکھ کے لیے بہت ضروری ہے، میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ خبر چھپانے سے فائدہ کیا ہے...... جبکہ نقصان سامنے کی بات ہے۔''

اس کے دو فائدے ہیں۔'' انسپکٹر نے آہستہ سے کہا۔ ''اس وقت تک مجرموں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں دو کے متعلق ہمیں معلوم ہے...... اور پورے امریکا میں انھیں گرفتار کرنے کے احکامات جاری ہو چکے ہیں۔ اگر انھیں علم ہو جائے کہ ہم نے پینٹنگز برآمد کر لی ہیں تو وہ سمجھ جائیں گے کہ ہم نے ان کے دو ساتھیوں کا میوزیم سے تعلق ڈھونڈ نکالا ہے۔ اس صورت میں وہ چوکنے ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ انھیں ابھی کم از کم ایک کال اور کرنی ہے تاکہ ہمیں تصویروں کے متعلق بتا سکیں۔ یوں ہمارے لیے ایک چانس ہے۔''

''میں سمجھ رہا ہوں، لیکن مجھے محکمے کو بدنامی سے بھی بچانا ہے۔'' کمشنر نے احتجاج کیا۔

انسپکٹر کو اپنے غصے کو قابو میں رکھنے کے لیے جدوجہد کرنی پڑی۔ ''میں اس کیس کا انچارج ہوں سر، اور اپنے مؤقف پر قائم ہوں۔ آپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ میں نے ابتدا ہی میں نیشنل کرائم انفارمیشن کا کمپیوٹر استعمال کرنے کی درخواست کی تھی جبکہ اجازت مجھے ۲۴ گھنٹے بعد ملی۔ اگر میری بات مان لی گئی ہوتی تو ہم مجرموں کو ۲۴ گھنٹے پہلے پکڑ سکتے تھے۔''

کمشنر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا لیکن انسپکٹر کو پروا نہیں تھی۔ کمشنر اور میئر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسے اپنی جگہ رہ کر اپنا کام کرنا تھا۔ وہ پہلے بھی کئی کمشنرز اور میئرز کی مخاصمت جھیل چکا تھا۔

پھر میئر نے صورت حال کی نزاکت کو بھانپ کر مداخلت کی۔ ''انسپکٹر...... تم یہ خبر تاخیر سے جاری کرنا چاہتے ہو۔ تو یہ تاخیر گھنٹوں کی ہے نا؟''

''جی ہاں جناب! میرے خیال میں ۲۴ گھنٹے کی مہلت کافی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ مجرم بہت جلد ہمیں مطلع کریں گے''

''تو ٹھیک ہے۔'' میئر نے کہا اور کمشنر سے مخاطب ہوا۔ ''کیا خیال ہے تمھارا محکمہ مزید ۲۴ گھنٹے کی رسوائی جھیل سکتا ہے؟''

یوں اس مسئلے کا فیصلہ انسپکٹر کے حق میں ہوا۔ اب وہ بیٹھا خلا میں گھورے جا رہا تھا...... سوچے جا رہا تھا۔ اس وقت وہ بے حد ناخوش تھا۔ اس کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ اس نے کمشنر کو خفا کیا تھا...... بلکہ اپنے کیریئر کو بھی نقصان پہنچایا تھا، وہ خبر روک کے لیکن اسے اپنے پیشے سے دیانت داری اپنی ساکھ سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ مطمئن تھا کہ اس نے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن مجرم ذہین تھے اور تقدیر نے بھی ان کا ساتھ دیا۔

اس نے گھر فون کر کے بیوی کو بتایا کہ وہ ساڑھے چھ بجے تک گھر پہنچ جائے گا۔ اب میوزیم میں بھی اس کا کوئی کام نہیں تھا۔ آڈیٹوریم والا آپریشن روم اجڑ گیا تھا۔ کمیونیکیشن کے آلات وہاں سے سمیٹ لیے گئے تھے۔ تین بجے کے قریب سارجنٹ مارگریٹ نے اسے بتایا کہ سراغ رساں مورس فون پر موجود ہے اور اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔

''یہ معلوم کرنے کے لیے فون کیا ہے کہ اب رقم ادا کی جا چکی ہے۔ گرفتھ کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟'' مورس نے رابطہ ملتے ہی کہا۔

''میں فون پر گالیاں بکنے کی سزا سے واقف ہوں، اس لیے تمھیں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ چنانچہ گرفتھ کے ساتھ تمھارا کام بھی ختم۔ میں تمھارے تعاون پر تمھارا بے حد شکر

گزار ہوں۔''

''شکریہ انسپکٹر۔ اس وقت تم نے میرا دل خوش کر دیا۔'' مورس نے چہک کر کہا۔ ''تمھاری پہلی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ گرفتھ اول درجے کا جھوٹا ہے۔ گزشتہ روز کوئنز کے علاقے میں اس نے ایک نیا جھوٹ اختراع کیا۔ کہنے لگا، اچانک یاد آیا ہے کہ میں اس ہیپ کی محبوبہ کا گھر جانتا ہوں، جو برونکس میں رہتی ہے،...... کہہ رہا تھا کہ کل اسے تلاش کریں گے۔ واقعی...... ایک کے بعد دوسرا جھوٹ تخلیق کیے جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے، یہ سن کر تمھیں ہنسی آئی ہوگی......''

انسپکٹر پہلو بدل کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ ''برونکس۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں دہرایا۔
''مورس پلیز، تم فوراً میرے پاس آ جاؤ۔'' یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

مورس پندرہ منٹ بعد آ گیا۔ انسپکٹر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا واقعی گرفتھ نے برونکس کا نام لیا تھا؟''

''ہاں۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے برونکس کا نام لیا۔ ورنہ اس کی سوئی تو کوئنز پر ہی اٹکی ہوئی تھی۔''

''مورس، اب میں تمھیں وہ بات بتا رہا ہوں، جس سے کچھ ہی لوگ واقف ہیں۔ بات باہر نہ نکلنے پائے۔ سمجھے؟'' انسپکٹر نے کہا۔ مورس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں تجسس کی چمک تھی۔ ''کل ہمیں مجرموں میں سے دو کے متعلق علم ہوا ہے۔ ایک کا نام ڈی اینجلو اور دوسرے کا نام ہیگر ہے۔ وہ ایک کنسٹرکشن کمپنی کی طرف سے تعمیراتی کام کے سلسلے میں میوزیم بھیجے گئے تھے۔ یہ دو ہفتے پہلے کی بات ہے اور کل ہمیں تصویریں بھی مل گئیں بلکہ ہم نے ڈھونڈ نکالیں'' انسپکٹر نے جلدی جلدی تصویروں کی بازیابی کی تفصیل بتائی۔ ''ان دونوں آدمیوں کے پتے مختلف ہیں...... لیکن دونوں برونکس کے علاقے میں رہتے ہیں۔''

''اوہ...... تو تم نے اس لیے مجھے بلایا ہے کہ گرفتھ نے بھی برونکس کا تذکرہ کیا تھا؟''

''ہاں...... اور میں تم سے پھر تعاون طلب کر رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ آج برونکس کا دورہ سہی۔''

گرفتھ کو موریس کے ساتھ بھیجنے کے بعد انسپکٹر نے جلدی جلدی کام سمیٹا اسے گھر پہنچنا تھا، وہ بیوی کی نرم اور مہربان سرگوشیاں سننے کو کب سے ترس رہا تھا۔

برونکس والے مکان میں ڈی اینجلو نے فریج کھول کر بیئر کا ٹن نکالا۔ برابر والے کمرے سے ہیگر اور گریگ کے لڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے ٹن کھول کر منہ سے لگاتے ہوئے سوچا۔ وہ دونوں جمعے کی شام سے یونہی لڑ رہے تھے، لڑاکا عورتوں کی طرح۔ وہ اس موڈ کا سبب جانتا تھا لیکن وہ دونوں اس کا اعتراف کبھی نہ کرتے۔ یہ اعصابی بوجھ تھا...... انتظار کا بوجھ۔ وہ کونان اور ایڈی کی رقم سمیت واپسی کے منتظر تھے۔

بوجھ تو تینوں پر یکساں تھا۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ وہ دونوں کونان پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے...... جبکہ ڈی اینجلو کرتا تھا۔ ان دونوں کو خدشہ تھا کہ کونان ڈبل کراس کرے گا اور ایڈی کو ہلاک کر کے رقم سمیت فرار ہو جائے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ خوفزدہ تھے کہ اگر کونان واپس آیا تو انھیں بھی قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہ بات ڈی اینجلو کو ایسے پتا چلی تھی کہ اس نے اتفاقاً ان کے پاس ریوالور دیکھ لیے تھے...... اس کے حکم کے برخلاف۔ انھیں علم نہیں تھا کہ وہ ان کے پاس ریوالوروں کی موجودگی سے آگاہ ہے۔ نہ اس نے انھیں بتایا تھا لیکن وہ فکر مند ہو گیا تھا۔ بالآخر اس نے اپنا ۴۵ کا ریوالور نکالا تھا اور اسے لوڈ کر کے جیب میں رکھ لیا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ کونان کی واپسی کے بعد انھوں نے کوئی گڑبڑ کی تو وہ اپنے ۴۵ کے زور پر انھیں ٹھنڈا کرے گا۔ پھر وہ خود دیکھ ہی لیں گے کہ کونان اپنے قول کا سچا ہے۔

وہ درحقیقت امیر ہو گئے تھے۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وژن سے انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ تاوان کی رقم ادا کر دی گئی ہے۔ اس اعتبار سے انھیں متوحش ہونے کے بجائے جشن منانا چاہیے تھے۔ اس نے بیئر کا ٹن خالی کر کے ایک طرف اچھالا اور ڈرائنگ روم کی کھڑکی کی

بڑھ گیا۔ اسے توقع تھی کہ ابھی اسے کونان اور ایڈی آتے نظر آئیں گے۔ انھیں اب پہنچ جانا چاہیے تھا۔ یہ سوچنا حماقت تھی کہ کونان انھیں ڈبل کراس کرے گا۔

''کیا واقعی؟ کیا یہ ممکن نہیں؟ بات ۳۷ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر کی ہے؟'' اس کے ذہن میں کا کنکھجورا سرسرانے لگا۔

سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ تمام بار ایک جیسے تھے۔ جب تک آدمی باہر نہ جھانکے، نہیں چلتا کہ وہ کوئنز کے کسی بار میں بیٹھا ہے یا برونکس کے۔ اس وقت ساڑھے سات تھے۔ اس بار میں آنے سے پہلے وہ برونکس میں ہیپ کی گرل فرینڈ کا مکان ڈھونڈتے ے تھے لیکن مکان نہیں ملا تھا۔ پھر گرفتھ یہ کہہ کر موریس کو اس بار میں لے آیا تھا کہ اسے تا ہے، ہیپ کی گرل فرینڈ اسے اور ہیپ کو اسی بار میں لائی تھی۔

موریس بری طرح بیزار ہو چکا تھا۔ شروع میں اس نے سوچا تھا کہ گرفتھ اسے یقیناً ہیپ پہنچا دے گا۔ وہ اس ٹکراؤ کا متمنی تھا لیکن اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ گرفتھ جھوٹا ہے۔ وہ میں صرف اس لیے آ گیا تھا کہ بیئر پینے کا موڈ ہو رہا تھا۔ حالانکہ گرفتھ کا کہنا تھا کہ یہاں پ کی گرل فرینڈ سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔ اس نے سوچا تھا کہ بیئر پینے کے بعد گرفتھ کو حوالات میں پھینکے گا اور کوشش کرے گا کہ آئندہ اس کی منحوس صورت کبھی نہ دیکھے۔

''اے...... اے......'' اچانک گرفتھ نے ہیجانی لہجے میں سرگوشی کی۔ ''میں نے اسے ھا...... یقیناً میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ ہیپ ہی تھا، جو سڑک کے اس پار سامنے والے ان میں گیا ہے۔'' وہ کھڑکی سے باہر ایک منزلہ مکان کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔''

گرفتھ کرسی چھوڑ کر اٹھ گیا۔ ''میں کہہ رہا ہوں، میں نے دیکھا ہے۔'' اس نے اصرار کیا۔

''ایک منٹ...... ٹھہرو تو۔'' موریس نے کہا۔ ''اگر تمھیں یقین ہے تو میں انسپکٹر میکس کو ن کرتا ہوں۔ وہ اس کی گرفتاری کے لیے اقدامات کرے گا۔''

''نہیں، نہیں۔ اس دوران وہ نکل نہ جائے کہیں۔ میری محنت برباد ہو جائے

گی۔جلدی سے چلو......اسے گھیرو۔"

مورس کو اپنے اتنی آسانی سے قائل ہو جانے پر حیرت ہوئی۔اسے اعتراف کرنا پڑا کہ وہ خود بھی ہیپ کو اپنے طور پر پکڑنا چاہتا ہے۔گرفتھ سے ملاقات کے عرصے میں پہلی با اسے یقین ہوا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔یہ بات بھی سمجھ میں آتی تھی کہ کہیں ہیپ پچھلے دروازے سے نہ نکل جائے۔

مورس گرفتھ کو لے کر باہر نکلا۔باہر نکلتے ہی اس نے گرفتھ کے ہتھکڑی لگا دی۔پھر اس نے ریوالور ہولسٹر سے نکال کر کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔"تم نے ذرا ہوشیاری دکھائی......اور میں نے گولی چلائی۔"اس نے دھمکی دی۔

انھوں نے سڑک پار کی۔گرفتھ آگے تھا۔دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی۔اندر بدستور خاموشی تھی۔"ہے"یہ میں ہوں وارن گرفتھ۔مجھے اندر آنے دو ایڈی! مجھے معلوم ہے کہ تم موجود ہو۔"اس نے پکارا۔

"ایڈی؟"مورس الجھ گیا۔اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ایک دبلا پتلا طویل القامت آدمی...... وہ کھڑا انھیں گھورتا رہا۔"گرفتھ......تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"بالآخر اس نے پوچھا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔اندر آنے دو مجھے۔بات بہت اہم ہے......میرے لیے بھی اور تمھارے لیے بھی۔"گرفتھ نے کہا۔

مورس نروس ہونے لگا تھا۔وہ ایک قدم پیچھے ہٹا۔گرفتھ نے پلٹ کر اسے دیکھا او التجائیہ لہجے میں بولا"مت جاؤ پلیز......یہ شخص ہیپ کے بارے میں جانتا ہے۔سب ٹھیک ہے۔سب پتا چل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔اندر آ جاؤ۔"دروازے پر کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔

گرفتھ تیزی سے کھلے دروازے میں لپکا۔مورس کے پاس تین ہی صورتیں تھیں۔اسے شوٹ کرے،اسے چھوڑ دے یا اس کے پیچھے پیچھے چل دے۔اس نے کوٹ کی

یب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کا دستہ تھاما اور اندر داخل ہو گیا۔اس کے ساتھ ہی بیک وقت کئی اتیں رونما ہوئیں۔گرفتھ اور وہ دوسرا شخص ایڈی ایک دوسرے پر برسنے لگے۔اس طرح کہ ن کا کہا ہوا ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔مورس کو اس کمرے میں ایڈی کے علاوہ تین ور افراد نظر آئے۔اس نے دیکھا کہ کمرے کی چاروں دیواروں پر امریکا کے نقشے آویزاں تھے اور ان پر سرخ نشان بھی تھے۔فرش پر دو سوٹ کیس تھے،جن کے ڈھکنے کھلے ہوئے تھے۔دونوں سوٹ کیسوں سے نوٹ جھانک رہے تھے۔پھر اس نے دروازہ بند ہونے کی واز سنی۔پلٹ کر دیکھا تو ریوالور کی سرد نال اس کی گدی سے چپک گئی۔"اپنی جیبیں خالی کردو۔"ریوالور بردار نے حکم دیا۔مورس نے تعمیل کی۔ریوالور بردار نے ہاتھ بڑھا کر اس کا یوالور اٹھا لیا۔گرفتھ اور ایڈی بدستور ایک دوسرے پر برس رہے تھے۔سیاہ فام شخص نے گے بڑھ کر ایڈی کو ایک طرف دھکیلا اور چیخ کر سب کو خاموش رہنے کا حکم دیا۔خاموشی دتے ہی وہ ایڈی کی طرف متوجہ ہوا۔"اب بتاؤ......یہ سب کیا ہے؟"اس کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

ایڈی نے گرفتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا......"یہ وارن گرفتھ ہے۔میرا سوتیلا ائی۔ہماری ماں ایک تھی۔دوسرے کو میں نہیں جانتا اور مجھ سے حلف اٹھوا لو،مجھے نہیں علوم کہ یہ یہاں کیسے پہنچے۔"

"میں بتاتا ہوں۔"گرفتھ نے جلدی سے کہا۔اب وہ کونان سے مخاطب تھا۔"مجھے علوم تھا کہ تم کوئی لمبا ہاتھ مارنے والے ہو۔ایڈی نے مجھے اتنا ہی بتایا تھا۔اس نے نہ مجھے ھارے متعلق کچھ بتایا،نہ ہی واردات کے متعلق۔اس نے مجھے اس لیے بتایا کہ میں مانت پر آزاد ہوا تھا اور کیس چل رہا تھا۔اس نے کہا کہ اگر میں واردات تک کسی طرح لیس سے بچ جاؤں تو واردات کے بعد یہ مجھے تگڑی رقم دے گا تاکہ میں فرار ہو سکوں۔"

کونان ایڈی کی طرف گھوما۔"تم خبیث......مردود،میں نے کتنا محتاط منصوبہ بنایا اور تم س کے متعلق ڈینگیں مارتے پھرے اور وہ بھی ایک مجرم کے سامنے،جس پر مقدمہ چل رہا

تھا۔“ اس کی آواز غصے سے لرز رہی تھی۔

”کونان..... میری بات تو سنو۔“ ایڈی نے التجا کی۔ ”یہ میرا بھائی ہے..... گھر کا فرد۔ اس نے کئی بار آڑے وقتوں میں میری مدد کی ہے۔ میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں اور میں نے اسے کچھ بھی نہیں بتایا۔ خدا گواہ ہے، نہ میں نے تم میں سے کسی کا تذکرہ کیا اور نہ ہی واردات کی نوعیت کے متعلق زبان کھولی۔ میں نے اس مکان کے متعلق بھی نہیں بتایا تھا۔ خدا جانے..... یہ یہاں کیسے پہنچ گیا۔“

”ایڈی سچ بول رہا ہے۔“ گرفتھ نے شدت سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”وہ تو اتفاق سے میں نے اس کی بے خبری میں اس کا تعاقب کیا۔ یوں مجھے اس مکان کے متعلق معلوم ہوا۔ اس کا کوئی قصور نہیں۔ اگر میرا اور ایڈی کا سوچا ہوا پورا ہو جاتا تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ میں کبھی یہاں نہ آتا۔ لیکن یہ شخص.....“ اس نے موریس کی طرف اشارہ کیا۔ ”..... پرائیویٹ سراغ رساں ہے۔ اس نے مجھے پکڑ لیا۔ اس بار مجھے لمبی سزا ہوتی۔ مجھے ایڈی تک پہنچنے کی کوئی ترکیب.....“

”ہاں..... میں جاننا چاہوں گا کہ تم نے پولیس سے کس طرح سودے بازی کی۔“ کونان نے سرد لہجے میں کہا۔

گرفتھ کی پیشانی کی نس پھڑکنے لگی۔ ”تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں نے انھیں ایک فرضی کہانی سنائی۔ ایک فرضی شخص کے حوالے سے بتایا کہ شہر میں عنقریب ایک بڑی واردات ہونے والی ہے۔ میں نے اس شخص کا فرضی نام ہیپ بتایا۔ میوزیم کی واردات کے بعد انھیں یقین ہو گیا کہ میں سچ کہہ رہا تھا۔ انھوں نے مجھے اس سراغ رساں کے سپرد کیا تاکہ میں ہیپ کو ڈھونڈ نکالوں۔ اس طرح میں یہاں پہنچا ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایڈی یہاں آئے گا۔ پھر میں نے تمھیں اور ایڈی کو سوٹ کیس اٹھائے ٹیکسی سے اترتے دیکھا۔ تمھارے مکان میں داخل ہونے کے بعد میں اسے یہاں لے آیا۔“ اس نے موریس کی طرف اشارہ کیا۔ ”اس کے سوا میں کیا کر سکتا تھا۔“ اس نے بے بسی سے کہا۔

”تمھارا مطلب ہے، تم پولیس کو یہاں لے آئے؟“ کونان نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں..... نہیں، یہ اکیلا ہے..... اور یہ پولیس والا نہیں، پرائیویٹ سراغ رساں ہے، تم اسے سنبھال سکتے ہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

ڈی اینجلو جو اب تک موریس پر ریوالور تانے کھڑا تھا، آگے بڑھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ گزشتہ پانچ روز سے وہ اعصابی کشیدگی میں مبتلا تھا۔ گریگ اور بیگر کو سنبھالے رکھنے کی ذمے داری معمولی نہیں تھی۔ پھر اسے کونان کو بھی اپنے تینوں دوستوں سے بچانے کی فکر تھی اور اب یہ احمقانہ مگر خطرناک مصیبت۔ وہ کب سے خود کو سنبھالے ہوئے تھا..... لیکن اب اس کے اعصاب پوری طرح جواب دے گئے۔ اس نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔ ”ہاں، میں اسے سنبھال لوں گا۔“ اس نے ریوالور کا رخ پہلے موریس اور پھر گرفتھ اور اس کے بعد ایڈی کی طرف کیا۔ ”اور اس کے بعد میں تم دونوں سے سمجھوں گا۔“ ریوالور کا رخ پھر موریس کی طرف ہوا۔ اس نے ٹرائیگر دبایا..... لیکن اس سے ایک سیکنڈ پہلے کونان اس پر چھلانگ لگا چکا تھا۔ گولی موریس کے سر کو تقریباً چھوتی ہوئی چھت میں جا گھسی۔ بند کمرے میں گولی چلنے کی آواز بے حد خوفناک اور زوردار ثابت ہوئی۔ کمرے میں موجود ہر شخص لرز کر رہ گیا۔

ڈی اینجلو نے خود کو کونان کی گرفت سے آزاد کرایا اور ایک قدم پیچھے ہٹا۔ دھماکا اسے ہوش میں لے آیا تھا۔ آنکھوں سے دیوانگی کا تاثر مٹ گیا تھا۔ کونان نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ ”لاؤ..... ریوالور مجھے دے دو۔ اسی لیے میں نے ریوالور رکھنے کو منع کیا تھا۔ یہ ہمیشہ آفت لاتے ہیں۔ لاؤ، مجھے دے دو ریوالور۔“

ڈی اینجلو نے نفی میں سر ہلایا۔ ”سوری کونان! بے فکر رہو۔ اب میں کوئی حماقت نہیں کروں گا۔“ اس نے ریوالور جیب میں رکھ لیا۔

کونان چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر کندھے جھٹکتے ہوئے ایڈی کی طرف متوجہ

ہوا۔ ''دیکھو...... فائر کی آواز پر باہر کیا ردعمل ہے۔''

ایڈی نے کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر کا جائزہ لیا۔ باہر اندھیرا تھا لیکن اسے کوئی غیر معمولی سرگرمی بھی نظر نہیں آئی۔ ''سب ٹھیک ٹھاک ہے۔'' اس نے اعلان کیا۔

اب وہ سب متوقع نظروں سے کونان کو دیکھ رہے تھے۔ کونان نے مورس کو بغور دیکھا، جو خاموش کھڑا تھا...... ساکت۔ اس نے موت کو اپنے بہت قریب سے گزرتے دیکھا تھا۔ دوسری طرف اب ہر بات واضح ہوگئی تھی۔ اسے پتا چل گیا تھا کہ ہیپ، گرفتھ کا تخلیق کردہ کردار تھا، جسے اس نے حقیقت کو چھپانے کے لیے گھڑا تھا۔ وہ دانستہ اسے یہاں لایا تھا...... تاکہ مجرم اسے ہلاک کردیں اور گرفتھ خود ایڈی کی فراہم کردہ دولت کی مدد سے ملک سے باہر نکل جائے۔ اب ہر بات واضح ہوچکی تھی۔

''سوال یہ ہے......'' کونان نے مورس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''...... کہ تمھارا کیا ہوگا؟''

ایڈی کا خیال غلط تھا کہ سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ مکان سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی کار میں بیٹھے دونوں افراد نے فائر کی آواز سنی تھی۔ سارجنٹ مرے اور سارجنٹ ٹونی کا تعلق سولھویں پولیس اسٹیشن کے انٹیلی جنس یونٹ سے تھا۔ انسپکٹر میکس نے انھیں مورس اور گرفتھ کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ انھوں نے مورس اور گرفتھ کو بار کے سامنے والے مکان کی طرف بڑھتے دیکھا تو چوکنے ہوگئے۔ ان کے مکان میں داخلے کے فوراً بعد انھوں نے سولھویں پولیس اسٹیشن رپورٹ کی۔ وہاں سے ہیڈ کوارٹرز ڈسپیچر نے انسپکٹر کو بیپر پر سگنل دیے لیکن انسپکٹر کی طرف سے اب تک کال نہیں کیا گیا تھا۔ ڈسپیچر نے ان کی کال کیپٹن بین کو ریفر کردی جو انٹیلی جنس یونٹ کا چیف تھا۔ سارجنٹ مرے، نے فائر کے فوراً بعد کیپٹن بین سے رابطہ قائم کر کے اسے فائر کے متعلق بتایا۔

''میرا خیال ہے، پورا گینگ اندر موجود ہے۔'' بین نے سنسنی آمیز لہجے میں کہا۔ ''انسپکٹر میکس سے رابطہ نہیں مل رہا ہے۔ تم میری ہدایات غور سے سنو۔ تم مکان پر نظر

ھو۔ میں اسٹیٹ پولیس اور لوکل پولیس سے بات کرتا ہوں۔ ہم انھیں نکلنے کا کوئی موقع ہیں دیں گے۔ مدد پہنچتے ہی مکان کو گھیر لو اور ان لوگوں کو گرفتار کرلو۔''

''بہتر جناب۔'' رابطہ منقطع ہونے کے بعد وہ اپنے ساتھی ٹونی سے بولا۔ ''چلو...... اب ہمیں یقیناً پروموشن ملے گا۔ پھر بھی یہ بہتر ہوتا کہ اس معاملے کو بین کے جائے انسپکٹر میکس نمٹاتا۔''

کچھ دیر بعد...... لیکن ان کی توقع سے پہلے ہر طرف سے کاریں نمودار ہونے لگیں۔ پہلے عام کاریں آئیں۔ پھر اسٹیٹ پولیس کی کاریں اور اس کے بعد کاؤنٹی یرف اور اس کے ڈپٹیوں کی کاریں۔ وہ سب پوری طرح مسلح تھے۔ شارٹ گنیں، ائفلیں، ریوالور، پستول۔ دیکھتے ہی دیکھتے تاریکی میں لپٹی ہوئی سڑک تاریک سایوں سے آباد ہوگئی۔

مکان کے اندر...... بالآخر مورس کو اپنی کھوئی ہوئی زبان مل ہی گئی۔ اس نے محتاط لہجے ں کونان سے کہا۔ ''ہمیں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے بات کرلینی چاہیے۔''

''بات کیا کرنی ہے۔'' گرفتھ نے مضطربانہ کہا۔ اس نے کونان اور اس کے ساتھیوں کو یکھا۔ ''آپ لوگ جانتے ہیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ آپ......''

''شٹ اپ۔'' کونان نے اسے ڈپٹا۔ ''تم اپنی زبان بند رکھو۔'' پھر وہ مورس کی طرف ڑا۔ ''ہاں مسٹر پرائیویٹ سراغ رساں...... اب بتاؤ، بات کیا کرنی ہے۔''

مورس ایک لمحے کو ہچکچایا۔ اسے یقین تھا کہ اس نے صورت حال کو بالکل درست طور پر مجھا ہے۔ سیاہ فام کونان یقیناً سرغنہ تھا۔ گروہ کا دماغ۔ کونان اور اس کے کم ازکم دو اتھیوں کے درمیان کشیدگی تھی...... لیکن صورت حال پھر بھی کونان کے قابو میں تھی۔ مورس نے جوا کھیلنے کا فیصلہ کرلیا۔

''واردات کی تفتیش کے متعلق چند حقائق ایسے ہیں، جن سے تم ناواقف ہو۔'' اس نے کہا۔ ''اور یقین کرو...... میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔''

"کہتے رہو۔" کونان کی آواز میں بلا کا ٹھہراؤ تھا۔

"پولیس نے تمہاری چرائی ہوئی پینٹنگز برآمد کر لی ہیں۔"

کمرے میں موجود تمام افراد بیک وقت بولنے لگے۔ کونان نے دونوں ہاتھ بلن کرتے ہوئے کہا۔ "بس...... شور مچانے کی ضرورت نہیں...... خاموش۔"

"پولیس نے ساؤتھ ونگ کی کھوکھلی دیوار سے پینٹنگز برآمد کیں۔ وہ تمھارے د آدمیوں کو بھی شناخت کر چکے ہیں...... ڈی اینجلو اور ہیگر۔"

ڈی اینجلو اور ہیگر بری طرح اچھلے......

"پولیس نے ڈی اینجلو اور ہیگر کا حلیہ اور ان کی گرفتاری کا حکم ملک بھر میں جاری کر ہے۔" مورس نے مزید کہا۔ "میرا خیال ہے، یہ دونوں نہیں بچ سکتے اور ان کی گرفتاری کے ساتھ ہی تم سب بھی......"

کونان کے حلق سے ایسی آواز نکلی، جیسے غبارے میں سے ہوا نکلنے سے برآمد ہو ہے۔ وہ بار بار نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"ممکن ہے، یہ جھوٹ بول رہا ہو۔" ہیگر نے کہا۔

کونان نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ "نہیں...... یہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔"

"کہو تو میں آگے چلوں؟" مورس نے پوچھا۔

"صورت حال بدتر بھی ہو سکتی تھی۔" مورس نے کہا۔ "اب تک تمھارے ہاتھ خو سے نہیں رنگے ہیں۔ پینٹنگز محفوظ ہیں۔ رقم تمھارے پاس موجود ہے۔" اس نے سو کیس کی طرف اشارہ کیا۔ "یہی تمھاری کامیابی ہے۔"

کونان نے ہتھیلی سے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔ "تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ نے اس کامیابی کے لیے کتنی محنت کی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" مورس نے کہا۔

کونان نے مورس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ کام

برقرار رکھنے کے لیے ہمیں تم کو قتل کرنا پڑے گا...... لیکن میں اس کے حق میں نہیں......"

اسی وقت باہر سے کسی نے دروازہ پیٹ ڈالا۔ پھر کسی نے سخت لہجے میں کہا۔ "دروازہ کھولو۔ ہم نے اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ دروازہ کھولو۔"

ہیگر بری طرح چیخنے لگا۔ اس نے پستول نکالا اور اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا۔ فائرنگ شروع کر دی اور پستول دروازے پر خالی کر دیا۔ مورس جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ اب پولیس کو فائرنگ سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ وہ فرش پر گرا اور سوٹ کیسوں کی طرف رینگنے لگا۔ اسے پناہ درکار تھی۔ کمرے میں موجود دوسرے لوگ بے مقصد ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ کونان سامنے والی کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اس نے کھڑکی اوپر کی اور چلایا۔ "گولی مت چلانا۔ ہم ہتھیار ڈال......"

مورس نے چیخ کر اسے جھکنے کی ہدایت کی لیکن کونان نے اس کی آواز نہیں سنی۔ مورس کی آواز فائرنگ کی آواز میں دب گئی۔ ان گنت گولیاں مکان کی دیواروں، دروازوں اور کھڑکیوں میں پیوست ہو گئیں۔ مورس نے ایک لمحے کونان کو کھڑکی کے پاس کھڑے دیکھا۔ کمرے کی طرف اس کی پشت تھی۔ دوسرے لمحے اس نے کھڑکی کا شیشہ ٹوٹتے دیکھا۔ کونان پلٹا۔ اس کا چہرہ خونا خون ہو رہا تھا۔ اس کی گردن سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ قمیص خون میں تر ہو گئی تھی۔ سینہ اور پیٹ بھی چھلنی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اندھوں کی طرح ہاتھ آگے بڑھا کر کچھ ٹٹولنے کی کوشش کی۔ وہ لڑکھڑایا اور کرسی سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اب کمرے میں گولیوں کی برسات ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جہنم کے دروازے کھل گئے ہیں۔ چیخیں اور کراہیں گونج رہی تھیں۔ فضا میں خوف، موت اور بارود کی بو رچی ہوئی تھی۔ گرفتھ گھبرا کر عقبی دروازے کی طرف بھاگا تھا...... اور اب لاش کی صورت بکھرا پڑا تھا۔ اس کی لاش کھانے کے کمرے اور کچن کے درمیانی راستے میں پڑی تھی۔ ایڈی کے بازو میں گولی لگی تھی۔ ڈی اینجلو کا بایاں ہاتھ زخمی تھا۔ ہیگر پیٹ اور گریگ ٹانگ پکڑے بیٹھا

تھا۔مورس نے سوٹ کیسوں کی آڑ میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن پہلے دائیں
کندھے اور پھر دائیں ران میں انگارے گھسنے کا احساس ہوا۔اس نے بائیں ہاتھ سے پہلے
اپنے کندھے اور پھر ران کو چھوا، دونوں زخموں سے خون جاری تھا۔وہ سوچنے لگا کہ کیا و
مرنے والا ہے۔

پھر فائرنگ رک گئی......اور دروازہ توڑ ڈالا گیا۔کمرا سپاہیوں سے بھر گیا۔وہ شا
گنیں......اور رائفلیں لہرا رہے تھے۔پھر کسی نے چیخ کر کر کہا۔''ایمبولینس گاڑیاں طلب
کرو......کم ازکم پانچ گاڑیاں۔''

کیتھی نیند میں ڈوبے میکس کو بڑی محبت سے دیکھے جارہی تھی۔کتنے دن کے بعد
اتنے سکون کے ساتھ سویا تھا اور بہت اچھا لگ رہا تھا۔بچوں کی طرح معصوم۔گزش
شام وہ پورے کپڑوں ہی میں بستر پر ڈھیر ہو گیا تھا۔کیتھی نے خاصی دشواری سے اس
کوٹ اتارا اور الماری میں لٹکا دیا تھا۔پھر اس نے اس کے جوتے اتارے تھے ا
اسے بستر پر سیدھا لٹا دیا تھا۔

کیتھی نے اس کی پیشانی چوم لی۔وہ کسمسایا۔''کیا بات ہے۔کیوں پریشان کررہ
ہو؟''میکس نے نیند میں ڈوبی آواز میں کہا۔

''مجھے تم سے محبت ہے۔''کیتھی نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔

''ہاں......تمھیں دیوانگی اور بے اعتدالی سے محبت ہے۔''

''صرف اس لیے کہ یہ صفات تمھاری ہیں......میرے شوہر انسپکٹر میکس کا فمین کی۔''

اچانک انسپکٹر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔''اے......میرا کوٹ کہاں ہے؟''اس
پوچھا۔اس کی نیند پوری طرح غائب ہو گئی۔

''الماری میں۔''کیتھی نے جواب دیا۔

انسپکٹر اٹھا اور اس نے الماری کھول کر کوٹ نکالا۔کئی دنوں کی عادت کے مطابق ا
نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔لیکن اس سے پہلے ہی وہ بیپر کی تیز آواز سن چکا تھا۔

جلدی سے فون کی طرف لپکا اور ہیڈ کوارٹرز کو کال کیا۔

''خدا کی پناہ انسپکٹر۔''ڈسپیچر نے ہیجانی لہجے میں کہا۔''میں ایک گھنٹے سے آپ سے
رابطے کی کوشش کررہا ہوں۔برونکس میں بڑی خوں ریزی ہوئی ہے۔کم ازکم دو آدمی مرے
ہیں۔میوزیم ڈکیتی کے تمام ملزم گرفتار کرلیے گئے۔ابھی تک وہ سب برونکس ہی میں ہیں۔''

''شاید میرا بیپر خراب ہو گیا ہے۔''انسپکٹر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔''میرے
لیے ہیلی کاپٹر تیار رکھو......اور ہیلی پیڈ تک پہنچنے کے لیے اسکواڈ کار بھیجو۔''وہ ریسیور کریڈل
پر رکھ کر پلٹا۔کیتھی کھڑی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔اس کے چہرے پر پریشانی کا تاثر تھا۔

''مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی۔''کیتھی نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''ارے نہیں۔''انسپکٹر نے کہا۔لیکن اس کا سر گھوم رہا تھا۔ہوا کیا ہے؟ فائرنگ
کے احکامات کس نے دیے؟ یہ سوال اس کے ذہن میں چکرا رہے تھے۔پھر اسے کمشنر کا
خیال آیا، جو اس غیر ذمے داری کی بنا پر اسے لٹکا سکتا تھا۔انسپکٹر نے فیصلہ کرلیا کہ اسے
پہلی فرصت میں بیپر کو خراب کرنا ہے۔اس نے جلدی سے کوٹ پہنا......اور پھر جوتے
پہننے لگا......

پانچ منٹ بعد وہ برونکس کے اس مکان میں موجود تھا۔مکان میں پولیس
والوں۔ڈاکٹروں اور نرسوں کا ہجوم تھا۔باہر کئی ایمبولینس گاڑیاں موجود تھیں۔سارجنٹ
مرے اور ٹونی نے اسے پوری تفصیل بتائی۔انسپکٹر نے ان سے صرف دو سوال کیے۔مکان کا
محاصرہ کرنے کا حکم کس نے دیا؟ پہلا فائر کس طرف سے ہوا؟ جواب یہ تھے۔محاصرے کے
احکامات کیپٹن بین نے دیے تھے......اور پہلا فائر مجرموں کی طرف سے ہوا تھا۔انسپکٹر
کو بتایا گیا کہ مجرموں کا سرغنہ ایک سیاہ فام شخص ہے، جس کا نام کونان ہے۔انسپکٹر نے جا کر
کونان کو دیکھا۔وہ بے ہوش تھا۔اٹینڈنٹ اسے اسٹریچر پر منتقل کررہے تھے۔اس کے بعد
انسپکٹر دیواروں پر لگے ہوئے نقشے دیکھتا رہا۔تمام نقشوں پر پولیس فائرنگ کے نشان
تھے۔انسپکٹر دوسرے کمرے میں دیوار سے ٹیک کر بیٹھے ہوئے مورس کے پاس پہنچا۔پولیس

سرجن اس کے زخموں کا معائنہ کر رہا تھا۔ موریس نے انسپکٹر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کی آنکھوں میں دھند اتر رہی تھی۔

''انسپکٹر...... کونان کی مدد کرو۔'' اس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''وہ سیاہ فام...... اس کا نام کونان ہے۔ ڈکیتی کا منصوبہ اس نے بنایا تھا۔ اسی نے میری زندگی بچائی ہے، وہ پولیس کے سامنے ہتھیار ڈال رہا تھا۔ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر رہا تھا لیکن پولیس فائرنگ نے اسے مہلت ہی نہیں دی......''

''فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' انسپکٹر نے اسے تسلی دی اور ڈاکٹر کو دیکھا۔

ڈاکٹر نے سر ہلایا۔ ''شاک ہے...... ہلکا شاک لیکن یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے یقین دلایا۔

رقم دوبارہ سوٹ کیسوں میں پیک کر دی گئی۔ ہیڈ کوارٹرز کے ذریعے نیشنل ڈیپازٹ بینک سے رابطہ کر کے رقم کو بینک کی تحویل میں دینے کے انتظامات کیے گئے۔ اس کے بعد انسپکٹر بیل دیو ہاسپٹل پہنچا۔ موریس اور کونان کو ایک ہی کمرے میں رکھا گیا تھا۔ انسپکٹر دروازے سے دیکھتا رہا۔ ایک ڈاکٹر موریس کے زخموں کی ڈریسنگ کر رہا تھا جبکہ کونان کے پاس چھ سات ڈاکٹروں کا اجتماع تھا۔ کونان کا جسم ساکت تھا...... اور اس میں نلکیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان نلکیوں کے ذریعے اسے گلوکوز اور پلازما دیا جا رہا تھا۔ ایک ڈاکٹر کمرے سے نکلا۔ انسپکٹر نے اس سے صورت حال دریافت کی۔

''یہ موریس تو ٹھیک ٹھاک ہے۔ خوش قسمت تھا۔'' ڈاکٹر نے بتایا۔ ''گولیوں سے صرف گوشت کو نقصان پہنچا ہے۔ کل اسے گھر بھیج دیا جائے گا البتہ یہ دوسرا شخص کونان...... میرے خیال میں اس کا بچنا مشکل ہے۔''

''میں موریس سے بات کر سکتا ہوں؟'' انسپکٹر نے پوچھا ''کچھ انتظار کر لیں۔''

انسپکٹر دوسرے کمرے چلا آیا، جہاں ڈی اے اپنے معاونین کے ساتھ ڈی اینجلو، ہیگر، ایڈی اور گریگ کے بیانات لے رہا تھا۔

موریس نے انسپکٹر میکس کو دروازے میں کھڑا دیکھ لیا...... لیکن دانستہ نظر انداز کر دیا۔ وہ کونان کے بارے میں فکر مند تھا۔ ڈاکٹروں کے ہجوم اور ان کے تاثرات سے اسے اندازہ ہو گیا کہ کونان کی حالت تشویش ناک ہے۔ اس کی پرشور سانسوں کی آواز اسے اور پریشان کر رہی تھی۔ وہ آواز بتاتی تھی کہ وہ زندگی کے ہاتھوں سے چھوٹتی ڈور کو تھامے رکھنے کے لیے شدید جدوجہد کر رہا ہے۔ اگلے چند گھنٹوں میں وہ آواز مہیب تر ہوتی گئی۔ اب موریس بھی اس آواز کے ساتھ اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا، جیسے وہ اب صرف کونان کے لیے سانس لے رہا ہو۔

پھر نہ جانے کب موریس ہر احساس سے عاری ہو گیا۔ وہ مسکن دوائیں کامیاب ہو گئیں، جن سے وہ کئی گھنٹوں سے لڑ رہا تھا۔ جانے کتنی دیر بعد اس کی آنکھ کھلی کمرا ڈاکٹروں اور نرسوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ بستر پر اٹھ بیٹھا، لیکن کچھ دیکھنے سے قاصر رہا۔ اس کے اور کونان کے بیڈ کے درمیان ایک پردے دار اسکرین لا کر کھڑی کر دی گئی تھی۔ اس اسکرین کے عقب سے کونان کی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن نہیں، وہ تو چیخیں معلوم ہو رہی تھیں۔ شاید پھسلتی ہوئی ڈوری تھامنے کی جدوجہد آخری مراحل میں داخل ہو گئی تھی۔ کونان کی سانسیں دردناک چیخوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ پھر اچانک سناٹا چھا گیا۔ شاید ڈوری پھسل گئی تھی۔

موریس بستر سے اتر کر اس طرف جانا چاہتا تھا...... کونان کو دیکھنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی ڈاکٹروں کا ہجوم چھٹ گیا۔ اسکرین ہٹا لی گئی۔ آواز سے پتا چلتا تھا کہ اسکرین کے ساتھ ہی کونان کا بیڈ بھی ہٹا لیا گیا ہے۔ وہ دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ ڈاکٹروں کے جاتے ہی انسپکٹر میکس نمودار ہوا۔ اس بار وہ اس کے پاس چلا آیا۔

''وہ مر گیا نا؟ کونان مر گیا؟'' موریس نے انسپکٹر سے پوچھا۔ انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''مجھے افسوس ہے موریس۔''

''سوری؟ افسوس؟ مائی گاڈ، انسپکٹر! وہ نہیں مر سکتا تھا۔ آخر برونکس میں وہ سب کچھ

کیوں ہوا؟ تم کہاں تھے۔ فائر کھولنے کا حکم کس نے دیا؟ کسی کو یہ پروا نہیں تھی کہ میں اندر موجود ہوں...... اور مجھے تم نے وہاں بھیجا تھا۔ میں تمھارے ساتھ تعاون کر رہا تھا! اور تم نے مجھے اس کا یہ صلہ دیا کہ مجھ پر گولیاں چلوائیں۔ دو آدمی مر گئے اور تم کہہ رہے ہو کہ تمھیں افسوس ہے۔ یہ میرے لیے ناقابلِ قبول ہے۔''

انسپکٹر کا چہرہ تمتما اٹھا لیکن اس کی آواز اس کے قابو میں رہی۔ ''جو کچھ ہوا، اس پر تمھاری برہمی بجا ہے...... لیکن تم اسے استعمال کر چکے...... اس کا اظہار کر کے چنانچہ مزید اظہار کی ضرورت نہیں۔ تمھیں میرے آدمیوں کے آپریشن کا انداز پسند نہیں آیا...... تمھاری مرضی۔ ممکن ہے، مجھے بھی پسند نہ آیا ہو لیکن وہ اپنا فرض پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے، جس کی انھیں تنخواہ ملتی ہے۔ ہمارا کام پینٹنگز اور تاوان کی رقم برآمد کرنا تھا...... وہ ہم نے کرلیا۔ تم نے بھی ہماری مدد کی۔ دشواری یہ ہے کہ ہمیں اپنی کارکردگی پر کبھی داد نہیں ملتی...... شکرگزاری نہیں ملتی۔ ہم نے رقم برآمد کرلی لیکن تم اور تم جیسے بہت سے لوگ ناخوش ہیں۔ ہم پر فائرنگ کی گئی تو جواباً ہم نے بھی فائرنگ کر دی۔ تم میرے کام پر...... کارکردگی پر تنقید کرنا چاہتے ہو تو اس کا حق تمھیں صرف ایک صورت میں مل سکتا ہے۔ پولیس میں واپس آجاؤ...... اور میرے آفیسر بن جاؤ۔'' انسپکٹر نے سر جھکا اور لہجہ نرم کرتے ہوئے بولا...... 'سوچا' موریس! ہم پھر بات کریں گے...... ممکن ہے، کل۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

زینوں سے اترتے ہوئے انسپکٹر سوچتا رہا۔ کیس ختم ہو چکا تھا۔ چار آدمیوں کو سزا ہوجائے گی۔ پانچواں کونان قبرستان کا رخ کرے گا۔ اسے حیرت تھی خود پر۔ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے وہ اس کا دفاع کر رہا تھا لیکن کیوں؟ اس لیے کہ وہ اپنے پیشے کے ساتھ مخلص تھا۔ وہ دوسروں کو بھی انسان سمجھتا تھا...... خطاؤں سے عبارت! اور خود بھی انسان تھا۔ اس سے کوتاہی سرزد ہوئی تھی لیکن اسے سامنے لانے کا مطلب یہ تھا کہ محکمہ اس کی خدمات سے محروم ہوجائے گا۔ اس کی غلطی اتنی بڑی نہیں تھی...... اور پھر سزا صرف اس کو ملتی

تو اور بات تھی۔ نقصان تو محکمے کا بھی تھا۔ ایک اہل، دیانت دار، مخلص اور تربیت یافتہ پولیس افسر کا نقصان ایک مہذب معاشرے میں بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ وہ مطمئن ہوگیا کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں ہے۔

پھر اس کے خیالات کی رو کیپٹن بین کی طرف مڑ گئی، جس نے وحشیانہ فائرنگ کا آرڈر دیا تھا۔ اس کا تبادلہ بہت ضروری تھا۔ لیکن اس کے لیے اسے انتظار کرنا پڑے گا۔ خون میں نہائی ہوئی کامیابی کو سراہنے والوں کے ہجوم میں اسے محتاط ہو کر قدم اٹھانا تھا۔ وہ انصاف برائے اصلاح کا قائل تھا...... لیکن اور لوگ تو نہیں تھے۔ انھیں تو صرف کیس حل کرنے سے غرض تھی۔

اگلی صبح انسپکٹر اپنے دفتر میں بے حد مطمئن بیٹھا تھا۔ اخبارات نے اس کی کارکردگی کو سراہا تھا۔ میئر اور کمشنر نے ذاتی طور پر اسے مبارک باد دی تھی۔ کسی نے غیر ضروری اور وحشیانہ فائرنگ پر تنقید نہیں کی تھی۔ یوں اس کا فیصلہ درست ثابت ہوا تھا لیکن انسپکٹر کے ضمیر پر بوجھ تھا...... موریس کے زخموں کا بوجھ۔ اس نے اسے استعمال کیا تھا۔ پولیس کو فائرنگ سے صرف اس بنیاد پر گریز کرنا چاہیے تھا کہ اندر موریس موجود ہے، جو ان کا تنخواہ دار ملازم نہیں بلکہ صرف قانون کے نام پر ان سے تعاون کر رہا ہے۔ اس نے ہاسپٹل فون کیا۔ بتایا گیا کہ آج شام موریس کو ڈسچارج کر دیا جائے گا۔

انسپکٹر میکس سوا دو بجے ہاسپٹل پہنچا۔ موریس لباس تبدیل کر چکا تھا اور بیڈ کی پٹی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ''انسپکٹر...... میرے خیال میں ہمارا تعلق کل ختم ہوگیا تھا۔'' موریس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''مجھے جو کہنا تھا، میں کہہ چکا...... اور تم نے بھی سب کچھ کہہ دیا۔''

''اس کے باوجود مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ میرے ساتھ چلو تم جہاں کہو گے، میں تمھیں ڈراپ کر دوں گا۔''

موریس ہچکچایا...... لیکن کچھ دیر سوچنے کے بعد رضامند ہوگیا۔

''سگار لو۔'' انسپکٹر نے کار میں بیٹھتے ہی موریس کو پیشکش کی۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ

کردی۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ مورس سگار کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔

''مورس...... میں تمھیں گرفتھ کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ تمھارے لیے مایوس کن ثابت ہوگا۔'' بالآخر انسپکٹر نے کہا۔

''کیا بات ہے؟''

''معاملہ ابتدا ہی سے گڑبڑ تھا۔ میں تمھیں صاف صاف بتادوں۔ گرفتھ جس جرم کے سلسلے میں گرفتار ہوا، اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ تمھیں یاد ہوگا کہ اس واردات میں دو افراد ملوث تھے اور ان میں سے ایک پکڑا گیا تھا۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس واردات میں گرفتھ اس کے ساتھ تھا لیکن اس نے جھوٹ بولا تھا۔ پرانی دشمنی کی بنا پر گرفتھ کو پھنسایا تھا۔ یہ بات اس طرح کھلی کہ واردات کا اصل شریک ایک اور واردات کے دوران رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ اس نے اعتراف کرلیا کہ اسٹور والی واردات میں بھی وہ شریک تھا......''

''ایک منٹ انسپکٹر! تمھیں یہ بات کب معلوم ہوئی؟''

''جس دن تم گرفتھ کو میرے پاس لائے تھے اور میں نے اس کے متعلق گفتگو کی تھی۔ جج نے مجھے بتایا تھا کہ گرفتھ کا وارنٹ گرفتاری منسوخ کیا جاچکا ہے۔''

''اور گرفتھ نے کسی کو یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ بے قصور ہے۔ اس نے یہ بات مجھے بھی نہیں بتائی۔''

''اس نے شروع میں بہت کوشش کی تھی یہ بتانے کی لیکن اس کے سابقہ ریکارڈ کے پیش نظر کون یقین کرتا۔ تنگ آکر اس نے کوشش ترک کردی۔''

مورس کو اچانک احساس ہوا کہ اس بات کی کیا اہمیت ہے۔ ''لعنت ہے۔ تم مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ میں تین ہزار ڈالر سے محروم ہوگیا ہوں، حالانکہ میں نے گرفتھ کو گرفتار کرلیا تھا۔'' وہ غرایا۔ انسپکٹر خاموش رہا۔ ''اور جس دوران میں اسے لیے لیے پھرتا رہا...... بلکہ موت کے قریب تک پہنچ گیا، تم جانتے تھے کہ مجھے کچھ نہیں ملے گا۔ میں جھک مار رہا تھا۔''

''ہاں، مجھے معلوم تھا۔'' انسپکٹر نے اعتراف کیا۔ ''لیکن گرفتھ ہمارا واحد کلیو تھا...... اور

ہمیں اس سلسلے میں تمھاری مدد درکار تھی۔''

''تمھیں تو میری مدد درکار تھی۔'' مورس نے بے حد خراب لہجے میں کہا۔ ''لیکن اس مدد کا صلہ مجھے کیا ملا۔ تم نے تو پولیس فائرنگ کے دوران میرے تحفظ کا خیال بھی نہیں رکھا۔ میں نے کل ہاسپٹل میں بھی تم سے کچھ سوالات کیے تھے۔ برونکس میں وہ سب کچھ کیوں ہوا؟ لوکل اور اسٹیٹ پولیس وہاں کیوں تھی؟ تمھارے آدمی کہاں تھے، جسے بے پناہ اختیارات دیے گئے تھے...... سہولتیں دی گئی تھیں...... بیپر دیا گیا تھا...... وہ تمھارے کوڈ نیم کیا ہوئے؟ مجھے ان سوالوں کے جواب چاہئیں۔''

انسپکٹر نے اپنا سگار بجھادیا۔ اسے غصہ آنے لگا۔ وہ معذرت کرنے کی کوشش کررہا تھا...... اپنے انداز میں۔ اور یہ شخص اس قدر غیر معقول ثابت ہورہا تھا۔ ''فضول باتیں مت کرو مورس۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''تمھیں صرف اپنی مشکلات کا احساس ہے۔ مصیبت میں میں بھی تھا۔ میں بتاتا ہوں کہ اس رات کیا ہوا۔ ہم نے سب کچھ ستیاناس کردیا۔ سمجھے؟ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ برونکس میں کیا ہورہا ہے۔ وجہ بھی بتاؤں اس کی۔ میں سو رہا تھا۔ میری بیوی نے میرا کوٹ اتار دیا تھا، جس کی جیب میں بیپر رکھا تھا۔ یوں وہ پیغام مجھ تک نہیں پہنچا...... اور جب پہنچا تو سب کچھ ختم ہوچکا تھا۔ تم واحد آدمی ہو، جس کے سامنے میں یہ اعتراف کررہا ہوں۔ اس لیے کہ میں تمھارا مجرم ہوں لیکن میں بھی انسان ہوں۔ نیند مجھے بھی آتی ہے...... غلطیاں مجھ سے بھی ہوتی ہیں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پولیس نے اس معاملے کو ٹھیک طور سے ہینڈل نہیں کیا۔ پہلا فائر مجرموں کی طرف سے ہونے کے باوجود انھیں تحمل سے کام لینا چاہیے تھا۔ وہ بہتر پوزیشن میں تھے لیکن فائرنگ کا حکم میں نے نہیں دیا۔ تمھارے اندر ہوتے ہوئے میں ایسا حکم دے بھی نہیں سکتا تھا۔ اب تک تمھارے سوا کسی نے پولیس کی کارکردگی پر تنقید نہیں کی۔ لیکن ایسا ہوا تو شامت صرف میری آئے گی۔ انچارج میں تھا۔ کیس حل ہوگیا لیکن درحقیقت تمغے کا حق دار کوئی بھی نہیں ہے۔''

کار ففتھ ایونیو پر پلازہ ہوٹل کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ موریس نے انسپکٹر کو کار روکنے کو کہا۔ کار رکتے ہی وہ اترنے لگا۔ ''ایک منٹ موریس۔'' انسپکٹر نے کہا۔ ''ایک بات اور بھی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے تمھیں استعمال کیا لیکن میں تمھارا بے حد شکرگزار ہوں۔''

''تمہاری شکرگزاری تین ہزار ڈالر کے برابر نہیں ہو سکتی۔''

''تین ہزار ڈالر میں تمھیں دے سکتا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے، تم قبول نہیں کرو گے۔ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تم پولیس کے محکمے میں واپس آ جاؤ۔ ہمیں تمھاری...... تم جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں معقول عہدہ ملے گا۔ سوچ لو...... اور اگر فیصلہ مثبت ہو تو میرے پاس چلے آنا۔ میں تمھارا منتظر رہوں گا۔''

''میں سوچوں گا۔'' موریس نے کہا۔ ''لفٹ کا شکریہ خدا حافظ۔''

انسپکٹر نے کار آگے بڑھادی۔ اس کے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے ایک بڑا کام اور کیا تھا۔ اس نے محکمۂ پولیس کو ایک مستعد اور دیانت دار پولیس افسر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ موریس چند روز میں اس کے پاس آئے گا اور پھر......

❁❁❁❁❁

آواز بہ دست

میرا خیال ہے، کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔'' ولیس نے کہا'' آؤ اندر بیٹھ کر بات
کرتے ہیں۔''
وہ دونوں کی رہنمائی کرتے ہوئے نشست گاہ میں پہنچ گیا اور انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے
ہوئے بولا'' کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ تم...... میری عدم موجودگی میں یہاں داخل ہوئے تھے؟''
''مسٹر ولیس، انجان بننے کی کوشش نہیں کرو۔'' ریٹو نے کہا۔'' ہم تمہارا کھیل اچھی
طرح سمجھ چکے ہیں۔ سب سے پہلے تو مجھے اپنی وہ گھڑیاں چاہئیں جو تم نے دھوکے سے
ہتھیالی تھیں۔'' اس نے ہاتھ پھیلایا۔
''وہ گھڑیاں تو......''
''گھڑیاں یا گھڑیوں کی قیمت پندرہ ہزار پاؤنڈ......'' ٹیری نے کہا اور ہیلمٹ سر
رکھنے کے بعد کوٹ کی جیب سے لنچ باکس نکال لیا۔ اس نے باکس بائیں ہاتھ میں پکڑا اور
دائیں ہاتھ سے ڈھکنا کھولنے کا پوز بنایا'' یہ سانپ کل سے بھوکے ہیں۔''
تب ولیس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ دونوں نے دستانے اور فل بوٹ کیوں پہن رکھے
تھے۔ ٹیری نے تو ہیلمٹ بھی پہن لیا تھا۔
''یہ...... کیا مذاق ہے؟'' ولیس پیچھے کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔
''ہم بالکل سنجیدہ ہیں۔ گھڑیاں یا پندرہ ہزار پاؤنڈ۔''
''او کے، او کے، میں گھڑیاں لاتا ہوں۔'' ولیس اٹھتے ہوئے بولا'' اس لنچ باکس
کھولنے کی غلطی نہ کرنا۔ اس میں خطرناک اور زہریلے سانپوں کا جوڑا بند ہے۔''
ٹیری نے باکس پیچھے کر لیا۔ ولیس اٹھ کر خواب گاہ کی طرف بڑھا تو دونوں اس کے
پیچھے چل پڑے۔ وہ اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔
ولیس نے مقفل الماری کھولی اور اندر سے ٹشو پیپر میں لپٹی ہوئی گھڑیاں نکال کر ان
تھمائیں، بولا'' یہ باکس مجھے دے دو اور یہاں سے جاؤ۔ آئندہ میں تمہاری شکل بھی نہ
دیکھنا چاہتا۔''

''مسٹر ولیس، ہم نیا اور پرانا حساب چکانے آئے ہیں۔'' انہوں نے کہا'' تھوڑی دیر
ایک پریس رپورٹر یہاں پہنچنے والی ہے۔ ہم اسے ایک فرض شناس ہیڈ ماسٹر کی کہانی سنانا
تے ہیں۔''
''پریس رپورٹر!'' ولیس کا رنگ سفید پڑ گیا۔ وہ ایک معزز ماہر تعلیم تھا اور معاشرے میں
ایک خاص مقام تھا۔ اگر یہ گھڑیوں والی بات پردیس میں چلی گئی تو وہ کسی کو منہ دکھانے
ابل نہیں رہے گا۔
''تمہیں گھڑیاں واپس مل چکی ہیں۔'' اس نے کہا'' اب اور کیا چاہئے؟''
''مجھے میرا ماضی واپس چاہئے۔'' ٹیری نے کہا'' تم نے چوری کے جھوٹے الزام میں
سکول سے خارج کر دیا، جس سے میرا سارا کیریئر تباہ ہو گیا۔ اب میں کوئی باعزت
ت نہیں کر سکتا۔''
سی لمحے اطلاعی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ تینوں ایک ساتھ دروازے پر پہنچے۔ ولیس نے
کھولا تو دیکھا کہ ایک نوجوان خاتون، جس نے ہلکے رنگ کی پتلون سفید شرٹ پہن
، دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے کندھے پر شولڈر بیگ اور دوسرے پر کیمرا
تھا۔ اس کا سیاہ شیشوں والا چشمہ ہیئر بینڈ کا کام دے رہا تھا۔
مسٹر ولیس؟'' اس نے سلام کے لئے ہاتھ بڑھایا۔
لس نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا'' کیا تم پریس رپورٹر ہو؟''
ریٹا مچل......'' خاتون نے اپنا تعارف کرایا'' کرائم رپورٹر آف ایکسپریس
تھوڑی دیر پہلے کسی شخص نے ہمارے دفتر فون کیا تھا اور کہا تھا کہ یہاں ایک سنسنی
جود ہے۔''
یں نے فون کیا تھا۔'' ٹیری نے کہا۔ اس نے لنچ باکس دوبارہ جیب میں رکھ لیا
ہیلمٹ اتار کر بغل میں دبایا ہوا تھا۔'' اندر آ جاؤ مس مچل۔''
تون شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔

''ایک منٹ، ایک منٹ۔'' ویلس نے کہا ''یہاں ایسی کوئی خبر نہیں ہے۔ ہمارے
درمیان ایک چھوٹا سا تنازع پیدا ہو گیا تھا، جو ہم آپس میں طے کر لیں گے۔'' وہ ٹیری کی
طرف مڑا ''او کے ٹیری، میں تمہاری شرطوں پر بات کرنے پر تیار ہوں۔''

''مس مچل، تم ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔'' رینو نے کہا ''مجھے معاملہ طے ہونے کی زیا
امید نہیں ہے۔''

خاتون نشست گاہ میں بیٹھ گئی اور تینوں خواب گاہ میں چلے گئے۔

''دس ہزار پاؤنڈ۔'' ٹیری نے کہا ''اگرچہ یہ میرے کیریئر کی تباہی کا معاوضہ نہیں۔
مگر میں اس رقم پر سمجھوتہ کر سکتا ہوں۔''

''یہ بہت زیادہ رقم ہے۔''

''سودے بازی کی گنجائش نہیں ہے۔''

تھوڑی سی بحث کے بعد ویلس نے دس ہزار پاؤنڈ کا چیک لکھ کر ٹیری کے حوالے کر دیا۔
ٹیری نے جیب سے لنچ باکس نکالا اور اسے کھول کر ویلس کی طرف اچھال دیا۔ ویلس
لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ جب اس نے خالی لنچ باکس ا
پیروں کے پاس گرتے دیکھا تو گہرا سانس لیا اور حیرانی سے ٹیری کی طرف دیکھنے لگا۔

''میرے سانپ کہاں ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''چڑیا گھر میں۔'' رینو نے جواب دیا۔

دونوں نے خاتون کو ساتھ لیا اور باہر نکل کر اس گاڑی میں جا بیٹھے جو کونے پر کھڑی تھی۔
ٹیری نے بہ نظر تحسین خاتون کی طرف دیکھا، پھر رینو سے بولا۔ ''تمہاری بیوی ا
کرائم رپورٹر لگ رہی ہے!''

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے مسلسل نمبر ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہر بار نمبر ملتے ہی ا
انگیج ٹون سنائی دیتی، فون مصروف تھا۔ وہ بہت پریشان تھی۔ پریشانی دور ہونے کی ایک
صورت تھی کہ فون پر بات ہو جاتی، لیکن وہاں تو مسلسل ''مصروف'' کی ٹون کے سوا

از نہیں تھی۔ تنگ آ کر اس نے آپریٹر کا نمبر ملایا۔

''یس پلیز'' دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''مرے ہل ۳۰۰۹۳ ملا دو'' اس نے کہا۔

''آپ اپنے انسٹرومنٹ پر یہ نمبر ڈائل کریں۔''

''میں تم سے اس لئے کہہ رہی ہوں کہ مجھ سے نمبر نہیں مل رہا ہے۔ آدھے گھنٹے سے
لسل انگیج مل رہا ہے، جبکہ یہ ناممکن ہے۔''

''ایک منٹ، میں نمبر ملا کر دیکھتی ہوں'' آپریٹر نے کہا۔ اب اسے اپنے انسٹرومنٹ پر
ڑکھڑاہٹ سی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، آپریٹر نمبر ملا رہی تھی۔

''یہ نمبر میرے شوہر کے دفتر کا ہے۔'' وہ بولی ''اسے گھنٹوں پہلے گھر پہنچ جانا
ہئے تھا۔ آفس اس کا چھ بجے بند ہو جاتا ہے۔ ایسے میں انگیج کی ٹون میرے لئے
یشان کن ہے۔''

''میں نمبر ملا رہی ہوں'' آپریٹر نے مشینی انداز میں کہا۔

ایک بار پھر انگیج ٹون سنائی دی۔ وہ جھنجلا کر ریسیور رکھنے ہی والی تھی کہ اچانک لائن پر
ب مردانہ آواز ابھری ''ہیلو......؟''

''ہیلو'' اس نے چیخ کر کہا ''مسٹر اسٹیفن پلیز۔''

مردانہ آواز نے احمقانہ انداز میں پھر ہیلو کا نعرہ لگایا۔

اس بار اس نے ماؤتھ پیس کو منہ کے اور قریب کر لیا ''میں مسز اسٹفین بول رہی ہوں
ر مسٹر اسٹیفن سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

گھری بھاری آواز نے کہا ''ہیلو جارج؟''

پھر نہ جانے کہاں سے ایک منمناتی آواز ابھری ''بول رہا ہوں۔''

سخت مایوسی کے عالم میں وہ چلائی ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ کون ہو تم لوگ؟ میں اپنے شوہر
سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

"مجھے تمہارا پیغام مل گیا جارج" بھاری آواز نے کہا۔ "آج رات کا پروگرام سیٹ ہے نا؟"

"ہاں۔ میں اس وقت کلائنٹ کے ساتھ موجود ہوں۔ اس کا کہنا ہے کہ مطلع صاف ہے۔"

اس نے پھر بولنے کی کوشش کی۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ ان کی آوازیں سن سکتی ہے لیکن ان تک اس کی آواز نہیں پہنچ رہی ہے۔ شاید لائن کراس ہوگئی تھی۔ اصولاً اسے ریسیور رکھ دینا چاہئے تھا لیکن گفتگو ایسی ہو رہی تھی کہ وہ نہ رکھ سکی۔

"او کے" بھاری آواز نے کہا "وقت وہی ہے نا جارج...... سوا گیارہ بجے؟"

"ہاں۔ ٹھیک سوا گیارہ بجے۔ پوری بات اچھی طرح سمجھ گئے ہو نا؟"

"میں سمجھ گیا ہوں۔"

"ذرا دہرادو تاکہ مجھے پتا چل جائے کہ تم سمجھ گئے ہو۔"

"ٹھیک گیارہ بجے علاقے کا چوکی دار سیکنڈ ایونیو کے ایک بار میں بیئر کے لئے جاتا ہے۔ میں عقب سے کچن کی کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہوں گا۔ پھر میں ٹرین کے پل پر پہنچنے کا انتظار کروں گا تاکہ اگر کھڑکی کھلی ہو اور وہ چیخے تو ٹرین کے شور میں اس کی آواز دب جائے۔"

"درست۔"

"اور ہاں جارج" میں تم سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ کیا چاقو مناسب رہے گا؟"

"مناسب رہے گا" منمناتی آواز والے جارج نے کہا "لیکن کام تیزی سے ہو۔ وار کاری ہو۔ ہمارا کلائنٹ نہیں چاہتا کہ اس بے چاری کو بہت زیادہ تکلیف ہو۔"

"میں سمجھ گیا جارج۔"

"اور انگوٹھیاں، بریسلیٹ اور دوسرے زیورات نکال کر لانا نہ بھولنا۔ یہ سب چیزیں بیورو کی دراز میں ہوں گی۔" جارج کہتا رہا۔ "ہمارا کلائنٹ چاہتا ہے کہ یہ ڈاکا زنی کی واردات معلوم ہو، عام ڈاکا زنی۔ اس بات کی خاص اہمیت ہے۔"

"تم فکر نہ کرو جارج۔ میں کوئی غلطی نہیں کروں گا۔"

"ہاں۔ اب ایک بار اور دہرادو۔"

"علاقے کا چوکی دار جب بیئر پینے جائے گا تو میں کچن کی کھڑکی سے مکان میں داخل ہو جاؤں گا۔ پھر میں ٹرین کے آنے کا انتظار کروں گا اور کام نمٹانے کے بعد بیورو کی دراز سے زیورات نکال لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ذرا یہ تو بتاؤ کہ پتا یاد ہے وہاں کا؟"

"ہاں۔ میں بتاتا ہوں۔ یہ......"

خوف اور سنسنی سے شل ہو کر اس نے ریسیور کان سے اور قریب کرلیا، اتنا کہ اس کی کنپٹی دکھنے لگی۔ لیکن اسی لمحے لائن ڈیڈ ہوگئی۔ ایک دو منٹ بعد ریسیور پر ڈائل ٹون ابھر آئی۔ اس نے دہشت زدہ ہو کر اکھڑی ہوئی سی سانس لی۔ کیسی خوف ناک بات ہوئی تھی! وہ ان اجنبیوں کی گفتگو کا مفہوم خوب سمجھ گئی تھی اور گفتگو کیسے سرد لہجے میں ہو رہی تھی! چاقو...... کھلی کھڑکی...... عورت کی چیخ! ہر بات واضح تھی۔

(نو بج کر بیس منٹ شب)

وہ ریسیور ہاتھ میں لئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ کہیں یہ وہم تو نہیں! لیکن نہیں...... وہ گفتگو حقیقی تھی۔ وہ کسی اکیلی عورت کو قتل کرنے کی باتیں ایسے کر رہے تھے، جیسے آرڈر پر کوئی چیز سپلائی کر رہے ہوں۔

سوال یہ تھا کہ وہ اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہے؟ اس نے تو بس یہ سب کچھ اتفاقاً سن لیا تھا۔ وہ ان خطرناک آدمیوں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی تھی اور خاموش بیٹھ بھی نہیں سکتی تھی، یہ بھول بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک عورت کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس نے کانپتی ہوئی انگلی سے پھر آپریٹر کا نمبر ڈائل کیا "ہیلو آپریٹر، میری لائن کٹ گئی۔"

"سوری میڈم، کس نمبر پر بات کر رہی تھیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"اصل نمبر تو ملا ہی نہیں تھا۔ کوئی اور لائن مل گئی تھی درمیان میں۔ اور میں چاہتی ہوں

کہ اسی نمبر پر تم میری بات کرادو۔“

”میڈم“ میں سمجھی نہیں۔“

”میں تمہیں بتاتی ہوں۔ کراس ٹاک دو آدمیوں کے درمیان تھی جو ایک معصوم عورت کو قتل کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے، جو گھر میں اکیلی ہے۔ اس عورت کا گھر کسی پل کے قریب ہے، جس پر سے ریل گزرتی ہے۔ ہمیں ان لوگوں کو اس قتل سے روکنا ہے۔“

”آپ کس نمبر پر بات کر رہی تھیں؟“ آپریٹر نے تحمل سے پوچھا۔

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا“ وہ سخت لہجے میں بولی ”وہ رانگ نمبر تھا اور وہ تم نے ہی ڈائل کیا تھا۔ اب وہ نمبر ہمیں فوراً معلوم ہونا چاہئے۔ یہ کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔“

”لیکن میڈم......“

”تم کتنی بے وقوف ہو! انگلی کی ذراسی لغزش کی وجہ سے نمبر ملانے میں غلطی ہوئی ہوگی اور یوں وہ نمبر ملا ہوگا۔ تو اب تمہاری انگلی دوبارہ وہ لغزش کیوں نہیں کرسکتی؟ اسی طرح معلوم کیا جاسکتا ہے وہ نمبر......“

پھر کھڑکھڑاہٹ سی ہوئی اور اس کے بعد انگیج ٹون...... پھر آپریٹر نے کہا۔ ”۳۰۰۹۴ انگیج ہے میڈم۔“

اس بار اسے بہت زور کا غصہ آیا۔ اس نے بیڈ پر پوری قوت سے ہاتھ مارا ”میں نے تم سے یہ نمبر ملانے کو نہیں کہا۔ وہ رانگ نمبر ملانے کو کہا تھا، جو تم نے پہلے ملایا تھا۔ تمہیں اس کال کا سراغ لگانا ہے۔“

”ایک منٹ میڈم“ آپریٹر نے خوش گوار لہجے میں کہا ”میں چیف آپریٹر سے آپ کی بات کراتی ہوں۔“

چند لمحے خاموشی رہی، پھر ایک اور آواز ابھری ”چیف آپریٹر اسپیکنگ۔“

”دیکھیں، میں بیمار عورت ہوں اور ابھی فون پر مجھے ایک شاک لگا ہے۔ میں ایک کال

ٹریس کرانا چاہتی ہوں۔ اس لئے کہ میں نے فون پر دو آدمیوں کو آج رات سوا گیارہ بجے ایک عورت کے قتل کی منصوبہ بندی کرتے سنا ہے۔ میں دراصل اپنے شوہر سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں گھر پر اکیلی ہوں۔ نوکر باہر سوتے ہیں اور میری خادمہ چھٹی کر گئی ہے۔ میرے شوہر نے چھ بجے گھر آنے کا کہا تھا۔ وہ نہیں آیا تو نو بجے سے کچھ پہلے میں نے اس کے دفتر فون کرنے کی کوشش کی......“ اس کے بعد اس نے لائن کراس ہونا اور دونوں قاتلوں کی گفتگو دہرائی ”اب میں چاہتی ہوں کہ وہ رانگ نمبر معلوم ہو جائے، جس پر میں نے گفتگو سنی تاکہ اس عورت کی زندگی بچائی جاسکے۔“

چیف آپریٹر نے بڑے پیار سے......نرمی سے اسے سمجھایا کہ صرف وہی کالیں ٹریس کی جاسکتی ہیں، جو جاری ہوں۔ رابطہ ختم ہونے کے بعد یہ ممکن نہیں۔

”لیکن اسی شہر میں سوا گیارہ بجے رات کو کہیں کوئی عورت قتل......“

”اس سلسلے میں آپ کو پولیس کو مطلع کرنا چاہئے۔“

”پھر پولیس اسٹیشن کا نمبر ملا دو“ اس نے کہا۔

چند سیکنڈ بعد ایک تھکی تھکی سی آواز ابھری ”ففتھ پولیس اسٹیشن، سارجنٹ ڈنی اسپیکنگ۔“

”میں مسز ہنری اسٹیفن بول رہی ہوں“ اس نے کہا ”مجھے ایک قتل کے متعلق......“

”قتل!“

”مجھے بات پوری کرنے دو“ اس نے چڑ کر کہا۔

”یس میڈم۔“

”یہ قتل ابھی ہوا نہیں ہے، ہونے والا ہے۔ میں نے اتفاق سے لائن کراس ہونے کی وجہ سے فون پر قاتلوں کی گفتگو سن لی تھی۔ میں نے کال ٹریس کرانے کی کوشش کی لیکن ٹیلی فون والوں نے تعاون نہیں کیا۔“

”آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ قتل کہاں ہونے والا ہے؟“

''قتل یقینی طور پر ہونے والا ہے۔ میں نے منصوبہ بالکل صاف سنا ہے'' اس نے
سارجنٹ کے لہجے میں شک محسوس کر کے زور دے کر کہا ''دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔ وہ
کسی عورت کو آج رات سوا گیارہ بجے قتل کرنے کی تفصیلات طے کر رہے تھے۔ وہ عورت
کسی ایسے پل کے قریب رہتی ہے، جس پر سے ٹرین گزرتی ہے۔''

''اچھا!''

''اور اس سڑک پر کوئی پرائیویٹ چوکی دار ہے، جو گیارہ بجے سیکنڈ ایونیو کے ایک بار
میں بیئر پینے جاتا ہے۔ منصوبہ یہ ہے کہ آج چوکی دار کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے
ہوئے قاتل کچن کی کھڑکی سے اس عورت کے گھر میں داخل ہوگا اور چاقو سے اس بے چاری
کو ختم کر دے گا۔''

''اوہ......''

''اور وہ تیسرے آدمی کا تذکرہ بھی کر رہے تھے۔ وہ اسے کلائنٹ کہہ رہے تھے۔ وہی
شخص یہ قتل کرا رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ ڈکیتی کی واردات معلوم ہو۔ اسی لئے اس نے حکم
دیا ہے کہ قاتل زیورات ضرور نکال لائے۔''

''بس یا کچھ اور؟''

''وہ گفتگو سن کر میرے اعصاب جواب دے گئے۔ میں ویسے بھی بیمار ہوں۔ چل پھر
نہیں سکتی۔''

''اوہ...... میں سمجھا۔ یہ بتائیں کہ یہ گفتگو آپ نے کب سنی؟''

''ابھی...... تقریباً آٹھ منٹ پہلے۔''

''آپ کا نام میڈم؟''

''لیونا اسٹیفن۔''

''اور آپ کا ایڈریس؟''

''۴۳ سٹن پلیس۔ قریب ہی ایک پل بھی ہے...... کوئنز برو برج۔ اور ہاں...... ہماری

ڑک پر ایک پرائیویٹ چوکی دار بھی گشت کرتا ہے۔ اور...... ہاں، سیکنڈ ایونیو......''

''آپ کس نمبر پر بات کر رہی تھیں میڈم؟''

''میں ۳۰۰۹۳ ملا رہی تھی لیکن میں نے کراس ٹاک سنی۔ وہ میرے شوہر کے
فس کا نمبر ہے۔ میں فون کر کے اس سے یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ ابھی تک گھر کیوں
ہیں پہنچا ہے......''

''بہر حال...... ہم تفتیش کریں گے مسز اسٹیفن'' سارجنٹ نے بے جان لہجے میں
کہا ''ہم ٹیلی فون والوں سے بھی بات کریں گے۔''

''اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے مجھے یہی بتایا کہ وہ کال ٹریس نہیں
ر سکتے۔ تمہیں کچھ اور کرنا چاہئے ورنہ وہ بے چاری قتل ہو جائے گی۔''

''ہم دیکھ لیں گے، آپ فکر نہ کریں۔''

''فکر مند تو میں ہوں آفیسر۔ تمہیں اس عورت کی حفاظت کے لئے کچھ کرنا
اہئے۔ اگر تم ایک ریڈیو کار ہمارے علاقے میں بھیج دو تو میں زیادہ بہتر...... اور خود کو محفوظ
سوس کروں گی۔''

سارجنٹ ڈنی نے سرد آہ بھر کے کہا ''میڈم، آپ جانتی ہیں کہ سیکنڈ ایونیو کتنا بڑا
لاقہ ہے؟''

''جانتی ہوں لیکن......''

''اور آپ جانتی ہیں کہ مین ہٹن میں پلوں کی تعداد کتنی ہے؟''

''لیکن......''

''اور آپ یہ کیوں سمجھ رہی ہیں کہ قتل آپ کے بلاک میں ہوگا؟ وہ بھی اگر ہوا تو؟ پھر
کیا ضروری ہے کہ آپ نے جو کال سنی ہے وہ نیو یارک ہی کی ہو، وہ کسی دوسرے شہر کی کال
ی ہوسکتی ہے۔''

''میرا خیال تھا تم کچھ کرو گے'' لیونا نے تلخ لہجے میں کہا ''تمہیں شریف شہریوں کے

تحفظ کی ذمے داری کا احساس ہوگا لیکن معاملہ برعکس ہے۔ میں تمہیں دو گھنٹے بعد ہونے والے ایک قتل کے متعلق خبردار کر رہی ہوں......اور تمہارا انداز ایسا ہے، جیسے میں جھوٹ بول رہی ہوں......''

''معافی چاہتا ہوں میڈم' سارجنٹ ڈنی نے بڑے تحمل سے کہا۔''اس شہر میں بہت قتل ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے بس میں ہو تو ہم ہر قتل روک دیں لیکن آپ نے مجھے جو کلیو فراہم کیا ہے، وہ بے حد مبہم اور غیر واضح ہے۔ بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ویسے آپ کے خیال میں ایسا تو نہیں کہ کوئی آپ ہی کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہو۔''

''مجھے؟ نہیں بھئی۔'' وہ نروس سی ہنسی ہنس دی۔''میرا مطلب ہے، کوئی ایسا کیوں کرے گا؟ نیویارک میں تو مجھے کوئی جانتا بھی نہیں۔ مجھے یہاں آئے صرف چند ماہ ہوئے ہیں اور اپنے شوہر اور نوکروں کے سوا میں کسی سے واقف نہیں۔''

''بس تو پھر آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور اب مجھے اجازت دیجئے۔ مجھے چند ضروری کام نمٹانے ہیں۔ شب بخیر۔''

لیونا نے ریسیور رکھ دیا اور تکیے پر سر ٹکالیا۔ اب کیا کیا جائے۔ اسے سارجنٹ پر بہت سخت غصہ آیا تھا لیکن پھر وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہوتا گیا۔ اسے احساس ہوگیا کہ قاتلوں کو تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ پھر بھی کچھ ہونا چاہئے تھا۔ کم از کم پورے شہر کی پولیس کو اس خطرے کے متعلق بتا دیا جاتا، کچھ تو ہوتا!

کچھ دیر میں رانگ کال کی پریشانی دھندلانے لگی۔ وہ اپنے ذہن سے اس گفتگو کو اور اس مظلوم بے بس عورت کے تصور کو، جسے سوا گیارہ بجے قتل ہونا تھا، پوری طرح تو نہیں جھٹک سکی لیکن اس پر اپنی تنہائی کا خیال بری طرح حاوی ہونے لگا۔ ہنری کا اس طرح اسے تنہا چھوڑنا ناقابل معافی تھا کہ ہنری ہے کہاں؟ اس طرح بغیر بتائے غائب ہو جانا اس کی سرشت میں نہیں تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس حرکت کا اس پر کیا اثر پڑے گا......اور نتیجتاً خود اس پر بھی۔ وہ ماضی میں دو ایک بار ایسا کر کے دیکھ بھی چکا تھا۔ اس کی حالت اسے اب بھی

یاد ہوگی۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ زخمی ہوگیا ہو؟ لیکن ایسا ہوتا تو اس کی اطلاع ضرور ملتی۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات ہنری کے فون کا انگیج ملنا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ آفس میں کوئی نہ کوئی موجود ہے۔ مگر مسلسل آدھے گھنٹے تک فون پر گفتگو! وہ سوچتی رہی کہ اگر ہنری آفس میں تھا تو وہ کیا کر رہا تھا۔ شاید بیوی کی مسلسل بیماری نے اس کے شیشۂ تحمل کو چٹخا دیا ہے اس نے دل بستگی کا کوئی سامان کر لیا ہو۔ لیکن نہیں، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہنری اس سے بے وفائی کر سکتا ہے۔

اس نے سائڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی اپنی اور ہنری کی شادی کی تصویر کو بغور دیکھا۔ دونوں بے حد خوب صورت لگ رہے تھے۔ دس سال میں ہنری ذرا بھی تو نہیں بدلا تھا۔ وہی مسکراہٹ، وہی خوب روئی، وہی کسرتی جسم! لیکن وہ خود کتنی بدل گئی تھی! آنکھوں کے نیچے گہری لکیریں پڑ گئی تھیں۔ ہونٹوں کے کناروں پر چڑیوں کے پنجوں کے نشانات سے بن گئے تھے۔ ٹھوڑی کے نیچے گوشت ابھر رہا تھا۔ وہ ہنری کی پسند ناپسند پر غور کرنے لگی۔ ان چیزوں پر، جنہیں وہ اہمیت دیتا تھا۔ یہ وہ شادی تھی، جس کے لئے لیونا نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی تھی، جیسے کوئی جنرل کسی اہم مورچے کو فتح کرنے کے لئے منصوبہ بناتا ہے۔ دس سالہ ازدواجی زندگی گزارنے کے بعد وہ یہ بھی جان گئی تھی کہ ہنری کی کسی بھی سوچ کے سامنے اس کے ڈیڈی کی بے حساب دولت بہت اونچی دیوار بن کر کھڑی ہو جائے گی۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا، جس کی وجہ سے اسے اس دولت سے دور ہونا پڑے۔ صرف اسی بنیاد پر وہ دس سال سے ایسی ازدواجی زندگی گزار رہے تھے، جس کی لوگوں میں مثال دی جاتی تھی۔

اس وقت اپنی تنہائی کا خیال کر کے اس کا خون ابل رہا تھا۔ یہ کیا چکر ہے! وہ اب تک گھر نہیں پہنچا، اور آفس کا فون آدھے گھنٹے سے انگیج ہے۔ اب تو گرد و پیش کی ہر چیز اس کے اعصاب کو ڈس رہی تھی۔ مدھم سکون بخش روشنی سب کچھ......اسے جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی کہ وہ

اپنی تنہائی سے لڑ نہیں سکتی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ڈائل کیا "آپریٹر ۳۰۰۹۳ ملادو۔"

اس بار انگیج ٹون نہیں تھی۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی اور بجے جا رہی تھی۔ جیسے کوئی اٹھانے والا نہ ہو۔

"میڈم...... کوئی اٹھا نہیں رہا ہے" آپریٹر نے گھنٹیوں کے درمیان کہا۔

"میں بھی سن رہی ہوں۔ بتانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے چڑ کر کہا اور ریسیور پٹخ دیا۔

تکیئے سے ٹیک لگا کر اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ مکمل اور مہیب تنہائی تھی۔ اس نے سائڈ ٹیبل کی دراز کھول کر مرصع کنگھا اور چھوٹا آئینہ نکالا اور بال بنانے لگی۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اس نے لپ اسٹک نکال لی۔ ہنری نے اس کے حسن کی تعریف میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا۔ ہاں، کبھی کبھی تعریف کرتے ہوئے اس کا لہجہ میکانیکی ضرور ہو جاتا تھا

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے بڑی امید سے ریسیور اٹھایا۔

"مسز اسٹیفن' شکاگو سے آپ کی کال ہے۔" آپریٹر نے کہا۔

"بات کراؤ۔" چند لمحے بعد دوسری طرف سے آواز سن کر اس نے کہا "ہیلو ڈیڈی! کیسے ہیں آپ؟"

"بالکل ٹھیک، لیونا۔ اور میری بچی، تم کیسی ہو؟"

اس کا باپ جم کورٹیل، دواؤں کی سب سے بڑی کمپنی کا مالک تھا۔ تیس سال پہلے اس نے ایک فارماسسٹ سے سردرد کی ایک دوا کا فارمولا خریدا تھا، اور اب پندرہ بڑے بڑے جدید پلانٹس میں تیار کردہ، اس کی گولیاں، شربت اور سفوف پوری دنیا میں بک رہے تھے۔ وہ کاروبار کو اپنی قوت بازو سے چلا رہا تھا لیکن جب بھی وہ لیونا کو پریشان دیکھتا تو اس کا آہنی ہاتھ لرزنے لگتا۔

لیونا کی ماں اس کی پیدائش کے وقت ہی مر گئی تھی۔ وہ بے حد حسین عورت تھی اور معذور بھی تھی۔ اس کی موت جم کورٹیل کی زندگی میں پہلی شکست تھی، اور شکست بھی بہت بڑی۔ وہ تمام حساس جذبوں سے تہی دامن ہو کر رہ گیا تھا۔ لیونا نہ ہوتی تو شاید وہ انسان ہی نہ

ہتا۔ بس وہی ایک محبت کی، نازک جذبوں کی علامت رہ گئی تھی اس کے پاس۔ اس نے نا کی دیکھ بھال یوں کی، جیسے جنگل میں بھٹکا ہوا، سردی کا مارا ہوا کوئی شکاری اپنے الاؤ کو ند و تیز ہواؤں سے بچانے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ لیونا اپنی ماں کی طرح خوب ورت تھی۔ اندر سے وہ اپنی ماں کے غرور اور باپ کے ضدی پن کا مرکب تھی۔ اس میزش نے اس کی شخصیت کو کوئی نکھار نہیں دیا۔ وہ بہت چالاک اور جذبوں تک کا حساب کتاب رکھنے والی نکلی۔ اتنی ضدی تھی کہ جس چیز کو حاصل کرنا چاہتی، حاصل کر کے ہی دم تی۔ چاہے اس دوران میں کسی کو کوئی نقصان بھی پہنچ جائے۔

جم نے اپنی بیٹی کی اس سلسلے میں خوب حوصلہ افزائی کی۔ بلکہ لیونا کے ان اطوار سے ے خوشی ہوتی تھی۔ اس سے اس کے کسی کچلے ہوئے جذبے کی تشفی ہوتی تھی۔ اس نے سمانی طور پر لیونا کو نازک اور ذہنی طور پر وہمی بنا کر رکھ دیا۔ اسے ہمیشہ خوف رہتا تھا کہ وت لیونا کو اس سے چھین لے گی۔ اس کے اس خوف کو اس کے فیملی ڈاکٹر نے اور ہوا ی۔ جسے لیونا کا غیظ و غضب الجھا دیتا تھا۔ وہ کوئی چیز مانگتی تو شدت سے مانگتی اور ملنے ں ذرا سی تاخیر بھی اسے بیمار کر دیتی۔ وہ بڑی ہوئی تو بچپن کی یادیں تو لاشعور میں اتر ئیں، صرف بیماری کی واضح علامتیں سامنے رہ گئیں۔ جو رہ رہ کر پوری شدت سے ابھر ئیں۔ اب اس کی عمر صرف بتیس سال تھی اور اسے یقین تھا کہ اس کا دل بہت کمزور ہے۔ ڈاکٹر بے چارہ کیا کرتا۔ وہ اس کے دل کا علاج کرتا رہا۔ جب اس نے نیویارک اکر رہنے کا فیصلہ کیا تو ڈاکٹر نے اسے مشورہ دیا کہ وہ وہاں دل کے کسی اسپیشلسٹ سے ائنہ کرائے۔

"بتایا نہیں کیا حال ہے؟" ریسیور سے ابھرنے والی باپ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"میں بہت پریشان ہوں۔"

"پریشان؟"

"تو کیا پریشان بھی نہ ہوں! ایک تو ہنری کا پتا نہیں کہ وہ کہاں ہے اور پھر فون پر میں

نے ایک قتل کی پلاننگ سنی ہے......"

"کک.... کیا باتیں کررہی ہو؟"

"میں ہنری کے آفس کا نمبر ملانے کی کوشش کررہی تھی کہ کسی طرح لائن کراس ہوگئی۔ دو آدمی ایک عورت کو قتل کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے......"

"ایک منٹ...... پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تم ہنری کے آفس کا نمبر ملانے کی کوشش کیوں کررہی تھیں، اتنی رات گئے؟"

"اس لئے کہ وہ اب تک گھر نہیں پہنچا ہے۔ آفس کا نمبر بھی مسلسل انگیج رہا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہورہا ہے، پھر لائن کراس ہوئی اور......"

"کس قدر غیر ذمے دار ہے یہ شخص" جم دہاڑا "اگر اسے میٹنگ میں شریک ہونے بوسٹن جانا تھا تو وہ بتا کر بھی جا سکتا......"

"بوسٹن؟ کیا مطلب؟"

"بوسٹن میں میڈیکل اسٹورز والوں کا کنونشن ہورہا ہے۔ ہنری نے اپنی پچھلی رپورٹ میں لکھا تھا کہ وہ اس میں شرکت کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ بہرحال، اگر اس نے عین وقت پر بھی شرکت کا فیصلہ کیا تھا تو وہ تمہیں اطلاع دے سکتا تھا۔"

"ممکن ہے، اس نے کوشش کی ہو" لیونا نے پرخیال لہجے میں کہا "عین اس وقت کی ہو، جب میں اس کا نمبر ملا رہی تھی۔"

"میں نہیں مانتا' یہ اس کی غیر ذمے داری ہے۔ بہرحال تم فکر نہ کرو۔ میں اسے سیدھا کردوں گا۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ میں پریشان ہوں۔ ان دو قاتلوں کی گفتگو۔"

"ارے انہیں چھوڑو۔ وہ مسخرے ہوں گے۔ قتل کے متعلق کون بے وقوف فون پر بات کرے گا؟ تم بے فکر ہو جاؤ۔"

"نہیں ڈیڈی۔ وہ گفتگو اصلی تھی، اور میں یہاں گھر میں اکیلی ہوں، میں پریشان

ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"اکیلی ہو، نوکر بھی نہیں ہیں؟"

"وہ تو باہر ہوتے ہیں۔"

"تم نے پولیس کو اطلاع دی؟"

"دی تھی۔ انہوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی۔"

"حالات کے تحت تم اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کرسکتیں۔ لہٰذا اب پریشانی مت پالو۔ کل......" جم کا لہجہ غصیلا ہوگیا "کل ہنری سے بات ہوگی، خواہ وہ کہیں بھی ہو۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔ گڈ نائٹ۔"

"گڈ نائٹ۔ بڑا جی چاہتا ہے کہ تم یہاں ہوتیں۔ مجھے تو تمہارے بغیر گھر قبرستان لگتا ہے۔ پتا نہیں، میں نے ہنری کو اس حماقت کی اجازت کیوں دی! بہرحال تم اپنا خیال رکھو اور پریشان نہ ہو۔ میں کل تمہیں فون کروں گا۔"

لیونا نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ تھی۔ ہنری کو ان ٹیلیفون کالوں سے...... اپنے سسر کی طرف سے آنے والی اور بیوی کی طرف سے جانے والی ان کالوں سے نفرت تھی لیکن اس نفرت کا اس نے کبھی اظہار نہیں کیا تھا۔ اس نفرت کو بس محسوس کیا جا سکتا تھا۔

(نو بج کر اکیاون منٹ)

اب وہ پریشان تھی کہ ہنری کی کھنچائی ہونے والی ہے۔ قاتلوں کی گفتگو کے سلسلے میں تو جو کچھ کیا جا سکتا تھا، وہ کرچکی تھی۔ اب کوئی المیہ ہوا تو وہ خود کو مجرم محسوس نہیں کرے گی۔ وہ پولیس کو مطلع کرچکی تھی۔ اب تو کل کے اخبار سے ہی پتا چلتا کہ ہوا کیا ہے۔ اگر اخبار میں کسی عورت کے گھر ڈاکے کی اور چاقو سے قتل کی خبر شائع ہوئی تو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اخباروں کو مراسلے بھیجے گی اور پولیس کمشنر اور میئر کو ہنری سے خط لکھوائے گی۔ ان میں پولیس کی بے حسی اور غیر ذمے داری کی شکایت ہوگی۔ پھر اصل تفتیش ہوگی اور ثابت

ہو جائے گا کہ واردات کا مقصد ڈکیتی ہرگز نہیں تھا۔اور یہ کہ کسی نے اس عورت کو قتل کرانے کے لئے کرائے کے قاتل کی خدمات حاصل کی تھیں۔پھر اخبارات میں اس کے اس احساس ذمے داری کی کہانیاں چھپیں گی کہ اس نے تقریباً معذور ہونے کے باوجود کتنی جرأت مندی سے اپنا انسانی فرض نبھایا۔

لیکن ہنری کہاں ہے؟اس خیال نے اس کی دوسری سوچوں کے سلسلے کو منقطع کر دیا۔اس نے میز پر رکھی ہوئی نوٹ بک اٹھائی اور اس میں مس جیتگ کا فون نمبر نکالا، پھر وہ ڈائل کرنے لگی۔مس جیتگ، ہنری کے آفس میں کام کرتی تھی۔

الزبتھ پراٹ ہوٹل میں بوڑھی خواتین تمبولا کھیل رہی تھیں۔جیتگ کوئی نمبر پکارتی۔عورتیں اپنے سامنے رکھے ہوئے کارڈ میں وہ نمبر تلاش کرتیں۔کوئی آہ بھرتی، کوئی پنسل سے وہ نمبر کاٹ دیتی۔ان بوڑھی عورتوں کے لئے وہ ایک فرحت بخش تفریح تھی۔ایک عورت نے جیتگ کے قریب آکر بتایا کہ مسز اسٹیفن کا فون ہے۔وہ تیزی سے چلی گئی اور بوتھ میں جا کر ریسیور اٹھا لیا۔''ہیلو مسز اسٹیفن! مہربانی کہ آپ نے مجھے کال کیا۔''

''سوری......اگر میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا۔''

''ارے نہیں میں تو ذرا بوڑھی عورتوں کو تفریح کرا رہی تھی۔آپ کو زیادہ دیر انتظار تو نہیں کرنا پڑا۔''

''نہیں،'' لیونا نے کہا ''پوچھنا یہ تھا کہ مسٹر اسٹیفن کہاں ہوں گے؟ میں بہت پریشان ہوں۔نہ جانے وہ کہاں ہیں۔''

جیتگ کی آنکھوں میں چمک سی ابھری ''مجھے تو کوئی اندازہ بھی نہیں۔عجیب بات ہے کہ وہ اب تک گھر نہیں پہنچے ہیں۔''

''کام زیادہ تو نہیں تھا کہ وہ آفس میں مصروف ہوں؟''

''ایسی کوئی بات نہیں۔میں چھ بجے آفس سے نکلی تو وہ موجود ہی نہیں تھے۔''

''کیا مطلب؟''

''بلکہ وہ تو آج محض چند سیکنڈ کے لئے ہی آفس آئے تھے اور یہ دوپہر کی بات ہے۔پھر وہ اس عورت کے ساتھ باہر چلے گئے۔اس کے بعد میں نے انہیں دن بھر نہیں دیکھا۔''

''کون عورت؟''

جیتگ کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی ''ایک عورت آفس میں ان کا ایک گھنٹے سے انتظار کرتی رہی تھی۔بہت بے چین تھی ان سے ملنے کے لئے۔''

لیونا ہچکچائی۔پھر اس نے پوچھا ''وہ مسٹر اسٹیفن کی کوئی جاننے والی تھی؟ پہلے بھی کبھی آئی تھی وہ؟''

''جی نہیں، کبھی نہیں......اور مسٹر اسٹیفن تو اسے پہچاننا بھی نہیں چاہتے تھے۔''

''اس عورت کا نام یاد ہے مس جیتگ؟''

''جی ہاں۔مسز لارڈ......اور پہلا نام شاید سیلی تھا۔''

''خیر، پھر انہوں نے کیا کیا؟''

''مسٹر اسٹیفن اسے دیکھ کر کچھ پریشان ہوئے۔انہوں نے اس سے کہا کہ کسی سے ان کی ملاقات طے ہے۔وہ اگلے روز آ جائے لیکن مسز لارڈ نے کہا کہ اسے بہت ضروری بات کرنی ہے۔اس پر مسٹر اسٹیفن نے کہا کہ لنچ میرے ساتھ کر لو۔لنچ کے دوران بات کر لینا۔میری ملاقات بہت اہم ہے۔دونوں باہر چلے گئے۔''

''اور اس کے بعد مسٹر اسٹیفن واپس نہیں آئے۔''

''میرے چھٹی کرنے تک تو نہیں آئے تھے......یعنی چھ بجے تک۔سہ پہر کو ان کے لئے فون آیا۔کسی نے ان کے لئے پیغام چھوڑا۔''

''فون کس کا تھا؟''

''کسی مسٹر ایوانز کا تھا۔وہ مسٹر اسٹیفن کو ہر ہفتے کال کرتے ہیں۔''

''ایک بات بتاؤ۔مسٹر اسٹیفن نے بوسٹن جانے کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا

تھا؟ مجھے انہوں نے اس سلسلے میں کچھ بتایا تو تھا۔"

"انہوں نے مسٹر کورٹیل کو بھیجی جانے والی رپورٹ میں کہا تو تھا شاید وہ جائیں لیکن اگر وہ گئے ہیں تو مجھے نہیں معلوم۔"

"شکریہ مس جیتگ۔ میں نے تمہارا بہت وقت لیا۔"

"ارے نہیں مسز اسٹیفن۔ یہ تو اعزاز ہے میرے لئے۔ آفس میں ہم سب آپ پر رشک کرتے ہیں۔ مسٹر اسٹیفن آپ کو بہت چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔"

"مجھے امید ہے آج بھیجے جانے والے پھول آپ کو پسند آئے ہوں گے۔ میرے خیال میں کمیلیا کے پھول خوش گوار تبدیلی ثابت ہوئے ہوں گے۔"

"ہاں مس جیتگ۔ اچھا، گڈ بائی۔"

ریسیور رکھنے کے بعد جیتگ نے کرسی سے کمر ٹکالی۔ اب وہ چھت کو گھور رہی تھی، جہاں تین بلب کمرے میں روشنی بکھیر رہے تھے۔ اس وقت اسے بہت لطف آ رہا تھا۔ مسٹر اسٹیفن کی آج کی باتیں عام سی ہرگز نہیں تھیں۔ ویسے بھی وہ اسے ہمیشہ کچھ عجیب سے لگتے تھے، آفس میں وہ وقت کم ہی دیتے تھے۔ جیتگ کو یقین تھا کہ اب کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ آفس میں سنسنی پھیلے گی۔

لیونا نڈھال سی تکیئے پر گر گئی۔ تو یہ بات ہے! بے وقوف شخص نے خود کو ایک ایسی عورت کے ساتھ الجھا لیا تھا، جسے وہ برسوں پہلے کبھی جانتا تھا، اور پھر فوراً ہی اس طرح پکڑا جانا...... کیسی حماقت ہے! کیسی ذلیل حرکت بھی ہے! ہنری نے خوش گوار ازدواجی زندگی کے فریب کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے، آج کی رات؟ کیا بات ہے؟ کیا کوئی یہ کوشش کر رہا ہے کہ میرا دماغ ماؤف ہو جائے...... یا مجھے ہارٹ اٹیک ہو جائے؟ کوئی کیا...... کہیں یہ ہنری ہی کی کوشش تو نہیں؟ اچانک اسے خیال آیا کہ یہ نام...... لارڈ اس نے کہیں سنا ہے...... بلکہ پڑھا ہے۔ شاید آج ہی...... موجودہ کیفیت میں یہ یاد کرنا مشکل تھا

پھر ذہن پر زور دینے سے یاد آ ہی گیا۔

وہ بستر سے اتری۔ کھڑا ہونا اس کے لئے دشوار کام تھا۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ وہ ی طرف گئی۔ پھول ایک طرف ہٹا کر ادھر ادھر ٹٹولتی رہی۔ بالآخر اسے کاغذ کا وہ پرزہ مل ا، جس پر ملازمہ نے کچھ لکھا تھا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ کاغذ کا پرزہ مٹھی میں دبائے وہ ں اور ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے تھکی تھکی مردانہ آواز ابھری، لہجہ برطانوی 'مسٹر اسٹیفن پلیز!"

"وہ موجود نہیں ہیں۔" لیونا نے سخت لہجے میں کہا۔ "آپ کون ہیں؟"

"میں ایوانز بول رہا ہوں۔ وہ کب آئیں گے؟ بہت ضروری بات کرنی ہے۔ میں نے کے آفس فون کیا تھا لیکن لگتا ہے، وہ وہاں نہیں ہیں۔"

"مجھے علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ آپ بعد میں فون کر لیں۔"

"پندرہ منٹ بعد فون کروں گا۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ بارہ بجے مجھے اس سے رخصت ہو جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے، پندرہ منٹ بعد فون کر لیں۔" لیونا نے کہا۔

"ویسے وہ آئیں تو انہیں بتا دیں کہ ایوانز نے فون کیا تھا۔ یہ بہت اہم ہے۔"

ریسیور رکھ کر لیونا کے ذہن سے ایوانز اور اس کی کال نکل گئی۔ اس نے مٹھی کھول کر کاغذ وہ پرزہ نکالا۔ کاغذ کے اوپر لکھا تھا۔ 'مسٹر اسٹیفن کے لئے آنے والی کالیں'، نیچے تین راجات تھے۔

تین بج کر دس منٹ۔ مسٹر ایوانز۔ فون نمبر ۸۱۱۱۲

چار بج کر چالیس منٹ۔ مسٹر ایوانز۔ فون نمبر ۸۱۱۱۲

چار بج کر پچاس منٹ۔ مسز لارڈ۔ جیکسن ہائٹس۔ فون نمبر ۵۹۹۶۴

تو یہ تھی مسز لارڈ! اور اس نے ہنری کو گھر پر ہی فون کیا تھا۔ کیسی عجیب بات ہے! یہ تو حد ئی جسارت کی! اس نے ریسیور اٹھایا اور جیکسن ہائٹس کا نمبر ڈائل کیا۔ تین گھنٹیوں کے بعد

ایک بچے کی آواز نے کہا ''ہیلو۔''

''میں مسز لارڈ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''ایک منٹ...... میں انہیں بلاتا ہوں۔''

ریسیور رکھ دیا گیا۔ دھیمی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کسی مرد نے پوچھا میرا فون ہے بیٹے؟ بچے نے جواب دیا...... ممی کا ہے، پھر کئی مردانہ آوازیں ابھریں لیکن فاصلہ زیادہ تھا۔ باتیں واضح نہیں تھیں لیکن ریسیور پر لیونا کی گرفت سخت ہوگئی۔ اس نے اسٹیفن، کوریٹل کارپوریشن اوراسٹیشن آئی لینڈ جیسے الفاظ سنے تھے۔ پھر فون پر ایک نسوانی آواز ابھری ''ہیلو؟''

لیونا کو لگا، جیسے اس کی گویائی چھن گئی ہے۔ اس نے تھوک نگلا اور بمشکل پوچھا۔ ''مسز لارڈ؟''

''بول رہی ہوں۔''

''میں مسز ہنری اسٹیفن بول رہی ہوں۔ ہم شاید پہلے کبھی نہیں ملے لیکن آج آپ نے میرے شوہر سے ملاقات کی تھی۔''

''اوہ...... جج...... جی ہاں۔'' دوسری طرف ہچکچاہٹ کے بعد اعتراف کیا گیا۔

مسز لارڈ کی گھبراہٹ نے لیونا کی زبان کو آزاد کردیا۔ ''عام حالات میں تو میں آپ کو زحمت نہ دیتی'' اس نے زہریلے لہجے میں کہا ''لیکن میرے شوہر آج ابھی تک گھر واپس نہیں آئے ہیں، اور مجھے ان کا پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ میں نے سوچا، شاید آپ اس سلسلے میں کچھ بتاسکیں۔''

''جی ہاں، کیوں نہیں؟''

''ذرا زور سے بولیں۔ آپ کی آواز ٹھیک سے نہیں آرہی ہے۔''

''یقیناً...... میں......''

''کیا بات ہے؟'' لیونا نے بے حد سرد لہجے میں کہا ''آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی

ش تو نہیں کر رہی ہیں؟''

''ارے نہیں۔ ایسا ہے کہ میں آپ کو بعد میں فون کروں گی۔''

''بعد میں فون، کیوں؟''

''اس لئے کہ میں......'' مسز لارڈ کے لہجے میں اچانک ہی چہکار پیدا ہوگئی ''آج میرا ج کا دن ہے۔''

''کیا مطلب؟ برج سے اس بات کا کیا تعلق؟ مسز لارڈ میں آپ کی بات بالکل نہیں ھ پا رہی ہوں۔''

''اور پھر روٹن پوائنٹ کا ٹرپ بھی ہے'' دوسری طرف سے احمقانہ انداز میں کہا گیا۔

''بات سنو۔ کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟'' لیونا نے سخت لہجے میں کہا ''میں تمہیں دوں کہ میں بہت بیمار ہوں۔ زیادہ دباؤ برداشت نہیں کرسکتی۔ مجھے صاف صاف بتاؤ، یا میرا شوہر تمہارے ساتھ ہے؟ سچ بتانا۔''

''تین انڈے پھینٹو۔ دو پیالی دودھ اور آدھی پیالی کریم، مناسب مقدار میں چینی ......'' چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر مسز لارڈ نے سرگوشی میں کہا ''لیونا...... میں سیلی ہنٹ ں۔ یاد ہے سیلی ہنٹ۔ معافی چاہتی ہوں۔ میرا شوہر قریب ہی کھڑا تھا۔ کھل کر بات نہیں رسکتی۔ تم انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد کال کروں گی تمہیں......'' اور رابطہ منقطع ہوگیا۔

لیونا بستر پر دراز ہوگئی۔ اس آخری انکشاف نے اسے بالکل ہی چوپٹ کردیا تھا۔ سیلی...... ب بات تھی۔ سیلی کس موقع پر اس کی زندگی میں دوبارہ داخل ہورہی تھی۔ سیلی ہنٹ!

شاید سیلی اب بھی ہنری کی محبت میں گرفتار تھی، حالانکہ اب وہ ماں بن چکی تھی۔ سیلی ں وقت بھی اس کی محبت میں مبتلا تھی، جب اس نے ہنری کو کالج میں ڈانس پارٹی میں مدعو یا تھا۔ یہ اس رات کی بات ہے، جب لیونا نے اس بھیڑ میں سے ہنری کو چنا تھا۔ بات ت پرانی تھی لیکن لیونا اس رات کو کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔

اسمبلی حال کے اسٹیج پر گراموفون موسیقی اگل رہا تھا۔ نیچے بے شمار جوڑے موسیقی کی لے

پرتھرک رہے تھے۔ایک طرف ایک میز پر مشروبات رکھے تھے۔بیشتر لڑکے ایک جیسے لگ رہے تھے۔لڑکیاں ایک جیسے کپڑے پہنے تھیں۔وہ بھی سب ایک سی ہی لگ رہی تھیں لیکن دوافراد مختلف بھی تھے......منفرد!

سیلی کے ساتھ رقص کرنے والا کالج کا لڑکا نہیں لگتا تھا۔وہ طویل القامت اور خوبرو تھا۔رقص کے دوران سیلی اسے محبت پاش نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔نوجوان کے انداز میں بے پروائی تھی۔وہ سیلی کے سر کے اوپر سے دوسرے جوڑوں کو بڑی بے نیازی سے دیکھ رہا تھا۔بلکہ اس کا انداز مربیانہ تھا۔

لیونا بھی اس مجمع میں منفرد تھی۔یہ الگ بات کہ وہ انفرادیت اس نے کافی پیسے خرچ کر کے حاصل کی تھی۔عام لڑکیاں ان اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں وہ چند لمحے سیلی کو اس کے ساتھ رقص کرتے دیکھتی رہی۔پھر اس کی طرف بڑھی۔اس نے نوجوان کے کندھے پر تھپکی دی۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو بولی۔''میں مداخلت کر سکتی ہوں۔''

وہ دونوں چونکے اور الگ الگ کھڑے ہو گئے۔نوجوان لیونا کو متجسس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''سیلی، تم مائنڈ تو نہیں کرو گی؟ لیونا نے پوچھا۔

سیلی نے تیزی سے خود کو سنبھالا۔''مبارک ہو ہنری۔تم نے ایک بہت بڑی فتح حاصل کی ہے۔''

لیونا نے نظریں اٹھا کر سیلی کے پاٹنر کو دیکھا''میں لیونا کورٹیل ہوں تمہارا کیا نام ہے۔''

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی سیلی نے جلدی سے تعارف کرایا''یہ ہنری اسٹیفن ہے لیونا۔''

وہ رقص کرنے لگے۔لیونا نے اس کی آنکھیں چندھیا دی تھیں۔اب اس کے انداز میں نہ بے پروائی تھی، نہ بے نیازی۔وہ تو جیسے کسی سحر میں گرفتار تھا اور اس کی کشش آنکھوں سے پی رہا تھا۔اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ جم کورٹیل کی بیٹی ہے۔

''میں ایسے لوگوں کو سراہتا ہوں''اس نے کہا''وہ جانتے ہیں کہ انہیں کیا چاہئے۔پھر اس کے حصول کے لئے ذہن، جسم، سب کچھ استعمال کرتے ہیں۔دولت کماتے ہیں۔دولت، جس کے زور پر سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔کسی دن......''وہ کہتے کہتے رک گیا۔اس کے ہونٹوں پر بڑی خوب صورت، نوخیز مسکراہٹ ابھر آئی۔لیونا کو وہ مسکراہٹ بہت پسند آئی۔وہ عام لڑکوں کی مسکراہٹ نہیں تھی۔اس مسکراہٹ کے ساتھ آنکھوں میں شمعیں جل اٹھتی تھیں۔ہونٹوں کا ایک گوشہ بہت خوبصورت انداز میں اوپر اٹھا تھا۔وہ سیدھی سادی مسکراہٹ تھی۔احساس کمتری اور احساس برتری سے پاک۔رقص کے دوران لیونا پر منکشف ہوا کہ اس خود پسند نوجوان میں اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں جو اسے اپیل کرتی ہیں۔ہنری کو اس اعتراف میں عار نہیں تھا کہ وہ کالج بوائے نہیں ہے۔

''میں بہت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں''اس نے عام سے لہجے میں کہا''مجھے گھر چلانے میں ہاتھ بٹانا پڑتا ہے۔''

''میں ایسے بہت سے دلچسپ لوگوں کو جانتی ہوں، جنہوں نے کالج میں کبھی تعلیم حاصل نہیں کی۔میرے ڈیڈی بھی کبھی کالج نہیں گئے۔''

''اوہ!''ہنری کے لہجے میں تعجب تھا''اس کا مطلب ہے کہ میرے لئے امید موجود ہے۔میں بھی کامیاب انسان بن سکتا ہوں۔''

''میرے ڈیڈی ہمیشہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی میں دولت کمانے کی صلاحیت نہیں تو کالج کی تعلیم اس میں وہ صلاحیت پیدا نہیں کر سکتی اور اگر اس میں یہ صلاحیت موجود ہے تو کالج میں وقت ضائع کرنے کا فائدہ؟''

''ڈیڈی زندہ باد!''ہنری نے خوش ہو کر کہا۔

موسیقی تھم گئی۔ہنری نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا جو وہ رقص کے دوران تھامے ہوئے تھا''شکریہ۔''اس نے آہستہ سے کہا۔

لیونا شرارت سے مسکرائی''اگلے رقص کے دوران ہم باہر چلیں گے۔''

"ایک منٹ سیلی کا کیا ہوگا؟ وہی مجھے یہاں لائی ہے۔ اگر اس نے مجھے مدعو نہ کیا ہوتا تو میں یہاں......"

لیونا نے سیلی کی طرف اشارہ کیا، جو بڑی تن دہی سے ایک لڑکے سے باتیں کر رہی تھی "سیلی مصروف ہے اور پھر ہمیں صرف چند منٹ ہی تو لگیں گے۔ آؤ... میں تمہیں اپنی کار دکھانا چاہتی ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر باہر لے آئی۔ انہوں نے لان عبور کیا اور سڑک پر چلے گئے جہاں درجنوں کاریں کھڑی تھیں۔ ایک کار ان میں بے حد نمایاں تھی۔

"ہے نا خوبصورت! ایسی کار یہاں ایک بھی نہیں۔" لیونا نے چہک کر کہا "ایک سو میل فی گھنٹا تک جا سکتی ہے۔ ڈیڈی کا کہنا تھا کہ میں اسے نہیں سنبھال سکوں گی لیکن اس کار کو دیکھنے کے بعد میرے لئے دنیا میں کسی کار کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔"

"کار زبردست ہے...... شاندار" ہنری نے کہا۔

لیونا نے اس کا ہاتھ تھام لیا "ڈرائیو کرو گے اسے؟ تھوڑی دور سہی۔ کسی کو ہماری کمی محسوس نہ ہوگی وہاں" لیونا نے ہال کی طرف اشارہ کیا۔

وہ فوراً تیار ہو گیا۔ چند منٹ بعد وہ کار میں بیٹھے تھے۔ ٹھنڈی ہوا ان کے چہروں سے ٹکرا رہی تھی۔ یہ ایک کنورٹیبل کار تھی۔ ہنری کے چہرے پر سنسنی آمیز مسرت کا سایہ لہرا رہا تھا۔ اب اس نے جانا تھا کہ اس مسرت کا سبب وہ نہیں تھی، اس کی کار بھی نہیں تھی۔ اس وقت اسے خوش فہمی ہو گئی تھی۔ اس کے لئے باعث کشش وہ شے تھی، جس کی وجہ اس کار کی اور خود اس لڑکی کی چمک دمک تھی۔ دولت! دولت، جس کے حصول کے وہ خواب دیکھتا تھا۔ اس وقت ڈرائیو کرتے ہوئے اس کا چہرہ اس کے تصور سے دمک رہا تھا...... دولت کے تصور سے۔

لیونا نے محسوس کر لیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے بلکہ اس کے ذہن نے فوراً ہی منصوبہ بندی بھی شروع کر دی تھی۔ اس نے ہنری کو گاڑی موڑنے کو کہا۔ وہ ایک بند گلی تھی۔

"زبردست کار ہے" ہنری نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ تو اڑتی ہے، میرا جی چاہتا ہے، کسی روز اسے سچ مچ اڑاؤں۔"

"اڑاؤ گے...... ضرور اڑاؤ گے" لیونا نے آہستہ سے کہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر گنیشن آف کر دیا "یہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے ذرا دیر۔"

ہنری نے کچھ نہیں کہا۔ متوقع نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

"سیلی ہنٹ اور تم ایک دوسرے سے بہت مختلف ہو" لیونا نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"بس، مجھے محسوس ہوتا ہے۔ میں نے تقریباً پوری دنیا دیکھی ہے۔ میرے ڈیڈی مجھے ہر جگہ لے گئے ہیں۔ میں بہت لوگوں سے ملی ہوں۔ انسان بہت لوگوں سے ملے تو ان کی درجہ بندی کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ تم اور سیلی ایک کلاس کے نہیں لگتے۔ بہت مختلف ہو ایک دوسرے سے۔"

"تمہارا اشارہ دولت کی طرف ہے" ہنری نے تلخی سے کہا۔ "اس کے پاس دولت ہے۔ لہٰذا میں کبھی اس کے قابل نہیں بن سکتا۔"

"تم غلط سمجھے، میرا مطلب تھا کہ جس چھوٹے سے شہر سے تم دونوں کا تعلق ہے، وہ سیلی کے لئے تو موزوں ہے۔ مگر تم اس میں نہیں سما سکتے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتی ہو تم؟" وہ ہذیانی انداز میں ہنسا۔

"ہال میں ان کالج کے لڑکوں کو دیکھا تم نے؟ وہ سب کھاتے پیتے معزز گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن تمہارے سامنے وہ شیر خوار بچے لگتے ہیں اور ان میں سے بیشتر زندگی بھر بچے ہی رہیں گے۔"

"اور میں؟"

"تم بچے نہیں ہو ہنری اور شاید کبھی رہے بھی نہیں ہو۔ بچپن میں بھی نہیں رہے ہو۔"

یہ وہ موقع تھا جب ہنری نے اچانک اس کا ہاتھ تھاما اور چوم لیا۔ "میرا بہت جی چاہتا

ہے کہ کبھی ملین ڈالرز کا بوسہ لوں۔''

لیونا شرمیلے انداز میں مسکرائی ''دو ملین ڈالرز کی کوشش نہیں کرو گے؟''

وہ گڑبڑا گیا۔اس نے جلدی سے بات بدلی ''میں ان لڑکوں سے اس لئے مختلف ہوں کہ میں اپنے زور پر جیتا ہوں، اپنی پیاس بجھانے کو خود کنواں کھودتا ہوں۔''

''میں جانتی ہوں، تم بہت آگے جاؤ گے۔تمہارا انداز بتاتا ہے۔جس طرح تم مجھ پر، مجھ جیسے لوگوں پر تاثر چھوڑتے ہو۔''

''حیرت ہے۔'' ہنری نے سرد لہجے میں کہا۔ ''میں بیٹھ کر ایک ایسی امیر وکبیر لڑکی سے اپنی تعریفیں سن رہا ہوں، جسے ..... جس کی کار کو میں آئندہ کبھی دیکھ بھی نہیں سکوں گا۔''

''نہیں..... تم کچھ بھی نہیں جانتے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''آہستہ آہستہ سمجھ جاؤ گے۔مجھے اپنے متعلق بتاؤ ہنری۔کس شہر سے تعلق ہے؟ کس گھرانے کے ہو؟''

ہنری زہریلے انداز میں ہنسا۔ ''یہ بہت آسان سوال ہے۔میرا باپ جب نشے میں نہیں ہوتا تو کوئلے بیچتا ہے۔میری ماں نے زندگی میں ایک ہی حماقت کی تھی، میرے باپ سے محبت کی حماقت! اب وہ چھ بچوں کی ماں ہے۔ان بچوں کو زندہ رکھنا، ایک چھت فراہم کرنا، خواہ وہ ٹپکتی ہوئی چھت ہی کیوں نہ ہو، کوئی آسان کام نہیں۔''

''اور تم؟ تمہیں دیکھ کر یہ تو نہیں لگتا کہ تم .....''

''ہاں، میں مفلوک الحال نہیں لگتا لیکن سگریٹ کے دو ٹکڑے کر کے دو بار پیتا ہوں۔ماں مجھے پڑھانا چاہتی تھی۔میں آٹھویں گریڈ تک پڑھا بھی ہوں۔ہائی اسکول میں انکشاف ہوا کہ میں فٹ بال بہت اچھی کھیلتا ہوں۔بس پھر مزے ہو گئے میرے سیلی ہنٹ مجھے اپنے گھر والوں سے ملانے لے گئی۔ہنٹ فیملی ہمارے شہر میں امیر وکبیر شمار ہوتی ہے۔سیلی کے ڈیڈی نے مجھے پسند کیا۔انہوں نے مجھے شہر کے سب سے بڑے میڈیکل اسٹور میں جاب

لادی۔''

''میڈیکل اسٹور! دیکھو ہنری، اسے قسمت کہتے ہیں۔''

''ہاں۔تم تو یہی کہو گی۔بہر حال اب میں پورا انتظام سنبھالتا ہوں۔سوائے شعبۂ تجویز کے۔ایک چھوٹے آدمی کے لئے تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

''اور سیلی؟''

وہ سوچ میں پڑ گیا ''سیلی اچھی لڑکی ہے۔ہم اچھے دوست ہیں اور بس۔اس کے گھر والوں کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔انہوں نے ہمیشہ میری مدد کی ہے۔اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ.....'' وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔اس کی نگاہیں دور کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔

''ہاں..... کیا کہہ رہے تھے، کہو۔''

''مجھے لگتا ہے، جیسے میں پھنس گیا ہوں۔جیسے میں کچھ بھی کروں، کتنی ہی محنت کروں۔وہ کچھ نہیں پا سکتا، جو پانا چاہتا ہوں۔کیوں کہ میری طلب بہت زیادہ ہے۔''

ہنری نے جیسے اندر کی بھڑاس نکال دی تھی۔وہ دیر تک خاموش بیٹھے رہے، پھر ہنری نے کہا ''آؤ، واپس چلیں۔''

ڈرائیو کے دوران لیونا نے اچانک کہا۔ ''میرے ڈیڈی سے ملو گے؟''

''کیوں نہیں! ہمارے درمیان بہت سی باتیں مشترک ہیں۔دونوں دواؤں کے بزنس مین ہیں'' ہنری نے قہقہہ لگایا۔

''ڈیڈی تمہیں پسند کریں گے۔خاص طور پر میری فرمائش ہوئی تو ضرور پسند کریں گے۔ہفتے کا دن کیسا رہے گا؟''

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟''

ابتدا میں ہنری بے حد دشوار ثابت ہوا۔اس میں انا بھی تھی اور خودداری بھی۔اس احساس نے کہ ایک امیر ترین لڑکی اس میں دلچسپی لے رہی ہے، اسے مشکوک کر دیا لیکن لیونا

بھی صبر سے کام لے رہی تھی۔ ہنری نے کہا تھا کہ اس کی طلب بہت زیادہ ہے۔ یہ جملہ وہ چابی تھا، جس سے وہ اس کے دل کا تالا کھول سکتی تھی۔

"لیونا مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

لیونا بیڈ پر رکھے ہوئے سوٹ کیس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر سیلی کو دیکھا "جو کہنا ہے، جلدی سے کہہ دو۔ میں شکاگو کے لئے روانہ ہو رہی ہوں۔"

سیلی چند لمحے فرش پر نظریں جمائے رہی۔ پھر اس نے نظریں اٹھائیں "پچھلے چند ہفتوں سے تم ہنری سے بہت زیادہ مل رہی ہو، اور مجھے کچھ کہنا...... " وہ ہچکچائی "میں محسوس کرتی ہوں کہ مجھے تمہیں کچھ بتا دینا چاہئے......"

"ہنری ایسا آدمی نہیں ہے، جس کے ساتھ کوئی کھیل کھیلا جائے۔ پلیز لیونا، اس کے ساتھ زیادہ مت کھیلو۔"

"یہ کس نے کہا کہ میں کوئی کھیل کھیل رہی ہوں؟" لیونا نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"لیونا...... وہ تمہارے لئے نہیں......"

"مجھے تمہاری اس بات پر حیرت......"

مگر سیلی نے پرخلوص لہجے میں اپنی بات جاری رکھی "اگر تم نے ابھی اسے نہیں روکا تو پچھتاؤ گی۔ ہنری تمہارے لائق نہیں ہے لیونا۔ میں بچپن سے اسے جانتی ہوں۔ میرے ڈیڈی نے اس کی بڑی مدد کی ہے۔ میرے گھر والے اسے گھر کا ایک فرد ہی سمجھتے ہیں۔ جب تک ہم میں سے کوئی اس کے قریب ہو، دیکھ بھال کر رہا ہو، وہ ٹھیک ٹھاک رہتا ہے لیکن لیونا...... اندر سے وہ ذرا پیچیدہ آدمی ہے۔ وہ بہت میٹھا، مہربان اور نرم آدمی ہے، لیکن کچھ دیر کے لئے۔ اس کے موڈ بدلتے رہتے ہیں۔ وہ ان چیزوں کو تمنا کرتا ہے، جن کا حصول اس کے لئے ممکن نہیں۔ یہ چیز...... یہ تشنہ آرزوئیں اندر سے اسے مسخ کرتی رہتی ہیں۔ وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اسے ہماری ضرورت پڑتی ہے۔ میرا خیال ہے، میں اس سے محبت کرتی ہوں لیکن یہاں انڈراسٹینڈنگ محبت سے زیادہ اہم ہے۔ جو اسے سمجھ نہ پائے،"

اس کے ساتھ وہ غیر محفوظ ہے۔ وہ ایسے کام کر گزرتا ہے کہ لوگ اسے نہ جانتے ہوں تو وہ بڑی دشواریوں میں پڑ جائے۔"

لیونا بے رحمی سے ہنسی "ترکیب اچھی ہے۔ مگر یہاں کام نہیں آئے گی۔ سیلی، تم مقابلے سے گھبرا رہی ہو اور سن لو کہ میں ہنری کے متعلق کثرت سے سوچتی ہوں۔ میں اسے سمجھتی ہوں اور میرا خیال ہے، اس کا مقام تمہارا یہ چھوٹا سا شہر نہیں۔ میں اسے لوگوں سے ملواؤں گی۔ تالاب سے نکال کر دریا سے روشناس کراؤں گی۔ یہ ضروری ہے کیوں کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

"شادی! سیلی سانس لینا بھی بھول گئی "مذاق کر رہی ہو؟"

"کیوں...... کیا وجہ ہے کہ میں اس سے شادی نہیں کر سکتی؟"

اس کے بعد سیلی پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے کوئی مدافعت نہیں کی۔ کرتی بھی تو کیا فائدہ ہوتا! مزاحمت نے تو جم کورٹیل کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

"اس شخص کے پاس کچھ نہیں ہے" ایک سال بعد جم کورٹیل نے کہا۔ اس کے لہجے میں دبی دبی ایک التجا بول رہی تھی "وہ اچھا لڑکا ہے...... لیکن عام سا۔ پتھروں کی طرح، جو پھسلتے پھرتے ہیں۔ میں نے تمہیں تعلیم دلائی، دنیا دکھائی، جو تم نے مانگا دیا، اور اب تم خود کو اس طرح ضائع کرنا چاہتی ہو۔"

"میں اس سے محبت کرتی ہوں۔" لیونا نے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر صاف لفظوں میں کہا۔

"بکواس۔" جم کورٹیل چلایا "تم صرف ضد کر رہی ہو۔"

وہ ضدی پن سے بحث کرتی، دلیلیں دیتی رہی کہ وہ ضد نہیں کر رہی ہے۔ وہ ہنری سے محبت کرتی ہے مگر جم قائل نہ ہوا۔ "یہ ایسی ہی محبت ہے، جیسی تم اپنی کار سے کرتی ہو۔" اس نے کہا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ آپ نہیں چاہتے کہ میری شادی ہو، آپ چاہتے ہیں، میں ہمیشہ

یہیں رہوں۔"

"یہ درست نہیں ہے۔ تم جانتی ہو، میں نے ہمیشہ تمہاری ضد پوری کی ہے۔ تم نے جو چاہا کیا۔ کبھی میرے جذبات کا خیال نہیں رکھا۔ میں نے پرواہی نہیں کی لیکن یہ معاملہ مختلف ہے۔ شادی تم جیسی پوزیشن کی لڑکیوں کیلئے اہم ترین بات ہوتی ہے۔ میں نے زندگی بھر شدید محنت کرکے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے۔ اپنے لئے؟ نہیں، پہلے تمہاری ماں کے اور پھر تمہارے لئے۔ میری موت کے بعد یہ سب کچھ تمہارا ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ یہ سب کچھ ایک گدھے کو مل جائے۔ صرف اس لئے کہ تم نے اسے اپنی سواری کے لئے منتخب کرلیا تھا...... اس وقت جب تمہیں گدھے گھوڑے کی تمیز بھی نہیں تھی۔ میری بات سنو، اس سلسلے میں سوچو، غور کرو۔ ایک سال اور گزارو۔ اس سے خوب ملو، اس کے بعد بھی اگر تم کہوگی تو......"

لیکن جم کی معقولیت نے لیونا کی غیر معقولیت کو اور بھڑکا دیا۔ "آپ خود غرض ہیں۔ قابل نفرت ہیں" اس نے چیخ کر کہا۔ "آپ صرف اپنے اور اپنے بزنس کے بارے میں سوچتے ہیں۔ آپ نے ہنری کو ناپسند کرنے کی ٹھان لی ہے۔ اس لئے کہ وہ آپ کے خودغرضانہ منصوبوں کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ وہ غریب ہے...... دیہاتی ہے تو کیا! آپ نے بھی یہیں سے اسٹارٹ لیا تھا۔" وہ غصے سے لرز رہی تھی۔ اس نے جم کے چہرے پر پریشانی کا تاثر دیکھ لیا تھا۔

"اتنا غصہ مت کرو بیٹی، خود کو ہلکان مت کرو" جم نے کہا۔

"آپ مجھے بیمار کررہے ہیں۔ آپ...... آپ کا کاروبار...... آپ کی دولت، اگر یہ سب کچھ مجھے قبر میں بھی دھکیل دے تو آپ کو کوئی پروانہیں ہوگی۔ بس آپ کو یہ فکر ہے کہ کوئی آپ کی دولت نہ لے اڑائے۔" وہ سسکنے لگی۔ جم نے اسے بانہوں میں لینے کی کوشش کی لیکن وہ اسے ایک طرف دھکیل کر آرام کرسی میں ڈھے گئی "اب میں اس سلسلے میں بات کرنا نہیں چاہتی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں......" پھر اس نے کمال دکھایا اور بے ہوش ہوگئی جم

کورٹیل نے گھبرا کر بٹلر کو پکارا...

شادی کے موقع پر ہنری نے اسے مایوس نہیں کیا۔ وہ نہ نروس تھا، نہ زیادہ مطمئن۔ اس کے طور طریقے مہذبانہ تھے۔ اس نے مختلف ماحول میں خود کو خوبی سے ایڈجسٹ کیا تھا۔ جم بھی بظاہر خوش تھا لیکن لیونا کو اس کی مسکراہٹ کے پیچھے اذیت صاف نظر آرہی تھی۔ وہ جان گئی کہ جم کبھی ہنری کو پوری طرح قبول نہیں کرے گا۔ خواہ ہنری کتنی ہی کوشش کرلے۔

شادی کے دوران اور اگلے روز ناشتے کے وقت لیونا یہی کچھ سوچتی رہی تھی۔ ان کے لئے ہنری ایک پروجیکٹ تھا...... حساب کا سوال تھا، جسے حل کرنا تھا۔ اسے یہ پروجیکٹ ہر قیمت پر مکمل کرنا تھا۔ تاکہ بعد میں جم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوجائے کہ اس سے غلطی ہوئی ہے۔ مستقبل کی اس فتح کی خوشی وہ ابھی سے محسوس کررہی تھی۔

یورپ میں ہنی مون منانے کے دوران وہ خوش تھی کہ ہنری نے اس کی معلم کی حیثیت کو تسلیم کرلیا ہے۔ وہ اس جانور کی طرح تھا، جو سدھائے جانے پر آمادہ ہوگیا ہو۔ وہ اس کے لباس کے معاملے میں اصرار کرتی تو وہ ہنسی خوشی اس کی پسند کو قبول کرلیتا۔ وہ جانتا تھا کہ اب جن حلقوں میں اسے شامل ہونا ہے، وہاں لباس کی بڑی اہمیت ہے۔ لیونا آہستہ آہستہ اسے ایک نئی دنیا میں لے آئی، جہاں پرانی دنیا کی یاد بھی نہیں رہی تھی۔ یہی لیونا کا مقصد تھا کہ وہ اس دنیا اور اس کی آسائشات کا عادی ہوجائے تاکہ کبھی کوئی اسے چیلنج نہ کرسکے۔

یہ سب کچھ سوچتے ہوئے لیونا کے نڈھال چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ چمکی۔ اس وقت دریا کی طرف سے کسی اسٹیمر کی چیخ نے اسے چونکا دیا۔ پھر اچانک فون کی گھنٹی چیخ اٹھی...

(نو بج کر پچپن منٹ)

فون سیلی کا تھا!

"اس وقت ٹھیک طرح سے بات نہ کرسکی۔ سوری" اس نے کہا "مجھے ڈر تھا کہ میرا شوہر سن لے گا۔ اب میں بہانہ کرکے نکلی ہوں اور پبلک فون سے بات کررہی ہوں۔"

"عجیب بات ہے یہ تو۔"

''لیونا، تمہیں اتنے برسوں کے بعد میری آواز سننا ہی عجیب لگ رہا ہوگا۔ بہرحال آج میرا ہنری سے ملنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ اس کے متعلق میری فکرمندی حد سے گزر گئی تھی۔''

''فکرمند! تم بھلا ہنری کے لئے کیوں فکرمند ہونے لگیں! دیکھو سیلی، تم جانتی ہو، تم مجھے بہلا نہیں سکتیں۔''

''میں صرف مدد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں لیونا۔ یہ معاملہ ہنری کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ بات ذرا لمبی ہے۔ میں جلد از جلد تمہیں بتانے کی کوشش کروں گی۔''

''ضرور کرو۔'' لیونا نے خشک لہجے میں کہا۔

''میرا شوہر فریڈ ڈسٹرکٹ اٹارنی کے آفس میں تفتیش کار ہے۔ تین ہفتے پہلے اس نے مجھے اخبار میں تمہارے اور ہنری کے متعلق ایک خبر دکھائی...... سوسائٹی کالم میں، اور پوچھا کہ کیا یہی وہ ہنری ہے، جسے میں کبھی چاہتی تھی۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ ہنسنے لگا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ اس خبر کا تعلق ایک کیس سے ہے، جس پر میں ان دنوں کام کر رہا ہوں۔''

''کیس؟'' لیونا نے حیرت سے کہا۔

''اس نے کہا کہ وہ اس موضوع پر بات نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ابھی محض چھٹی حس کی بنیاد پر کام ہو رہا ہے۔ میں نے اس سے اگلوانے کی ناکام کوشش کی۔ بس وہ میرا مذاق اڑاتا رہا کہ میں بھی کس شخص کو چاہتی تھی۔ پھر اس نے مذاق میں کہا کہ شاید میں اب بھی اسے چاہتی ہوں......''

''اور تم نے تردید کر دی ہوگی'' لیونا نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

''ظاہر ہے، اتنے برسوں کے بعد تو وہ حماقت ہی لگتی ہے مجھے۔ بہرحال اس صبح ناشتے کے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ فون فریڈ کے ایک ساتھی کا تھا اور آفس سے آیا تھا۔ میں نے فریڈ کو اسٹیفن کا نام لیتے سنا۔ پھر اس نے کہا، ٹھیک ہے، جمعرات ساڑھے دس بجے کا پروگرام طے کر لو۔''

''دیکھو سیلی، کہانی بہت دلچسپ ہے۔ مگر کام کی بات کب ہوگی، ممکن ہے۔ اس وقت ری مجھے کال کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اور پھر تمہارے شوہر کے ان معاملات سے ہنری کا یا تعلق......''

''میں تمہیں جلد از جلد بتانے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ پوری ہانی سنانا ضروری ہے۔ بات اہم نہ ہوتی تو میں تمہیں زحمت نہ دیتی۔''

''خیر...... پھر کیا ہوا؟'' لیونا نے آہ بھر کے کہا۔

''میں نے جمعرات کی صبح ان لوگوں کا پیچھا کیا۔ بات احمقانہ لگتی ہے، لیکن لیونا میں ف زدہ تھی۔ جاننا چاہتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں ہنری کو برسوں سے جانتی ہوں۔ یہ بھی انتی ہوں کہ اس میں بعض عجیب خصائل ہیں۔ یہ بات میں نے برسوں پہلے بھی تمہیں انے کی کوشش کی تھی۔''

''کیا بات ہے، تم مجھے بھڑکانے کی کوشش کر رہی ہو؟''

''مجھ پر شک مت کرو'' سیلی کے لہجے میں التجا تھی ''میں وہ بتا رہی ہوں، جو ہوا ہے، ں لئے کہ آج رات ہنری کی غیر حاضری سے اس کا تعلق ہو سکتا ہے۔ تم میری بات سن ۔ اس صبح بارش ہو رہی تھی۔ اس لئے میں نے چھتری لے لی تھی۔ اس کی آڑ میں میں نے چہرہ بھی چھپا لیا تھا۔ حالانکہ اس سے فرق نہیں پڑتا۔ بارش میں لوگوں کا تعاقب کرنا یادہ دشوار نہیں ہوتا۔ فریڈ دو آدمیوں سے ملا۔ ان میں سے ایک جو ہیرس تھا، فریڈ کا اتھی۔ دوسرا سفید گھونگھریالے بالوں والا بھاری بھرکم شخص تھا۔ وہ ایک اسٹیمر کی طرف ڑھ گئے۔ میں نے بھی اسٹیمر کا ٹکٹ لیا اور ان کے پیچھے چل دی۔ اسٹیمر پر بھی مجھے ان ے چھپنے میں دشواری نہیں ہوئی۔''

''واہ...... کیا انداز بیان ہے!'' لیونا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''بہرحال،...... اسٹیشن آئی لینڈ پر وہ اسٹیمر سے اترے اور ٹرین میں بیٹھے۔ میں ان کا قاب کرتی رہی لیکن اس ڈبے میں نہیں بیٹھی......''

''ظاہر ہے۔''

''میں نے انہیں اترتے دیکھا تو خود بھی اتر گئی۔ بارش اب بھی ہو رہی تھی۔ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ سب بارش سے بچنے کے لئے تیز تیز جا رہے تھے۔ وہ کوئی ساحلی بستی تھی۔ بہت پرانی بہت سنسان۔ سڑکیں تک شکستہ تھیں۔ کچھ مکان تھے۔ ورنہ زیادہ تر وہاں جھونپڑیاں تھیں۔ درمیان میں ایک کیسینو تھا۔ فریڈ اور اس کے ساتھی ساحل کی طرف چلے گئے۔ میں کیسینو کے پورچ میں کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے میں دور تک دیکھ سکتی تھی، اور وہاں سائے میں میرے دیکھے جانے کا امکان بہت کم تھا......''

''سیلی...... یہ سب......''

''پلیز، میری بات سنو۔ وہاں ایک لڑکا تھا، جو پانی کے کنارے گڑھا کھود رہا تھا۔ سفید بالوں شخص نے ایک لمحے رک کر لڑکے کو بغور دیکھا۔ لڑکے نے جھٹکے سے اپنا سر گھمایا اور پھر کھدائی میں مصروف ہو گیا۔ فریڈ اور اس کے ساتھی ایک ہوٹل میں چلے گئے......''

لیونا کا غصہ برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ وہ چلائی ''یہ کیا بکواس ہے! تم مجھے اصل بات کیوں نہیں بتاتیں! تم کسی وجہ سے میرے فون کو مصروف رکھنے کی کوشش تو نہیں کر رہی ہو؟''

''ایسی کوئی بات نہیں۔ اس تنگ بوتھ میں میرا بھی دم گھٹ رہا ہے، اور اسٹور کیپر بھی غصے میں ہے۔ اس کے اسٹور بند کرنے کا وقت ہو رہا ہے۔ بہرحال، میں وہاں بارش میں ایک گھنٹا انتظار کرتی رہی لیکن کچھ نہیں ہوا۔ میں تنگ آ کر ہٹنے ہی والی تھی کہ میں نے ایک عجیب بات دیکھی۔ کھدائی کرنے والے لڑکے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انگڑائی سی لی اور اس کے ساتھ ہی موٹر بوٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر بوٹ آتی نظر آئی۔ اس کی رفتار کم ہوئی اور وہ ٹوٹی پھوٹی جیٹی کی طرف بڑھی۔ جیٹی کے برابر ہی ایک عجیب وغریب مکان تھا۔ بہت پرانا...... بوسیدہ، جسے دیکھ کر خوف آئے......''

''پلیز...... کام کی بات کرو'' لیونا گڑبڑائی۔

''بوٹ جیٹی پر رکی۔ ایک ٹھگنے کبڑے آدمی نے اتر کر بوٹ کو باندھا پھر بوٹ میں سے

ایک لمبا، بھاری بدن کا ادھیڑ عمر آدمی اترا۔ وہ سیاہ لباس پہنے تھا۔ ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ اس کے اترتے ہی کبڑے نے بوٹ کھولی اور اسٹارٹ کی، بوٹ واپس چلی گئی۔

''بوٹ سے اترنے والا بوسیدہ مکان میں داخل ہو گیا۔ چند لمحے بعد گڑھا کھودنے والے نے اپنے اوزار سمیٹے اور چل دیا۔ ریسٹورنٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ لڑکھڑایا۔ اس کا کدال ریسٹورنٹ کے دروازے سے ٹکرایا۔ وہ یقیناً کوئی اشارہ تھا۔ کیوں کہ فریڈ اور اس کے ساتھی ریسٹورنٹ سے نکلے اور بوسیدہ مکان کی طرف چل دیئے۔ سفید بالوں والے نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور وہ تینوں اندر چلے گئے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا لیونا۔ وہ لوگ کون تھے اور مکان میں کیا ہو رہا تھا......''

''ہونا کیا تھا؟ وہ کوئی قحبہ خانہ ہوگا'' لیونا نے چڑ کر کہا۔

''وہ تینوں وہاں آدھے گھنٹے رہے۔ باہر آئے تو بوٹ سے اترنے والے شخص کا بریف کیس فریڈ کے ہاتھ میں تھا۔''

''ٹھیک ہے۔ پھر؟''

''مجھے نہیں معلوم۔ مجھے فریڈ سے پہلے گھر واپس پہنچنے کی فکر تھی۔ بس میں اتنا جانتی ہوں کہ ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔ کہیں دیر نہ ہو جائے......''

لیونا کے جواب دینے سے پہلے سکہ باکس میں گرنے کی آواز آئی پھر آپریٹر نے کہا ''وقت ختم ہوا'' سیلی نے شاید پرس کھول کر ایک اور سکہ نکالا اور سلاٹ میں ڈال دیا، پھر وہ بولی ''لیونا تم موجود ہو نا؟''

''ہاں۔ موجود ہوں۔ یہ سب مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔''

''میں جانتی ہوں۔ عجیب تو خود مجھے بھی لگ رہا ہے۔ فریڈ جس طرح کے جرائم کی تفتیش کرتا ہے، میں ہنری کو ان میں ملوث ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں اس سے ملنے گئی تھی کہ اس سے سچ اگلوالوں۔''

''تو ہنری نے کچھ بتایا؟'' لیونا نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

""نہیں، اس سے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔""

""تم اس کے ساتھ باہر گئی تھیں۔ اس کی سیکریٹری نے مجھے بتایا ہے۔""

""ہاں...... گئی تھی۔ مگر ایک تو ہنری کے انداز میں بے زاری تھی۔ اس نے رسمی اخلاق کا تکلف بھی نہیں کیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ میں اسے خوب جانتی ہوں۔ اس کی یہ کیفیت اسی وقت ہوتی ہے، جب وہ خود سے لڑ رہا ہوتا ہے۔ ہم لنچ کے لئے میٹروپولس گئے تھے۔ مگر ہمارے وہاں پہنچتے ہی فری مین نامی ایک شخص آ گیا۔ بل فری مین۔ خاصا خوش حال آدمی لگ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی ہنری سے اسٹاک مارکیٹ کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔""

""فری مین۔ میں اس نام کے آدمی کو نہیں......""

""ایسا لگ رہا تھا کہ ہنری اس سے بات نہیں کرنا چاہ رہا ہے لیکن فری میں بات کرتا رہا۔ میں بس اتنا اندازہ لگا سکی کہ صبح کسی اسٹاک میں کوئی غیر معمولی تبدیلی آئی ہے۔ ہنری نے کہا' تمہارا اندازہ کبھی غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اس پر فری مین نے ہنس کر کہا' جس دن ایسا ہوا' وہ ایک یادگار دن ہوگا سٹیفن۔ میں اسے تمہارے لئے معمولی سی بدقسمتی قرار دوں گا۔ تمہاری پوزیشن کا آدمی یہ سب جھیل سکتا ہے لیکن میں چھوٹا آدمی ہوں مجھے محتاط رہنا پڑتا ہے۔۔۔ ہنری نے ٹھیک طرح سے کھانا بھی نہیں کھایا۔ میں نے بھی نہیں کھایا۔ مجھے یہ فکر تھی کہ مسٹر فری مین کی موجودگی میں' میں ہنری سے گفتگو نہیں کر سکتی تھی۔ ہم جانے کے لئے اٹھے۔ ہنری نے معذرت سے کہا کہ مجھے ایک شخص سے ملنا ہے۔ تم لیونا کو فون کرو کسی دن۔ تاکہ ہم لوگ مل بیٹھیں' مگر اس نے یہ بات رسماً ہی کہی تھی۔ ہم ہوٹل کے دروازے کے قریب ہی کھڑے تھے۔ وہیں ایک بروکر کا برانچ آفس بھی ہے۔ اچانک ایک سوکھا چمرخ سا آدمی آیا اور اس نے کہا۔ مسٹر سٹیفن' مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔ ہنری کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے کہا۔ ٹھیک ہے مسٹر ہین شا' میں چل رہا ہوں آپ کے ساتھ' پھر اس نے مجھے گڈبائی کہا اور بروکر کے دفتر میں چلا گیا۔ دروازے پر تختی لگی تھی۔۔۔ ٹی ایف ہین شا' منیجر۔۔۔""

""اس نے تم سے کچھ تو باتیں کی ہوں گی' لیونا نے کہا'' مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ صرف ی مین سے ہی اسٹاکس اور بانڈز پر گفتگو کرتا رہا ہوگا' جب کہ وہ ان باتوں کے متعلق کچھ نتا بھی نہیں۔""

""بس میں نے اس سے اتنا پوچھا تھا کہ وہ خوش ہے۔۔۔ کام میں لطف آتا ہے؟ اس نے کہا' میں خوش ہوں اور اب نائب صدر ہوں۔ دوسرے نائب صدر سے زیادہ رعب ب رکھتا ہوں۔ وہ خود کو مزاح کے موڈ میں ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میں نے اس ے انداز میں تناؤ محسوس کیا۔ میں اس سے مزید کچھ پوچھنے والی تھی کہ فری مین آ گیا۔۔۔""

""میں تو کچھ بھی نہیں سمجھی' لیونا نے زہریلے لہجے میں کہا'' صبح ہنری گھر سے نکلا تو اس کا نداز ہر روز جیسا تھا۔ دس سال سے ہم ہر اعتبار سے خوش گوار ازدواجی زندگی گزار رہے ں۔ ڈیڈی نے ہنری کو ہر فکر سے بے نیاز کر دیا ہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ کام کے سلسلے میں بھی سے کوئی شکایت ہے۔ میرا تو خیال ہے' تم کوئی کھیل کھیلنے کی کوشش کر رہی ہو۔""

آپریٹر نے پھر مداخلت کی۔ پانچ منٹ پورے ہو گئے تھے۔ اس بار سیلی کے پاس پانچ نٹ کا سکہ نہیں تھا۔ اس نے کہا'' لیونا' میں تمہیں ابھی پھر کال کروں گی۔ میرے پاس چینج یں ہے اس وقت۔ مجھے یقین ہے کہ ہنری کسی چکر میں پھنس گیا ہے۔ فریڈ آج کوئی اہم پورٹ تیار کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے' کیس نمٹنے ہی والا ہے۔ فریڈ مسلسل فون کرتا رہا ہے ر گفتگو میں ہنری کا نام بار بار آیا ہے۔ اس کیس میں ایوانز نامی کوئی شخص بھی ملوث ہے۔""

""آپ کے پانچ منٹ پورے ہو چکے ہیں میڈم۔""

""والڈو ایوانز۔۔۔ اسٹیشن آئی لینڈ کے بوسیدہ مکان پر میں نے شاید اس کا نام دیکھا تھا۔۔۔""

""پانچ منٹ پورے ہو چکے ہیں۔""

(دس بج کر پانچ منٹ)

رابطہ منقطع ہوتے ہی لیونا نے کاغذ کا وہ پرزہ اٹھایا جس سے اسے سیلی کا فون نمبر ملا

تھا۔اسی میں ایوانز کا فون نمبر بھی تھا۔وہ اس کا نمبر ڈائل ہی کررہی تھی کہ آپریٹر نے مداخلت کی ''کیا آپ والڈو ایوانز کو فون کررہی ہیں' ۸۱۱۱۲ پر؟''

''ہاں''

''یہ فون کٹ گیا ہے۔''

لیونا نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور تن کر بیٹھ گئی۔وہ خلا میں گھور رہی تھی۔اس کی پھیلی پھیلی آنکھوں میں وحشت تھی۔یہ عجیب دن تھا۔عجیب واقعات کا شام سے تانتا بندھا ہوا تھا۔ہنری کا غائب رہنا' نامعلوم قاتلوں کی گفتگو' مس جیننگ سے بات' سیلی کی پاگل کر دینے والی گفتگو۔کوئی بات دماغ میں اتر نہیں رہی تھی لیکن اسے اپنے اردگرد خطرے کا تباہی کی موجودگی کا احساس بھی ہورہا تھا۔ممکن ہے' ہنری واقعی کسی چکر میں پھنس گیا ہو' ممکن ہے بہت کچھ ہوتا رہا ہو کیوں کہ پہلے اس نے حالات پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

اس صورت حال میں گھر پر تنہا رہنا؟ اس پر خود ترسی کا دورہ سا پڑا۔یہ سب کچھ آج رات ہی کیوں ہوا؟ آج رات ہی ہونا تھا؟ وہ رات جب اس کے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔یہ اس کے اعصاب کے لئے ناقابل برداشت بوجھ تھا۔اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔اس نے ریسیور اٹھایا اور شکاگو میں جم کورٹیل کے لئے کال بک کرائی۔چند لمحے بعد گھنٹی بجی ''مسٹر کورٹیل اس نمبر پر موجود نہیں ہیں میڈم'' آپریٹر نے کہا ''میں ان سے رابطہ کی کوشش کررہا ہوں۔''

وہ جانتی تھی کہ ڈیڈی ایک نائٹ کلب سے دوسرے نائٹ کلب بھاگے پھرتے ہیں۔ان سے رابطہ آسان نہیں تھا۔وہ اس وقت کسی ایسے شخص سے بات کرنے کی ضرورت محسوس کررہی تھی جس پر اسے اعتماد ہو لیکن وہ نیویارک میں اجنبی تھی اس لحاظ سے یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔وہ سوچتی رہی۔بالآخر اسے ڈاکٹر الیگزینڈر کا خیال آیا۔اس نے کئی بار اس کا معائنہ کیا تھا۔کئی میڈیکل ٹیسٹ ایڈوائز کئے تھے' جن کے نتیجے سے وہ ابھی تک بے خبر تھی۔وہ اسے بلاتی تو وہ یقیناً آجاتا۔اس طرح کچھ دیر کو وہ اکیلی تو نہ رہتی۔اس کا ٹیلیفون

ی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ ٹھٹک گیا۔ٹرین پرشور انداز میں پل پر سے گزر رہی تھی۔ٹرین کی آواز ن کر اسے قاتلوں کی گفتگو یاد آگئی۔وہ لرز کر رہ گئی۔اس نے خود کو سمجھایا کہ خوفناک اتیں بھول جانے ہی میں بہتری ہے۔ٹرین کے گزر جانے کے بعد اس نے پھر ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

آواز پہچاننے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔

''مسز اسٹیفن موجود ہیں؟''

''نہیں' مسٹر ایوانز بول رہے ہیں نا؟'' لیونا نے پوچھا۔

''جی' مسز اسٹیفن۔''

''پہلی بات تو یہ کہ مجھے اسٹیشن آئی لینڈ کے متعلق بتاؤ کہ وہاں کیا چکر چل رہا ہے'' لیونا نے سرد لہجے میں کہا ''مجھے ابھی کچھ دیر پہلے ہی معلوم ہوا ہے۔مجھے گھبراہٹ ہورہی ہے۔مسٹر اسٹیفن موجود نہیں۔۔۔اور پھر عجیب عجیب کالیں آرہی ہیں' جن میں دو قاتل۔۔۔'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔دوسری طرف پس منظر میں کوئی آواز تھی جو لحظہ بہ لحظہ بلند ہورہی تھی۔وہ آواز اس نے بارہا سنی تھی۔وہ ذہن پر زور دیتی رہی اوہ۔۔۔وہ سائرن جیسی آواز تھی' جو پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں استعمال کرتی ہیں۔

''آپ موجود ہیں نا مسٹر ایوانز؟'' اس نے گھبرا کر پوچھا۔

سائرن کی آواز اور بلند ہوگئی۔

''مسٹر ایوانز؟'' اس نے چیخ کر کہا لیکن دوسری طرف سائرن کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔اس نے ریسیور رکھ دیا۔فوراً ہی گھنٹی بجی۔اس نے ریسیور اٹھایا ''مسٹر ایوانز؟''

دوسری طرف سے ریلوے انجن کی چنگھاڑ سنائی دی۔

''کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟'' وہ ہسٹریائی انداز میں بولی' پھر بھی جواب نہیں ملا تو وہ حلق کے بل چیخی۔

''جواب دو''

اس بار بہت دور سے انجن کی چنگھاڑ تلے دب کر کراہتی ہوئی کمزور سی مگر واضح آواز بھی ''لیونا۔۔۔میں سیلی ہوں۔سب وے اسٹیشن کے فون باتھ سے بات کر رہی ہوں۔تمام اسٹور دس بجے بند ہو جاتے ہیں اور مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی اس لئے یہاں آئی ہوں۔لیونا' بات آگے بڑھی ہے۔۔۔''

''سیلی' اس بار سب کچھ کہہ دو اور پھر مجھے تنگ نہ کرنا۔آج رات میرے ساتھ پہلے ہی بہت زیادتی ہو چکی ہے۔''

''میں گھر پہنچی تو باہر پولیس کار کھڑی تھی' سیلی نے بتایا ''آج شام اسٹیشن آئی لینڈ کا وہ مکان جل کر راکھ ہو گیا' جس کا میں نے پچھلی گفتگو میں تذکرہ کیا تھا۔پولیس نے جزیرے کو گھیر لیا۔وہاں سے تین افراد گرفتار کیے گئے لیکن ایوانز فرار ہو گیا۔''

''یہ ایوانز ہے کون؟ اور اس کا ہنری سے کیا تعلق ہے؟'' لیونا نے پوچھا۔

''یہ تو مجھے ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا مگر اتنا جانتی ہوں کہ اس معاملے کا تعلق تمہارے ڈیڈی کی کمپنی سے ہے۔''

''ڈیڈی کی کمپنی سے! یقین نہیں آتا۔ابھی کچھ دیر پہلے ڈیڈی کو شکاگو سے فون کیا تھا۔انہوں نے تو کچھ نہیں بتایا'' ایک ٹرین گزر رہی تھی۔وہ چند لمحے خاموش رہی۔پھر ٹرین کی آواز معدوم ہونے کے بعد بولی ''مجھے صاف صاف بتاؤ۔گرفتار ہونے والے کون ہیں اور کس جرم میں گرفتار کیے گئے ہیں۔''

''یہ تو مجھے نہیں معلوم' بس وہ تین ہیں۔''

''اور تم نے یہ کیوں سوچا کہ ان میں سے ایک ہنری ہے۔''

''یہ تو میں نے نہیں کہا۔میں تو بس یہ کہہ رہی ہوں کہ ہنری بری طرح ملوث ہے اس معاملے میں۔''

لیونا کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی ''تو کیا ہنری بھی پولیس کو مطلوب ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں سنی میں نے۔''

''تو پھر تم بات کیا کر رہی ہو؟'' لیونا کو غصہ آ گیا ''کیوں مجھے فون کیا تھا تم نے؟ تمہیں احساس بھی نہیں کہ تم مجھے موت کی حد تک خوف زدہ کر رہی ہو۔''

''میں جانتی ہوں لیکن۔۔۔''

''پہلے جب میں نے فون اٹھایا تو لائن کراس ہو جانے کی وجہ سے دو قاتلوں کی خوفناک گفتگو۔۔۔''

''قاتلوں کی!''

''وہ کسی عورت کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔پھر اس ایوانز نے فون کیا۔لگا جیسے قبر سے بول رہا ہے۔میں جس سے بات کرنے کے لئے بے چین ہوں' وہ مل نہیں رہا اور اب تم بغیر کسی معقول وجہ کے۔۔۔''

''آئی ایم سوری لیونا''

''۔۔۔مجھے پریشان کر رہی ہو۔کیا تم اس آگ میں جل رہی ہو کہ میں نے ہنری کو تم سے چھین لیا تھا؟ تم مجھے خوش نہیں دیکھ سکتیں؟''

''یہ بات نہیں لیونا''

''تم جھوٹ گھڑ کے مجھے پریشان مت کرو۔میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کروں گی۔ہنری کے ہاتھ صاف ہیں۔اب وہ گھر واپس آ ہی رہا ہوگا۔۔۔''

اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے سیلی نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ بستر پر لیٹی انگلیاں چٹخاتی اور سوچتی رہی۔کہیں وہ غلطی تو نہیں کر رہی ہے۔ممکن ہے سیلی ہنری کو لاحق کسی خطرے سے واقعی آگاہ ہو۔مگر کیسا خطرہ؟ دولت؟ اور وہ اسٹاک مارکیٹ کی گفتگو! وہ جانتی تھی کہ اسٹاک کا کاروبار دولت کے بغیر ممکن نہیں' اور ہنری کے پاس دولت نہیں تھی۔کورٹیل کمپنی کے نائب صدر کی حیثیت سے اس کی تنخواہ زیادہ نہیں تھی' اور ہنری مصر تھا کہ گھر کے اخراجات وہی پورے کرے گا۔یہ اس کے غرور ذات کی وجہ سے

تھا۔ کرائے پر اپارٹمنٹ لینے کا سبب بھی اس کا غرور ہی تھا ورنہ وہ اچھے خاصے ڈیڈی کے شکاگو والے مکان میں رہ رہے تھے۔

نہیں۔۔۔۔ ہنری کے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔ گھر کے اخراجات بھی وہ مکمل طور پر نہیں اٹھا رہا تھا۔ بھاری اخراجات اس کے خسر کے ذمے تھے۔ ایسا کوئی امکان نہیں تھا کہ ہنری سرمایہ کاری کر سکے۔ جم ٹیکس سے بچنے کے لئے جن جائدادوں سے جان چھڑاتا تھا' وہ بھی لیونا کے اپنے نام تھے۔ ہاں' اس کی موت کی صورت میں وہ سب کچھ ہنری کا ہوتا۔

موت! وہ تھرتھرا کر رہ گئی۔ ایسے خوف ناک لمحوں میں ایسا خوف ناک ترین خیال! اس نے اسے ذہن سے جھٹک دیا لیکن سیلی نے جو کہانی سنائی ہے اس کی کوئی بنیاد تو ہو گی۔ یہ الگ بات کہ وہ پوری کہانی گھڑی ہوئی ہو۔ سوال یہ تھا کہ سیلی ایسی کہانی گھڑنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے؟ اگر ہاں' تو کیا ضروری تھا کہ وہ کہانی اسی رات سنائی جاتی؟

لیونا کا ذہن ان اسرار میں الجھتا گیا۔ دل کے دھڑکنے کی رفتار تکلیف دہ حد تک تیز ہو گئی۔ وہ گھبرا گئی۔ کہیں دل کا دورہ نہ پڑ جائے۔ اب وہ یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہی تھی کہ ہنری کے ساتھ کیا ہوا ہے..... یا کیا ہوا ہو گا۔ اب تو اسے اپنی فکر پڑ گئی تھی۔ وہ اسی فکر میں بیٹھی تھی کہ فون کی گھنٹی پھر چلائی ''۹۲۲۶۵؟'' ایک مردانہ آواز نے پوچھا۔

''ہاں۔ کیا بات ہے؟'' اس نے سرگوشی نما آواز میں پوچھا۔

''میں ویسٹرن یونین سے بول رہا ہوں۔ میرے پاس مسز ہنری اسٹیفن کے لئے ایک پیغام ہے۔''

''میں مسز اسٹیفن بول رہی ہوں۔''

''ٹیلی گرام کا مضمون سن لیجئے..... ڈارلنگ' مجھے بہت افسوس ہے' لیکن میں نے اچانک ہی بوسٹن کی میٹنگ میں شرکت کا فیصلہ کیا تھا۔ ٹرین کے ذریعے روانہ ہو رہا ہوں۔ تمہیں فون کرنے کی کوشش کی۔ لیکن فون مسلسل انگیج ملا۔ خوش رہنا' محبتوں کے ساتھ۔ تمہارا ہنری۔''

(دس بج کر پندرہ منٹ)

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ احمقوں کی طرح بیٹھی رہی۔ پل کی جانب سے پھر گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ بستر سے اتری اور لڑکھڑاتی ہوئی کھڑکی کی طرف بڑھی۔ اس نے کھڑکی سے برج کے ہیولے کو دیکھا۔ پھر اسے ٹرین نظر آئی۔ آواز تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ اسے کھڑکی اور دیوار تک میں ارتعاش محسوس ہوا۔ وہ وہاں کسی سحر زدہ معمول کی طرح کھڑی رہی۔ گزری ہوئی باتوں کے الگ الگ ٹکڑے بغیر کسی خاص ترتیب کے اس کی سماعت میں گونج رہے تھے۔ ''ٹھیک ہے' میں ٹرین کے پل پر سے گزرنے کا انتظار کروں گا..... ہمارے کلائنٹ نے کہا ہے کہ مطلع صاف ہے..... آج رات کا پروگرام سیٹ ہے جارج..... ہنری کہاں ہے؟..... مسٹر اسٹیفن تو دن بھر دفتر میں نہیں آئے۔ بس چند منٹ کے لئے آئے..... ہنری کسی بہت بڑے چکر میں پھنس گیا ہے..... مجھے افسوس ہے ڈارلنگ' ٹرین کے ذریعے روانہ ہو رہا..... میں ٹرین کے پل پر پہنچنے تک انتظار کروں گا.....'' وہ کراہی۔ ایک جھٹکے نے اسے جیسے دوبارہ حقیقی دنیا میں لا پھینکا' اس نے ریسیور اٹھایا اور بے حد غیر ہموار انداز میں ڈاکٹر فلپ الیگزینڈر کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ وہ انداز اس کے اندر کے اضطراب کا غماز تھا۔

''میں..... میں بہت زیادہ خوف زدہ ہوں'' وہ کمزور لہجے میں ڈاکٹر سے کہہ رہی تھی ''میرا دل بہت زور سے دھڑک رہا ہے۔ تکلیف بھی ہے دل میں۔ پھیپھڑے' ایسا لگتا ہے کہ گہری سانس لوں گی تو پھٹ جائیں گے۔ جسم لرز رہا ہے۔ ریسیور پکڑنا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔''

''ارے مسز اسٹیفن' ایسی بات نہیں۔ آپ جتنا سمجھ رہی ہیں اتنی بیمار نہیں ہیں'' ڈاکٹر نے اسے تسلی دی ''اور آپ کی ملازمہ کہاں ہے؟ وہ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی آج؟ مجھے یقین ہے کہ کوئی ساتھ ہو گا تو آپ بہتر محسوس کرنے لگیں گی.....''

''یہاں تو کوئی بھی نہیں۔ میں اکیلی ہوں'' لیونا تقریباً رو دی۔ ''اور میری طبیعت بھی بہت خراب ہے۔ میں چاہتی ہوں۔ تم فوراً یہاں آ جاؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

''یہ تو ممکن نہیں ہے۔'' ڈاکٹر نے نرم لہجے میں کہا ''اگر میں ضرورت سمجھتا تو ضرور آ جاتا لیکن میرے خیال میں یہ ضروری نہیں۔ آپ کو محض اعصابی کمزوری کی شکایت ہے۔ آپ خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کریں چند منٹ میں ہی آپ خود کو بہتر محسوس کریں گی۔ چاہیں تو دو ٹکیاں برومائڈ کی لے لیں۔ اعصاب کو فائدہ پہنچے گا۔''

''لیکن ڈاکٹر تم جانتے ہو کہ میں بیمار ہوں'' لیونا چلائی ''اتنے عرصے سے تمہارے زیر علاج ہوں میں۔ اس وقت ضرورت کے موقع پر آنے سے کیسے انکار کر سکتے ہو؟ کیسے ڈاکٹر ہو تم؟''

ڈاکٹر فلپ نے بھنچی ہوئی آواز میں کہا ''دیکھیں مسز اسٹیفن، میرے خیال میں وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنی بیماری کے سلسلے میں حقیقت پسندی سے کام لیں اور مجھ سے اور مسٹر اسٹیفن سے تعاون کریں۔''

''کیا مطلب؟ کیسا تعاون؟''

ڈاکٹر حیران رہ گیا ''میرا مطلب آپ سمجھ رہی ہوں گی۔ میں نے ایک ہفتہ پہلے آپ کے شوہر کو سب کچھ بتا دیا تھا۔''

''لیکن میرے شوہر نے تو مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا۔''

ڈاکٹر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا ''میں نے انہیں سب کچھ بتا دیا تھا اور انہوں نے مجھ سے وعدہ...... کیا واقعی انہوں نے آپ کو کچھ نہیں بتایا؟''

''کیا معموں میں بات کر رہے ہو؟ کیا سب کچھ بتا دیا تھا؟''

''عجیب بات ہے مسز اسٹیفن۔ میں نے آپ کے کیس پر آپ کے شوہر سے تفصیلی اور مکمل گفتگو کی تھی۔ یہ دس دن پہلے کی بات ہے، وہ میرے پاس آئے تھے۔''

''تم نے کیا بتایا تھا اسے؟''

''دیکھیں خاتون، اس وقت تو میں تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ آپ خود کو سنبھالیں۔ سکون سے نیند لیں۔ کل اس سلسلے میں بات کریں گے۔''

''نہیں، بات اسی وقت ہو گی۔ سنا تم نے'' لیونا نے سخت لہجے میں کہا ''تمہارا کیا خیال

ہے، میں اس طرح رات گزار سکوں گی لاعلمی میں؟ ساری رات سوچتی رہوں گی کہ نہ جانے برا کیا حشر ہونے والا ہے۔''

''ٹھیک ہے مسز اسٹیفن' آپ مصر ہیں تو یوں ہی سہی۔ وہ آپ کے مرض کی تشخیص کے سلسلے میں میرے پاس آئے تھے'' ڈاکٹر نے کہا ''انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے ڈیڈی نے انہیں بتا دیا تھا کہ آپ پر بچپن ہی سے دورے پڑتے ہیں۔ ایسے وقفے بھی آئے ہیں جب آپ کی صحت بہت اچھی رہی ہے، اور یہ کہ شادی سے پہلے انہیں، آپ کے دل کی پرابلم کا علم نہیں تھا۔ آپ کے ڈیڈی نے انہیں شادی والے دن بتایا تو انہیں شاک لگا تھا۔''

''ہاں۔ میرے ڈیڈی کی صاف گوئی بہت کھردری ہوتی ہے۔''

''آپ کے شوہر کا کہنا ہے کہ شادی کے بعد آپ پر پہلا اٹیک ہنی مون سے واپسی کے ایک ماہ بعد ہوا تھا۔''

''جی ہاں مجھے یاد ہے...... اور اس پر افسوس بھی ہے۔''

''اور سبب یہ تھا کہ آپ کے شوہر آپ کے ڈیڈی کی فرم سے تعلق توڑنا چاہتے تھے، اور آپ یہ بات سننے کو بھی تیار نہیں تھیں؟''

''جی ہاں۔ لیکن وہ ہنری کی حماقت تھی......''

''میرا خیال ہے، ان کے آپ کے ڈیڈی سے اختلافات تھے۔''

''ہاں'' لیونا نے ہچکچاتے ہوئے کہا ''ہنری کا خیال تھا کہ ڈیڈی نے اسے ناکافی ذمے داری سونپی ہے۔ احمقانہ بات تھی۔''

''آپ کے شوہر کا خیال مختلف ہے۔''

''ہوتا رہے۔ ڈیڈی نے اسے نائب صدر کا عہدہ دیا۔ خوب صورت ترین آفس دیا......''

''بہر حال ان کی پہلے آپ کے ڈیڈی سے اور پھر آپ سے لڑائی ہوئی۔ نتیجہ...... آپ پر اٹیک ہو گیا۔''

''جی ہاں۔ مجھ سے لڑائی جھگڑے برداشت نہیں ہوتے۔''

''آپ کے شوہر نے بھی یہی اندازہ لگایا تھا'' ڈاکٹر نے خشک لہجے میں کہا ''اور وہ بھی جھگڑالو نہیں۔ میرے خیال میں وہ مضبوط اور ذہین آدمی ہیں۔ بہر حال ان کے بیان کے مطابق اس کے بعد اپارٹمنٹ والے اختلاف تک آپ پر کوئی اٹیک نہیں ہوا۔''

''ہاں۔ ہنری کی حماقت تھی وہ بھی۔ وہ مجھے ڈیڈی کے گھر سے کرائے کے اپارٹمنٹ میں لے جانا چاہتا تھا جب کہ ہم وہاں عیش کر رہے تھے اور ڈیڈی نے ہمیں کبھی کوئی زحمت بھی نہیں دی تھی۔''

''بہر حال، اس پر جھگڑا ہوا تھا آپ کا؟''

''ہاں۔ اور میں پھر بیمار پڑ گئی تھی۔''

''آپ کے شوہر نے بھی یہی بتایا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کے بعد انہوں نے آپ سے اختلاف نہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ مگر اس کے بعد آپ کی صحت گرتی چلی گئی۔ بد سے بدتر ہوتی گئی اور اب آپ مستقل بیمار رہتی ہیں۔ قدرتی بات ہے، وہ مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔ اسی لئے میرے پاس آئے تھے۔''

''ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔''

ڈاکٹر نے کھنکار کر گلا صاف کیا ''میں نے آپ کے شوہر سے کہا کہ مجھے اندازہ ہے، وہ کتنے پریشان رہے ہیں۔ میں نے پوچھا، آپ نے کبھی اپنی بیوی کو چھوڑنے کا بھی سوچا؟''

لیونا کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔

''انہوں نے نفی میں جواب دیا'' ڈاکٹر نے اپنی بات جاری رکھی ''میں نے انہیں بتایا کہ میرے خیال میں آپ کا علاج یہی ہے۔ سن رہی ہیں آپ' میرے خیال میں آپ کے شوہر ہی آپ کے جذباتی انتشار کا سبب ہیں۔ وہ کہیں چلے جائیں تو آپ کی حالت خود بخود بہتر ہو جائے گی۔''

''کتنی خوف ناک بات کہی تم نے'' لیونا نے بھیگی ہوئی آواز میں سرگوشی کی۔

''آپ کے شوہر کا خیال تھا کہ یہ صدمہ آپ کے لئے جان لیوا ثابت ہوگا۔ اس پر میں نے انہیں سمجھایا کہ ممکن ہے، شروع میں آپ کی حالت بگڑ جائے۔ مگر آگے جا کر یہ شاک پ کے لئے فائدہ مند ہی ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں معزز خاتون، میں نے انہیں حقیقت دی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دل میں کوئی خرابی نہیں ہے.....''

''کیا!''

''جی ہاں۔ آپ کا دل نارمل ہے..... طاقت ور۔''

''یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم؟ میں برسوں سے بیمار ہوں؟''

''یہ بیماری ذہنی ہے۔''

''ذہنی؟'' لیونا نے دہرایا ''یہ بکواس اور ڈاکٹر بھی کرتے رہے ہیں۔''

''جی ہاں۔ پلیز، معقولیت سے کام لیں۔ آپ کو نقصان کوئی نہیں پہنچانا چاہتا۔ ڈاکٹر تو حقیقت ہی بتائے گا.....''

''میں نہیں مانتی۔ میں نہیں مانتی'' لیونا چلائی۔

''بہر حال میرا مشورہ ہے کہ آپ اس سلسلے میں مسٹر اسٹیفن سے بات کریں۔''

''کیسے کروں؟ وہ یہاں ہے ہی نہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔'' لیونا نے فریاد کی۔

''توکل سہی۔''

''تم.....'' اس نے ریسیور زور سے کریڈل پر پٹخا۔

وہ بڑی بے یقینی سے ٹیلی فون کو دیکھ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ یہ منحوس آلہ صرف اسے اذیت پہنچانے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اسے غصہ آ رہا تھا۔ اس کے غرور کو ٹھیس پہنچی تھی۔ اس کا وجود بے شمار شکوک کی رزم گاہ بن گیا تھا۔ ممکن ہے، بچپن میں وہ بیماری کو خود پر طاری کرتی رہی ہو۔ بڑھا چڑھا کر پیش کرتی رہی ہو۔ مگر اب وہ سچ مچ بیمار تھی۔ یہ کوئی ڈراما نہیں تھا۔ اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس جگہ کو ٹٹولا جہاں درد ہو رہا تھا۔ اس نے گہری سانس

لی۔ درد میں اضافہ ہو گیا۔

ڈاکٹر فلپ احمق تھا۔ کتنی خوفناک باتیں کہیں اس نے ہنری کو ناخوش رکھنے کا الزام بھی اس پر ڈال دیا۔ کیا وہ اسے دانستہ اپ سیٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا؟ اس کو کسی ذہنی بحران میں مبتلا کرنا چاہتا تھا؟ ایسا ہے تو اس کی رپورٹ کی جانی چاہئے، میڈیکل ایسوسی ایشن کو! ڈاکٹر کیا جانے؟ میں ہنری کو ساتھ لے کر اس کا سامنا کروں گی۔ میں بیمار ہوں، اور ہنری مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میری مدد کرنا چاہتا ہے۔ یہی بات ہے اور کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ اچانک اس کی آنکھوں میں ضد چمکی۔ اس نے چادر ہٹائی، ایک پاؤں نیچے لٹکا کر فرش پر ٹکایا۔ پھر دوسرا۔ وہ سانس روک کر کھڑی ہوئی اور کھڑکی کی طرف ایک قدم بڑھایا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی چیخی۔

وہ پھر بیڈ پر آ بیٹھی۔ اس نے اکھڑی ہوئی سانسوں کو درست کرنے کی کوشش کی۔ فون کی گھنٹی شور مچائے جا رہی تھی۔ ''میں کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی۔'' اس نے چیخ کر کہا۔ ''مجھے نفرت ہے سب سے۔'' لیکن گھنٹی بجتی رہی۔ پھر گھنٹی کی آواز سے ملی جلی مخصوص جانی پہچانی دھمک کی آواز سنائی دی۔ ٹرین پل پر سے گزری تو پوری عمارت لرزتی محسوس ہوئی۔ فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

(دس بج کر تیس منٹ)

''ہیلو؟'' اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''مسز اسٹیفن؟''

اس بار اسے آواز پہچاننے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی۔ ''جی مسٹر ایوانز، میں مسز اسٹیفن بول رہی ہوں۔''

''مسٹر اسٹیفن آ گئے؟''

''نہیں۔'' لیونا نے کشیدہ لہجے میں کہا۔'' اور اب وہ کل ہی گھر واپس آئیں گے۔ مسٹر ایوانز، خدا کے لئے مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے! تم ہر پانچ منٹ بعد ہنری کو کیوں فون

ر ہے ہو؟''

ایوانز نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔'' سوری مسز اسٹیفن۔ میرا مقصد آپ کو ٹرب کرنا نہیں تھا۔''

''لیکن میں ڈسٹرب ہو رہی ہوں۔'' وہ چلائی۔ ''اور میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے ب کچھ......''

''یہ مسٹر اسٹیفن کے لئے بے حد کڑا وقت ہے۔'' ایوانز نے سوگواری سے کہا۔ ''اگر پ انہیں میرا پیغام......''

''میں اب کوئی پیغام نوٹ نہیں کر سکتی۔ میں بہت اپ سیٹ ہوں......''

''مسز اسٹیفن، آپ کوشش کریں۔ یہ بہت اہم بات ہے۔''

''آپ کو کیا حق......''

مگر ایوانز اس کی سنے بغیر اپنی کہے جا رہا تھا۔ ''پلیز، مسٹر اسٹیفن سے کہیے گا کہ ڈنہم س کا مکان جل چکا ہے۔ میں نے آج شام اسے آگ لگا دی......''

''کیا......کیا؟ وہ بری طرح چونکی۔

''اور انہیں بتائیے گا کہ میرے خیال میں مورانو نے ہم سے غداری نہیں کی۔ اس نے لیس میں مخبری نہیں کی کیوں کہ وہ پہلے ہی گرفتار ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب رقم کی فکر کرنے کی بھی رورت نہیں......''

''یہ مورانو کون ہے؟''

ایوانز نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا۔ ''اور ان سے کہئے گا کہ میں فرار ہو گیا تھا اور ا الوقت میں ٹن کے پتے پر موجود ہوں۔ مگر رات بارہ بجے کے بعد وہاں نہیں ہوں گا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے رابطہ کرنا چاہیں تو فون نمبر ۵۱۱۳۳ پر کریں۔ نمبر نوٹ کر لیں......''

''لیکن یہ سب کیا ہے؟'' لیونا نے احتجاج کیا۔

''بس اتنا کوفی ہے۔اب آپ ذرا دہرا دیں......''

''دہراؤں؟ دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟''لیونا نے چیخ کر کہا۔''تمہیں یہ بھی احساس نہیں کہ میں بیمار ہوں۔چل پھر بھی نہیں سکتی۔میں یہ سب برداشت ''

''میں جانتا ہوں۔''ایوانز نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔''مسز اسٹیفن،میں خاصے عرصے سے آپ کی بدقسمتی سے آگاہ ہوں۔''

''اوہ......تم میرے متعلق جانتے ہو! جب کہ میں نے پہلے کبھی تمہارا نام بھی نہیں سنا۔''لیونا نے جھنجھلا کر کہا۔

''مجھے آپ کی پوزیشن کا احساس ہے مسز اسٹیفن،لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں مسٹر اسٹیفن پوری طرح قصوروار نہیں ہیں۔''

''خدا کے لئے،معموں میں باتیں مت کرو۔چکر کیا ہے؟''

''میرا خیال ہے مجھے بتا ہی دینا چاہئے۔''ایوانز نے پرخیال لہجے میں کہا۔''اس سے پہلے کہ پولیس حقائق کو گڈمڈ کردے۔''

''پولیس!''

ایک لمحے کے توقف کے بعد ایوانز نے کہا''مسز اسٹیفن' آپ پینسل سنبھال لیں۔میں جو کچھ بتاؤں گا،اس میں بعض ناموں اور جگہوں کی بڑی اہمیت ہے۔اب غو سے سنیں......میں اپنی کہانی وہاں سے شروع کروں گا جب میں پہلی بار مسٹر اسٹیفن سے ملا۔یہ...... ۱۲ اکتوبر ۴۶ء کی بات ہے۔مقام ہے آپ کے ڈیڈی کی الی نوائس والی فیکٹری۔میں چھٹی ہوجانے کے باوجود کام کررہا تھا۔کچھ فارمولے تھے،جنھیں چیک کر تھا۔اچانک عقب میں آہٹ ہوئی۔آنے والے مسٹر اسٹیفن تھے۔

''گڈ ایوننگ! اتنی دیر تک کام کررہے ہو؟''

''جی مسٹر اسٹیفن۔یہ ضروری ہے۔''میں نے بتایا کہ رات تک کام کرنے کا عادی ہوں۔

''میں اس لیبارٹری کے بارے میں بہت دن سے متجسس ہوں۔''انہوں نے لیبارٹری

جائزہ لیتے ہوئے کہا۔''پہلی بار اسے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔''

مجھے خوشی ہوئی۔میرے کام میں کم ہی لوگ دلچسپی لیتے تھے اور پھر مسٹر اسٹیفن سٹر کورنیل کے داماد تھے۔اس لئے ان کی دلچسپی اور اہم ہوگئی۔میری لیبارٹری بہت بصورت تھی۔میں نے کہا۔''کوئی خاص چیز جو آپ دیکھنا چاہیں؟''

''نہیں۔بس اس ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں شروع ہی سے متجسس رہا ہوں۔آپ ہاں کرتے کیا ہیں؟''

''ہمارا کام نارکوٹکس کی کیمسٹری سے متعلق ہے۔''میں نے بتایا۔''نارکوٹکس کے رے میں کہا جاتا ہے کہ یہ انسانوں کے لئے ضرر رساں ہے لیکن لازمی طور پر ایسا نہیں ہے۔مناسب ڈوز ہو تو ان میں سے بیشتر انسانوں کے لئے سکون بخش ہوتے ہیں۔کورنیل کمپنی کی چند مصنوعات میں ان کا استعمال ہوتا ہے۔''

وہ مسکرائے۔''دیکھو ایوانز میری زندگی دواؤں کے درمیان گزری ہے۔تم مجھے تفصیل سے بتاؤ یہاں کیا ہوتا ہے۔''

میں نے کہا۔''یہاں ہم افیون سے مختلف منشیات تیار کرتے ہیں۔اس سے چوبیس طرح کی قلمیں بنتی ہیں۔مارفین،کوڈین......''

''اس کا مطلب ہے یہاں نارکوٹکس خاصی مقدار میں ہوتی ہوگی۔''

''جی ہاں۔اور یہ مجھ پر بڑی بھاری ذمے داری ہے۔'' ''تو تم ان مختلف قلموں کا کیا کرتے ہو؟''

''دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں۔''

''نہیں۔میرا مطلب ہے فیکٹری میں استعمال ہونے سے پہلے یہ منشیات یہاں شیشیوں میں رکھی رہتی ہیں؟''

''یہ......یہ ایک راز ہے۔''

''ہونا بھی چاہیے۔''مسٹر اسٹیفن نے کہا۔''ٹھیک ہے،میں مسٹر کورنیل سے پوچھ

لوں......"

"یہ بات نہیں۔ میں دراصل یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کتنی احتیاط برتی جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے مسٹر کوریٹل کے داماد سے تو یہ بات نہیں چھپائی جاسکتی تھی!" میں دروازے کے سامنے والی دیوار کی طرف بڑھا اور لائٹ کے سوئچ کے اوپر ایک چھوٹے سے سوراخ میں چابی لگادی۔ چابی گھمانے پر دیوار کا ایک حصہ پھسلا اور وہ بہت بڑا سیف نمودار ہوا جس میں نارکوٹکس رکھی جاتی تھیں۔

مسٹر اسٹیفن یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ "اتنی خطرناک چیزیں تمہاری تحویل میں رہتی ہیں! تمہیں پریشانی نہیں ہوتی؟"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ بھاری ذمے داری ہے لیکن یہ سیف کوئی اور نہیں کھول سکتا۔ اس کے کامبی نیشن کا علم صرف مجھے ہے۔"

"اس میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ تم ضرورت سے کم یا زائد نارکوٹکس بھی تو بھجوا سکتے ہو۔ اس صورت میں دوا ضرررساں بھی ثابت ہوسکتی ہے۔"

"اس کا کوئی امکان نہیں۔" میں نے انہیں یقین دلایا۔ "فارمولے میرے پاس موجود ہیں۔ نشہ آور ادویہ پیمانے کے عین مطابق بھجوائی جاتی ہیں۔ میں یہاں پندرہ سال سے کام کررہا ہوں۔ اب تک مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔"

"بہت خوب!"

اس کے بعد وہ کئی بار میری لیبارٹری میں آئے۔ ان کا انداز میرے ساتھ دوستانہ ہوتا تھا۔ میں نے انہیں کئی کیمیاوی عمل دکھائے کہ کیسے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی دواؤں کے تجربے کی وجہ سے بہت پیچیدہ چیزوں کو بہت آسانی سے سمجھ لیا۔ میرے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ اتنا بڑا آدمی میرے کام میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

لیونا نے سوچا، تم نے مجھے کوئی نئی بات نہیں بتائی ایوانز۔ ہنری ایسا ہی ہے۔ بچوں کی طرح متجسس اور سائنس دانوں کی طرح جزئیات اور تفصیلات میں دلچسپی لینے اور انہیں ذہن

شیئر کرنے والا۔ وہ کمپنی کے متعلق سب کچھ سمجھنا اپنی ذمے داری تصور کرتا ہے۔ ڈیڈی سے مداخلت بے جا سمجھتے ہیں۔ یہی بات ان کے درمیان جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ ہنری سمجھتا ہے کہ ڈیڈی اس سے چڑتے ہیں۔ اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس نے ڈاکٹر فلپ کو بھی یہی بتایا ہے اور ممکن ہے، ڈیڈی کا رویہ کچھ نامناسب ہی ہو۔

ایوانز کہہ رہا تھا۔ "اس پہلی ملاقات کے ایک ماہ بعد کی بات ہے۔ میں پلانٹ کے باہر بس کا انتظار کررہا تھا۔ بارش بہت شدید ہورہی تھی اور سردی بہت زیادہ تھی۔ اچانک ایک سیاہ سیڈان میری قریب آکر رکی۔ کسی نے پکارا۔ "ایوانز۔" وہ مسٹر اسٹیفن تھے۔

"آؤ...... میں تمہیں لفٹ دوں۔"

"آپ کی بڑی مہربانی۔ مگر میں آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتا۔ اچھا ایسا کریں، مجھے کسی بس تک پہنچادیں۔"

"نہیں۔ میں تمہیں گھر تک پہنچاؤں گا۔ دراصل مجھے تنہا ڈرائیونگ بہت بری لگتی ہے۔"

میں گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی کی خوبصورتی کو نہ سراہنا ممکن نہیں تھا۔

"میری بیوی کی ہے۔" کار کی تعریف کے جواب میں انہوں نے کہا۔

"میں نے کبھی کار نہیں رکھی۔ کاریں مجھے ذرا پیچیدہ لگتی ہیں۔ مجھے تو گھوڑے اچھے لگتے ہیں۔ موقع ملے تو کبھی بنواؤں بہت خوب صورت سی۔" مسٹر اسٹیفن نے مجھے ٹوکا نہیں۔ میں گھوڑوں اور زمینوں کے متعلق نجانے کہاں کہاں کی ہانکتا رہا۔ "چند سال پہلے میں چھٹیاں گزارنے انگلینڈ گیا۔ میں نے ڈورکنگ کے نزدیک ایک جاگیر چنی۔ اس میں چراگاہ بھی تھی، سایہ دار درخت بھی اور پانی کا ایک خوبصورت چشمہ بھی۔ اب یونہی تفریحاً گاہے بہ گاہے اس کی قیمت معلوم کرتا ہوں۔ حالاں کہ جانتا ہوں میں کبھی اسے خرید نہیں سکوں گا۔ بس میں اس کے متعلق منصوبے بنا کر خوش ہولیتا ہوں کہ وہاں یہ کروں گا اور وہ کروں گا......"

‘‘تمہارا خیال درست ہے۔’’ انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ‘‘میرے سسر کے لئے کام کر کے تم کبھی اس جاگیر کو حاصل نہیں کر سکتے۔’’

میں شرمندہ ہو گیا۔ ‘‘جی ہاں۔ میں جانتا ہوں۔’’

انہوں نے پھر مجھے بغور دیکھا۔ اس بار میں نے بھی ان کی طرف دیکھا۔ لگ رہا تھا وہ جیسے کسی بات کے بارے میں سوچ رہے ہوں کہ کریں یا نہ کریں۔ پھر انہوں نے جو کچھ کہا، اس نے متحیر کر دیا۔ ‘‘ایوانز، تمہارے اور میرے درمیان بہت کچھ مشترک ہے۔’’

اس کے بعد خاموشی رہی۔ گاڑی میرے مکان کے سامنے رکی۔ میں نے کار کا دروازہ کھولا تو انہوں نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ ‘‘ایک منٹ ایوانز۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔’’

‘‘ضرور مسٹر اسٹیفن۔’’ میں نے دروازہ بند کر دیا۔

‘‘ایوانز، میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔ اگر وہ کار آمد ہے تو تم انگلینڈ میں وہ جاگیر خرید سکتے ہو اور مجھے...... خیر میرا چھوڑو۔ یہ تم بتاؤ گے کہ میرا آئیڈیا قابل عمل ہے یا نہیں۔ صرف تم ہی یہ بات بتا سکتے ہو۔’’ اب وہ بہت سنجیدہ تھے۔ ان کی آنکھیں جیسے میرے وجود کے پار اتر رہی تھیں۔ میرے بازو پر ان کی گرفت اتنی سخت ہوتی گئی کہ مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی۔

‘‘آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔’’ میں نے بہ مشکل پوچھا۔ ان کے انداز نے مجھے ڈرایا تھا۔

‘‘میں کہنا چاہتا ہوں کہ صرف چند غلطیاں کرنے سے تمہیں اپنے خواب کی تعبیر مل سکتی ہے۔’’

‘‘غلطیاں؟’’ حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔ ‘‘میں آپ کا مطلب بالکل نہیں سمجھا۔’’

‘‘کورٹیل کمپنی کی دواؤں میں منشیات کی جو مقدار استعمال ہوتی ہے، اس میں غلطی...... اضافے کی نہیں، تخفیف کی غلطی۔’’

‘‘خدا کی پناہ! نہیں!’’ میں کانپ اٹھا۔ ‘‘میں نے کبھی سوچا بھی......’’

‘‘تمہارے اور میرے علاوہ کسی کو پتا نہیں چلے گا۔’’ انہوں نے کہا۔ ‘‘میری طرح تم

بھی یہ بات سمجھتے ہو کہ مقدار میں کمی انسانوں کے لئے بہتر ثابت ہو گی۔ کورٹیل کمپنی تک کو دواؤں میں کسی فرق کا علم نہیں ہو گا۔ اور جو منشیات تم بچاؤ گے، ان سے تم اپنے خواب کی تعبیر خرید سکو گے...... انگلینڈ میں جاگیر، اصطبل اور بہترین نسل کے گھوڑے......’’

نہیں...... ناممکن ہے! یہ شخص پاگل ہے۔ لیونا کے اندر کسی نے چیخ کر کہا۔ یہ شخص ہنری پر کیسا الزام لگا رہا ہے! یہ پاگل ہے۔ لیکن اس خرافات کی تہ میں کچھ نہ کچھ حقیقت تو ہو گی۔ ہنری کا اس سے کچھ تعلق تو ہو گا۔ جیننگ نے بتایا تھا کہ یہ ہر ہفتے ہنری کو فون کرتا ہے۔

ایوانز کی دھیمی آواز اس کے کانوں میں اتر رہی تھی۔ ‘‘میں دہشت زدہ بھی تھا اور سحر زدہ بھی۔ انہوں نے وار اتنا اچانک کیا تھا کہ میں سوچ بھی نہیں پایا۔ مجھے وقت درکار تھا۔ بہر حال میں نے کہا ‘‘میں نہیں سمجھتا کہ یہ کام اتنی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔’’

‘‘کیا بات کر رہے ہو! تم جیسے قابل اور ذہین کیمسٹ کے لئے تو یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔’’

میں اعتراف کر رہا ہوں کہ ان کے پھینکے ہوئے مکھن پر میرے پاؤں رپٹ گئے۔ میری اور کیمسٹری کے ان کرشموں کی کبھی کسی نے تعریف نہیں کی تھی جنہوں نے کورٹیل کمپنی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا۔

‘‘کیا آپ کے خیال میں میں واقعی اچھا کیمسٹ ہوں؟’’ میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

‘‘میں جانتا ہوں کہ تم بہترین کیمسٹ ہو۔’’ انہوں نے جلدی سے کہا۔ ‘‘میں نے تمہیں کام کرتے دیکھا ہے۔ میں نے تمہارا ریکارڈ بھی دیکھا ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ تمہیں شایان شان معاوضہ نہیں مل رہا ہے۔’’

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ ترغیب بڑی ظالم شے ہوتی ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ مجھ سے جو کچھ کرنے کے لئے کہا جا رہا تھا، وہ میرے لئے بہت آسان تھا۔ میں ہچکچایا۔ میں نے کار سے اترنے کے لئے دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

‘‘ایوانز، بے وقوف نہ بنو۔’’ مسٹر اسٹیفن نے کہا۔ ‘‘میں نے اس سلسلے میں کسی اور سے

بات بھی کرلی ہے۔"

میں حیران رہ گیا۔"کسی اور سے؟ خدا کی پناہ!"

"نہیں سمجھے۔ہم مال نکالیں گے لیکن بیچے گا تو کوئی اور میں یہ تو نہیں جانتا کہ ایسا مال کہاں اور کیسے بیچا جاتا ہے۔کم از کم فی الوقت تو میں بے خبر ہوں۔جس شخص سے میں نے بات کی ہے اس کا نام مورانو ہے۔منافع تین حصوں میں تقسیم ہوگا......"

یہ شخص یقیناً پاگل ہے، لیونا سوچ رہی تھی۔ممکن ہے یہ کوئی ایسا شخص ہو جسے کورٹیل کمپنی سے نکال دیا گیا ہو، اور اس صدمے سے اس کا دماغ چل گیا ہو۔کیسی ناقابل یقین کہانی ہے! جیسے کوئی فلم ہو......

"میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی" ایوانز کہہ رہا تھا "اگر یہ بات کہنے والا مسٹر اسٹیفن کے علاوہ کوئی ہوتا تو مجھے اتنا شاک نہ لگتا لیکن وہ طاقت ور شخص، جو ایک کروڑ پتی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، اس کے ذہن میں ایسی اسکیم کا پلنا!

"آپ مجھے آزما رہے ہیں۔مجھ سے مذاق کررہے ہیں مسٹر اسٹیفن۔" میں نے مرے مرے لہجے میں کہا۔"آپ جیسا آدمی کیوں اس گندگی میں پڑے گا! آپ میری وفاداری آزما رہے ہیں۔مجھے یہ بات پسند نہیں آئی سر۔"

ان کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ نظر آئی "ایوانز! تمہیں وہ جاگیر چاہیے۔مجھے بھی کچھ چاہیے۔جانتے ہو کیا؟ دولت! جو میری اپنی ہو اور میں دولت حاصل کرکے رہوں گا۔دولت جتنی جلد مل جائے اور جتنی آسانی مل جائے بہتر ہے، بس اتنی سی بات ہے، مجھے دولت چاہیے، اب باقی باتیں تمہارے گھر میں ہوں گی۔"

"ایک منٹ" میں نے گڑگڑا کر کہا "اور ہم پکڑے گئے تو؟"

"ایسا نہیں ہوگا۔اب چلو" انہوں نے کہا۔

"اور مسز اسٹیفن، ہم واقعی پکڑے نہیں گئے۔۱۵ دسمبر ۴۵ء سے ۳۰ اپریل ۴۶ء تک میں اپنا کام بہت آسانی سے کرتا رہا۔میں مارفین کی مختلف قلموں کو بے ضرر پاؤڈر اور

مائعات سے تبدیل کرتا۔یہ کام میں عام طور پر رات کو کرتا اپنے ماتحتوں کی چھٹی کرنے کے بعد میری طرف کبھی کوئی متوجہ نہیں ہوا۔منشیات کے پیکٹ میں مسٹر اسٹیفن کے سپرد کردیتا تھا۔ہر جمعہ کے دن وہ اس پیکٹ کو مورانو کو کب اور کہاں دیتے تھے اس کا مجھے علم نہیں۔میں نے مورانو کو دیکھا بھی نہیں تھا۔تیس اپریل تک میں پندرہ ہزار ڈالر بچا چکا تھا مجھے خود بھی یقین نہیں آتا تھا، میرا خواب سچ ہونے والا تھا۔

پھر ایک روز مجھے ایک دفتری لیٹر ملا کہ میرا تبادلہ نیوجرسی پلانٹ میں کیا جارہا ہے۔لیٹر کے مطابق مجھے وہاں بھی نارکوٹکس لیبارٹری کا چارج دیا جارہا تھا، پھر بھی میں خوف زدہ ہوگیا۔تبادلے کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں تھی اور اس میں کمپنی کا کوئی فائدہ بھی مجھے نظر نہیں آرہا تھا۔جیسے ہی مجھے موقع ملا میں مسٹر اسٹیفن سے ملنے چلا گیا، میں نے ان کے سامنے ٹرانسفر لیٹر رکھ دیا۔

"تم نے ٹرانسفر کی درخواست دی تھی؟" انہوں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"ہرگز نہیں، میں تو اس ٹرانسفر کی وجہ سے پریشان ہوں۔میرا خیال ہے کسی کو شک ہوگیا ہے۔"

"ایسا ہوتا تو اب تک پولیس تمہیں پکڑ چکی ہوتی۔خیر میں چیک کروں گا۔مجھے یہ ٹرانسفر معمول کی کارروائی معلوم ہوتی ہے۔پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

ان کی یقین دہانی سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ان کے اعصاب آہنی تھے، میرے نہیں تھے۔میں نے کہا "مجھے تو یہ خرابی کی علامت معلوم ہورہی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ اب ہمیں یہ سلسلہ روک دینا چاہیے مسٹر اسٹیفن، میں اب مزید یہ کام نہیں کرسکتا۔ایک تو میں آپ کی طرح جوان نہیں ہوں، دوسرے میرے پاس اتنی رقم ہوگئی ہے کہ انگلینڈ جاکر وہ جاگیر خرید سکتا ہوں۔میں نیوجرسی جانے کے کچھ عرصے بعد استعفادے دوں گا۔"

مسٹر اسٹیفن کے ہونٹوں پر بے حد سرد مسکراہٹ لرزی۔"ایوانز!" ان کے لہجے میں

تنبیہ تھی ''تم یہ کام اس وقت چھوڑو گے جب میں چھوڑنے کو کہوں گا، یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لو۔''

وہ دروازے تک گئے، دروازہ کھول کرانہوں نے ادھرادھر دیکھا پھر مطمئن ہوکرواپس آئے اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ان کے ہونٹوں پر اب بھی سرد اور بے رحم مسکراہٹ تھی

''ایوانز، مجھے تمہاری ضرورت ہے، میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔تم تھوڑے پر قناعت کرسکتے ہو، میں نہیں کرسکتا مجھے اور زیادہ چاہئے، بہت زیادہ۔اور میں حاصل کرکے رہوں گا، اب تک ہمیں کم ملتا رہا ہے، میں جانتا ہوں کہ منافع کیسے بڑھایا جاسکتا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''تم نے بھی مجھے آئیڈیا سمجھایا ہے، تمہارا ٹرانسفر بری نہیں مبارک علامت ہے، یہ ہمیں دولت کے ڈھیر کی طرف بڑھنے کا اشارہ کررہی ہے اور جب مجھے وہ ڈھیر مل جائے گا میں تمہیں اجازت دے دوں گا۔اگر تم میری ہدایات پر عمل کروگے تو زیادہ دن نہیں لگیں گے۔'' وہ دھیمی آواز میں باتیں کررہے تھے مگر ان کے لہجے میں استقلال تھا، ان کی آنکھوں میں دیوانگی کی چمک تھی۔

''پلیز مسٹر اسٹیفن ! میرا خیال ہے یہ سلسلہ جاری رکھنا دانش مندی کے خلاف ہے۔میں مانتا ہوں کہ اب تک کام بہت آسان رہا ہے لیکن اس سے ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے اور پھر آپ مورانو پر کہاں تک اعتبار کرسکتے ہیں۔''

''مورانو، وہ معمولی سا گینگسٹر۔'' وہ غرائے ''وہ ہمیں کھلونوں کی طرح استعمال کررہا ہے۔خطرہ ہم مول لیتے ہیں اور برابر کا مفت کا منافع وہ گھسیٹ لیتا ہے۔'' وہ اٹھے اور کھڑکی کی طرف چلے گئے۔اس کھڑکی کے سامنے پلانٹ کی عمارت تھی، انہوں نے پیٹھ میری طرف کئے کئے کہا ''اب مورانو مجھے غیر ضروری معلوم ہوتا ہے، واقعی ہے بھی غیر ضروری۔'' پھر وہ پلٹے ''تم نیوجرسی چلے جاؤ گے تو مورانو سے جان چھوٹ جائے گی۔''

میں نے کہا ''مورانو جیسے لوگوں سے ایک بار ناتا جوڑ کے توڑنا آسان نہیں

ہوتا۔ایسے لوگ گروپ کی شکل میں ہوتے ہیں اور انسانی جان کی ان کے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہوتی۔''

''مورانو سے میں نمٹ لوں گا۔'' مسٹر اسٹیفن نے کہا ''جب اسے تمہارے نیوجرسی ٹرانسفر کا معلوم ہوگا تو وہ سمجھ لے گا کہ اب میں اسے سپلائی نہیں دے سکوں گا وہ اور اس کا گروہ سب دماغ سے محروم ہیں۔ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔'' وہ پھر آکر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے

''مجھے تو اب پتا چلا کہ منشیات کا کاروبار کتنا پھیلا ہوا ہے۔بہرحال اب نئے سیٹ اپ کی بات کرتے ہیں۔ہم یہاں دکان بڑھاتے ہیں۔مورانو کا تیسرا حصہ خود بخود ختم ہوجائے گا۔تم نیوجرسی چلے جاؤ۔ہم نیویارک میں بزنس شروع کریں گے جو ملک کی سب سے بڑی مارکیٹ ہے منشیات کی ہم بزنس بھی بڑھائیں گے۔دو میں تقسیم ہونے کی وجہ سے ہمارا حصہ بھی زیادہ ہوگا تم اپنا کام کرتے رہنا، بس ہمیں ایک شوروم کی ضرورت ہوگی پھر بزنس شروع......''

''لیکن مسٹر اسٹیفن آپ خریدار کہاں سے لائیں گے! دیکھیں یہ بہت خطرناک معاملہ ہے۔تھوڑا لیکن محفوظ منافع خطرناک اور زیادہ منافع سے بہتر ہوتا ہے۔''

''ایوانز، جب میں لڑکا تھا اور ڈرگ اسٹور میں کام کرتا تھا تو موقع پاکر پرفیوم کی کوئی شیشی، کوئی آئینہ یا ایسی ہی کوئی چھوٹی سی چیز پار کرلیتا تھا۔ان چیزوں کو سستا خریدنے والے مجھے مل ہی جاتے تھے میں صرف ایک بار پکڑا گیا۔بڈھا ڈاج مجھے پسند کرتا تھا اور جانتا تھا کہ میں بہت غریب ہوں اور اپنے گھر والوں کی مدد کرتا ہوں۔سو اس نے مجھے بچالیا۔اور میں اس لئے پکڑا گیا تھا کہ میں نے احتیاط چھوڑ دی تھی۔اس واقعے نے مجھے سبق سکھایا۔اگر آدمی چالاک اور محتاط ہو تو کبھی کسی مشکل میں نہیں پھنستا۔تو ایوانز میں نے نیویارک میں ضروری تعلقات بنالئے ہیں۔یہ تم مجھ پر چھوڑ دو اور یقین کرو کوئی یہ شک نہیں کرسکے گا کہ میں اور تم یہ کاروبار کررہے ہیں۔''

اس گفتگو کے پندرہ دن بعد ہم نے اسٹیشن آئی لینڈ نیویارک میں کاروبار شروع

کر دیا۔ ہمارا ہیڈ کوارٹر ایک پرانا بوسیدہ مکان تھا۔ میں نے دو مقامی لڑکوں کو ملازم بھی رکھ لیا، جو ذہین ہرگز نہیں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں کسی سرکاری پروجیکٹ پر کام کر رہا ہوں۔ ایک لڑکے کی ذمے داری اجنبیوں پر نظر رکھنا اور مجھے وقت پڑنے پر خبردار کرنا تھا۔ ایک کبڑا لڑکا تھا جو گھر کی صفائی کرتا تھا اور موٹر لانچ چلاتا تھا جو میں نے آنے جانے کے لئے خریدی تھی۔ دونوں کم گو بھی تھے اور وفادار بھی۔ مجھے ان سے خوف نہیں تھا۔ مکان میں کوئی چیز رکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ تو شوروم تھا جہاں سے منشیات تقسیم ہوتی تھی۔ مال گودام میرا کمرا تھا جہاں سے میں اس وقت آپ کو فون کر رہا ہوں۔ یہ ایک پرائیویٹ ہوم ہے، لینڈ لارڈ بہت سادہ آدمی ہے۔

میں ہفتے میں کئی بار اسٹیشن آئی لینڈ جاتا تھا۔ وہاں مجھے اسٹیفن کے بھیجے ہوئے گاہکوں سے ملنا ہوتا تھا، وہ گاہکوں کو کس طرح گھیرتے تھے یہ مجھے نہیں معلوم، ابتدا میں میرے اور گاہکوں کے لئے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے کوڈ ورڈ مقرر تھا پھر میں انہیں شکلوں سے پہچاننے لگا۔ ان میں عورتیں بھی تھیں، وہ سب چھوٹے ڈیلر تھے، ہم سے خریدتے اور صارفین کے ہاتھ بیچتے۔ میں ہر ہفتے معقول رقمیں سمیٹ رہا تھا لیکن مسٹر اسٹیفن میری کارکردگی سے مطمئن نہیں تھے۔

چند ماہ پہلے مسٹر اسٹیفن نیویارک آ گئے نہ جانے کیسے انہوں نے اپنا یہاں ٹرانسفر کرا لیا تھا۔ ان کا مقصد یہاں رہ کر کاروبار کی نگرانی کرنا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ قریب ہوں گے تو کاروبار میں تیزی آئے گی۔ یہ مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ کاروبار میں تیزی کے اس قدر خواہاں کیوں تھے۔ دراصل انہوں نے بڑی خاموشی سے اسٹاک مارکیٹ میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی، اپنی ناجائز کمائی کو وہ سرمائے کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ بدقسمتی سے اسٹاک مارکیٹ کے معاملات میں ان کا ذہن اس طرح کام نہیں کرتا تھا، جیسے منشیات فروشی میں کرتا تھا لہٰذا میرے ذریعے کمائی گئی ان کی تمام دولت بروکرز کے پاس پہنچ گئی۔

لیونا نے سوچا سیلی نے۔۔۔ ہاں سیلی نے بروکر کے آفس کا تذکرہ کیا تھا اور وہ..... کیا

ام ہے فری مین...... بقول سیلی کے، فری مین نے بھی ہنری کو پہنچنے والے نقصانات کے تعلق بتایا تھا۔ یہ تو اتفاق نہیں ہوسکتا۔ کم از کم کہانی کا یہ حصہ ایوانز نے گھڑا ہرگز نہیں تھا اور ب تو اس کی بیان کی ہوئی پوری کہانی خوف ناک حد تک سچی معلوم ہو رہی تھی، شاید ایوانز اگل دیوانہ نہیں......

''میرے لئے یہ صورت حال شاک کا باعث تھی۔'' ایوانز کی بات جاری تھی ''اور یرے لئے مسٹر اسٹیفن سے جان چھڑانے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ وہ اسٹاک کی ریدوفروخت کے ذریعے جو اپنی بلیک منی کو وہائٹ بنانے کی کوشش کر رہے تھے، اس میں ائٹ منی تو نہیں بن رہی تھی، الٹا بلیک منی بھی ٹھکانے لگ رہی تھی۔ ان کی ہوس کا پیٹ خالی کا خالی تھا۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اسٹاک سے جان چھڑائیں، ہماری آمدنی کچھ کم عقول نہیں، تو انہوں نے مجھے بڑی نفرت سے گھورا۔ اس کے بعد میری زبان کھولنے کی بھی ہمت ہی نہیں ہوئی۔

ایک دن میں نے ہمت کر کے کہا ''مسٹر اسٹیفن، آپ یہ اسٹاک مارکیٹ کا نقصان دہ جوا کھیلنے پر کیوں مصر ہیں جبکہ آج کل اتنے منافع کا اس میں امکان بھی نہیں جتنا ہمارے کاروبار میں ملتا ہے؟''

وہ عجیب سے انداز میں مسکرائے ''تم جانتے ہو کہ مجھے دولت کی ضرورت ہے۔ ایسی ولت جو میں دکھا بھی سکوں، جس سے مجھے عزت ملے مجھے عزت اور دولت دونوں ہی بہت یادہ درکار ہیں۔ میں ان کے حصول کے لئے پوری زندگی انتظار بھی نہیں کر سکتا اب بتاؤ اس نشیات کے دھندے سے جو دولت میں کماتا ہوں اس کے متعلق کسی کو کیا بتاؤں گا کہ وہ کہاں سے آئی ہے۔ لہٰذا میں اسے معزز بنانے کی تگ و دو کر رہا ہوں، اگر اسٹاک میں کامیابی ہوگئی تو یہ علم کسی کو نہیں ہوسکتا کہ میں نے کتنی رقم سے اسٹارٹ لیا تھا، میں کہہ سکتا ہوں کہ میں تھوڑی تھوڑی رقم بچاتا تھا پھر اسٹاک کے کاروبار میں تکا لگ گیا اور جب یہ ہوگیا تو میں ولت مند بھی ہوں گا اور عزت دار بھی، پھر میں کورٹیل کی عطا کردہ ظاہری، کھوکھلی نائب

صدارت کو لات مار دوں گا۔"

سو آپ سمجھ رہی ہیں، مسٹر اسٹیفن کے اندر تلخی، نفرت اور جھوٹا پن بہت ہے خود کو منوانے کی، اپنی عزت کرانے کی خواہش تو سب ہی کو ہوتی ہے لیکن لوگ اس مقصد کے حصول کیلئے دیانت داری سے کام کرتے ہیں۔ محنت کرتے ہیں، جب کہ مسٹر اسٹیفن محنت کئے بغیر یہ مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آج میں نے خود کو مسٹر اسٹیفن کی گرفت سے آزاد کرالیا ہے۔ میرا اب ان سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اپنے سلسلے میں کوئی صفائی پیش نہیں کر رہا ہوں لیکن میری خطا اس بڈھے شخص کی خطا ہے جس کے پاس وقت کم تھا۔ سو اسے ترغیب نے گرا دیا۔ لیکن مسٹر اسٹیفن، ان کے خوب صورت اور مضبوط جسم میں ایک سیاہ دل دھڑک رہا ہے، ان کا ذہن بگڑا ہوا ذہن ہے، مسخ شدہ۔ دوسرے لفظوں میں، میں برا آدمی ہوں اور وہ خطرناک آدمی ہیں۔

ہماری کہانی کا آخری باب اس وقت لکھا گیا جب مسٹر اسٹیفن نے منافع بڑھانے کے لئے ایک حصہ کم کر دیا۔ کوئی ایک ماہ پہلے ہمارے شوروم میں ایک ملاقاتی آیا۔

(دس بج کر چالیس منٹ)

اس روز میری مسٹر اسٹیفن سے ملاقات طے تھی۔ میں کچھ تاخیر سے پہنچا۔ میں مین ہٹن سے فیری کے ذریعے پہنچا تھا اور دھند کی وجہ سے لیٹ ہو گیا تھا۔ میں تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ مسٹر اسٹیفن ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔ قریب ہی میز پر تیل سے جلنے والا ایک لیمپ رکھا تھا، اس کی روشنی میں ان کا چہرہ مجھے واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔ وہ سپید ہو رہا تھا، ہونٹوں کے گوشے ان کی مخصوص مسکراہٹ سے تھرکتے معلوم ہو رہے تھے۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر اس دروازے کی طرف جس سے میں داخل ہوا تھا۔ میں نے دروازہ بند کیا تب میری نظر اس شخص پر پڑی۔

وہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اس نے کرسی کے پچھلے حصے کو تھاما ہوا تھا۔ وہاں تک روشنی ٹھیک طرح نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں اس کا چہرہ ٹھیک سے نہیں دیکھ سکا مگر میں اتنا

ں سے کہہ سکتا تھا کہ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ مختصر الوجود تھا وہ بھی مجھے دیکھ تھا اور اس کا تاثر خوش گوار ہرگز نہیں تھا، وہ چہرے سے بھی کوئی اچھا آدمی نہیں لگتا ۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس نے مسٹر اسٹیفن سے پوچھا "یہ ہے؟"

مسٹر اسٹیفن نے کہا "ہاں یہی ہے۔" پھر وہ میری طرف مڑے۔ "ایوانز' یہ ہیں ے پرانے دوست مسٹر مورانو۔"

مورانو نے مجھ سے کہا "بیٹھ جاؤ۔"

میں بیٹھ گیا۔ اس غیر متوقع ملاقات نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ ڈالا تھا میں گھبرا گیا تھا۔

"مورانو ہم سے خوش نہیں ہے۔" مسٹر اسٹیفن نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا سے دکھ ہے کہ ہم نے اسے بورڈ آف ڈائریکٹرز سے خارج کر دیا ہے۔"

میں نے جلدی سے مورانو کے چہرے کا تاثر دیکھا کیوں کہ مسٹر اسٹیفن کھلم کھلا اس کا اڑا رہے تھے لیکن مورانو کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ خاموش بیٹھا سن رہا تھا۔

"میں نے مسٹر مورانو کو بتا دیا ہے کہ ہم ان کی دوبارہ شمولیت کی درخواست قبول نہیں سکتے۔" مسٹر اسٹیفن نے کہا "اس پر یہ تبصرہ کرنے ہی والے تھے کہ تم آ گئے۔" انہوں ہونٹ سکوڑ کر مورانو کو دیکھا۔

مورانو کچھ دیر سوچتا رہا، جیسے الفاظ منتخب کر رہا ہو پھر اس نے بھینچے بھینچے ہونٹوں سے تگو شروع کی جلدی جلدی...... لیکن ہر لفظ واضح تھا "زمین پر اتر آنے میں ہی بہتری ۔ صورت حال اتنی مزاحیہ نہیں جتنی تم سمجھ رہے ہو۔ اگر تم خاموشی سے سنو تو بہت کچھ ، سیکھ سکتے ہو۔ تم جیسے اسمارٹ آدمی کو بھی وقتاً فوقتاً تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔ مثلاً ں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ زندہ کیسے رہا جا سکتا ہے۔" اس نے ایک لمحہ توقف کیا "تم کاروبار کو کیا سمجھتے ہو؟ پرچون کی دکان کہ جس نے چاہا دکان کھول لی۔ جس نے چاہا شروع کر دیا۔ تم نے کیا سوچ کر مجھے ڈبل کراس کیا۔ تمہارا کیا خیال تھا، میں نے تم نہیں رکھی ہوگی؟"

''یہاں تم جیت گئے مورانو'' مسٹر اسٹیفن نے کہا ''میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی۔''

''صرف اتنی سی غلطی نہیں کی تم نے۔'' مورانو نے سخت لہجے میں کہا ''اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو تم اب تک شاید مر چکے ہوتے۔ اس بزنس سے تعلق رکھنے والا ہر گروہ جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔ تم یہی سمجھتے ہو گے کہ کسی کو کچھ پتا نہیں۔ جیسے ہی انہیں پروفیسر تک پہنچنے کا راستہ ملتا وہ تمہیں ٹھکانے لگا دیتے۔ پروفیسر سے وہ براہ راست رابطہ کرتے اور تمہیں فور ہی کوئی حادثہ پیش آ جاتا۔ سمجھے اسٹیفن! لیکن میں نے معاملات سنبھالے رکھے، میرے دوستوں کی تعداد کم نہیں اسی لئے تم بچے رہے۔''

اب مسٹر اسٹیفن کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں تھی ''میں نہیں سمجھتا مورانو کہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے، ہم تمہاری مدد کے بغیر بھی کام چلا سکتے ہیں۔ ہمیں جو سودا کرنا ہو گا براہ راست کریں گے تمہارے پاس شکاگو کا بزنس ہے، وہ بہت کافی ہے۔''

''کیسی مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہو!'' مورانو نے کہا ''تم بہت بے وقوف ثابت ہو۔ ہو میں تمہیں بتا رہا ہوں تمہارے پاس کوئی چوائس نہیں ہے۔''

''اس کا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ یا تو میں یہ بزنس سنبھالوں گا یا پھر پولیس کو مطلع کر دوں گا یعنی یا تو یہ ہے یا پھر بزنس ختم۔''

مسٹر اسٹیفن تن کر بیٹھ گئے ''تم ایسا نہیں کرو گے، شکاگو میں تم ہمارے ساتھ تھے، ڈوبیں گے تو تم بھی ڈوبو گے۔''

''نہیں، مجھے کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔'' مورانو نے کہا۔ ''مجھ پر کوئی جرم ثابت نہیں ہو گا۔ میں نے تو تم لوگوں کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ سمجھ رہے ہو نا! سب سے بڑی بات کہ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ مسٹر کورٹیل کے داماد کی منشیات فروشی کی مخبری کس نے کی، اس طرح کی اطلاعات پر پولیس اطلاع فراہم کرانے والے کو تحفظ بھی دیتی ہے۔''

مسٹر اسٹیفن غصے میں آپے سے باہر ہو گئے، وہ اچانک ہی اچھلے اور مورانو کے

ما مارا۔ وہ پیچھے کی طرف گرا مسٹر اسٹیفن پھر اس پر جھپٹے اور اس کا گلا دبوچنے کی کوشش دونوں فرش پر گر پڑے مجھے یقین ہے کہ وہ مورانو کو وہیں ختم کر دیتے لیکن اسی وقت ہ کھلا۔ اگلے ہی لمحے مسٹر اسٹیفن، مورانو کے دو آدمیوں کے ہاتھوں میں جکڑے ے تھے، وہ بہت وحشی قسم کے لڑاکا تھے۔ مجھے خدشہ تھا کہ وہ مار مار کر مسٹر اسٹیفن کا حلیہ یں گے۔

مورانو نے کہا ''اسے چھوڑ دو لڑکو، میں اس کے چہرے پر کوئی نشان نہیں دیکھنا ا۔'' وہ بدستور فرش پر گرا ہوا تھا۔ پھر وہ فرش سے اٹھا اس نے بے پروائی سے اپنے ے جھاڑے۔ جیب سے کنگھا نکال کر بڑی احتیاط سے بال سنوارے۔ پھر اس نے ۔ ''اسے کرسی پر بٹھا دو اور تم لوگ باہر جاؤ۔''

انہوں نے مسٹر اسٹیفن کو کرسی پر بٹھایا اور ان کی تلاشی لی کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار تو ں۔ مسٹر اسٹیفن کا چہرہ اتر گیا تھا۔ مورانو ان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا ''اب سمجھ میں ا میری بات؟''

مسٹر اسٹیفن نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''گویا اب ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ اب کوئی الجھن نہیں ں۔'' مورانو نے پرسکون لہجے میں کہا ''اب تم میری ہدایات پر عمل کرو۔ میں تمہارا خیال ں گا یہی بات میں پروفیسر سے بھی کہہ رہا ہوں۔'' اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ ''اب ا یہاں کا انچارج ہوں، منافع آدھا آدھا ہو گا۔ آدھا میرا آدھا تم دونوں کا۔''

''یہ تو زیادتی ہے۔'' مسٹر اسٹیفن نے کمزور لہجے میں کہا ''یہ تو بہت کم......''

''یہ عین انصاف ہے، اس لئے عین انصاف ہے کہ میں کہہ رہا ہوں۔'' مورانو نے ت لہجے میں کہا ''منظور نہیں تو اپنا راستہ پکڑو۔ پروفیسر بھی فائدے میں رہے گا، اس کا افع دگنا ہو جائے گا۔''

اس وقت مورانو اچھے موڈ میں تھا لیکن وہ موڈ زیادہ دیر برقرار نہیں رہا ''یہ تو مستقل طے

ہو گیا، اب ایک چھوٹا سا معاملہ اور ہے، ایک لاکھ ڈالر کا معاملہ۔“

مسٹر اسٹیفن گھبرا گئے۔ ”ایک لاکھ ڈالر؟ وہ کیسے؟“

”میرا وہ حصہ جو تم اب تک دباتے رہے ہو۔“

”پاگل ہو گئے ہو؟“ مسٹر اسٹیفن نے چیخ کر کہا ”میرے پاس رقم کہاں؟ میں نے جو کمایا تھا اس کے شیئرز خرید لئے تھے، نقصان ہوا، سب ختم ہو گیا۔“

”یہ تو بہت برا ہوا۔“ مورانو نے افسردگی سے کہا ”بہر حال میں تمہیں ایک مہینے کی مہلت دے سکتا ہوں، ایک مہینے میں یہ رقم ادا کر دو۔“

مسٹر اسٹیفن کا رنگ اڑ گیا ”مورانو! یہ تو ممکن ہی نہیں مجھے زیادہ مہلت درکار ہے، اس عرصے میں ممکن ہے میری بیوی......“

مورانو نے نفرت سے کہا ”بیوی؟ بیوی سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔“

”تم سمجھ نہیں رہے ہو۔ وہ بیمار ہے، مرنے والی ہے اس کی وصیت کے مطابق اس کی موت کے بعد اس کا سب کچھ میرا ہے۔ بس چند ماہ انتظار کر لو، مجھے یقین ہے، اس کی زندگی بس اتنی ہی ہے۔“

”میں ساری عمر کسی کے مرنے کا انتظار نہیں کر سکتا۔“ مورانو نے سرد لہجے میں کہا ”میں ہی نہیں تم بھی نہیں کر سکتے۔ تم عقل مند آدمی ہو، جسے مرنا ہو وہ بہر حال مر جاتا ہے۔ ایسے نہیں تو ویسے ہی سہی۔“

”خدا کی پناہ! مسٹر اسٹیفن چلائے ”میں ایسا نہیں......“

”مجھے اس سے غرض نہیں۔ تیس دن کے اندر اندر ایک لاکھ ڈالر ادا کر دو۔“

”لیکن......“

”اسٹیفن! میں تمہارے ساتھ زیادہ سختی نہیں کرنا چاہتا...... ویسے تمہیں اگر پریشانی ہو تو میرے پاس آؤ، ممکن ہے میں مدد کر سکوں۔“

وہ ۱۷ جولائی تھی مسز اسٹیفن، اس وقت سے اب تک میں نہ مورانو سے ملا ہوں نہ مسٹر

یفن سے اور میں آخری پیغام آپ کو دے ہی چکا ہوں۔ میرا خیال ہے ہر بات واضح ئی ہو گی۔“

ریسیور لیونا کے ہاتھ میں لرز رہا تھا، اس کی آنکھوں میں خوف کے آنسو تھے، جسم جیسے بے روح ہو گیا تھا، اس نے بمشکل کہا ”واضح ہو گئی ہو گی! کیسے؟ اس وقت میرا شوہر کہاں ہے؟ کہاں ہے اسٹیفن؟“

”کاش مجھے معلوم ہوتا۔“ ایوانز نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔ ”ویسے آپ میرا دیا ہوا نمبر ائی کریں، ممکن ہے......“

”کون سا نمبر؟ میں تو بھول گئی ہوں۔“

”میں پھر دہرا دوں۔ پہلا پوائنٹ، اسٹیشن آئی لینڈ کے مکان کو مسٹر ایوانز نے آگ ادی ہے۔ نمبر دو۔ مسٹر ایوانز فرار ہو گئے ہیں۔ نمبر تین، مورانو گرفتار ہو چکا ہے۔ نمبر چار، ب ایک لاکھ ڈالر کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ پولیس کو اطلاع مورانو نے نہیں میں نے ی ہے۔“

”اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے تم بس وہ فون نمبر دے دو مجھے۔“ ”نمبر نچ۔ مسٹر ایوانز مین ہٹن کے پتے پر موجود ہیں لیکن انہیں احساس ہو گیا ہے کہ وہ انگلینڈ نہیں ا سکتے، بچ کر نکلنا ناممکن ہے سو اب ایک ہی پناہ گاہ رہ گئی ہے رات بارہ بجے وہ وہاں چلے ائیں گے اور مسٹر اسٹیفن بھی اگر گرفتاری سے بچے تو ان کا ٹھکانا بھی وہی ہو گا اس جگہ کا ون نمبر ہے ۵۱۱۳۳۔“

”۵۱۱۳۳“ لیونا نے لپ اسٹک سے کاغذ کے پرزے پر لکھتے ہوئے دہرایا۔

”بارہ بجے رات کے بعد۔“ ایوانز نے کہا، پھر اس نے ایک طویل، سرد آہ بھرنے کے بعد کہا ”بہت بہت شکریہ مسز اسٹیفن، گڈ بائی۔“

رابطہ منقطع ہونے کے بعد لیونا دیر تک لپ اسٹک سے لکھے نمبر کو گھورتی رہی۔ جیسے نظر ہٹی تو نمبر کاغذ پر سے مٹ جائے گا۔ پھر اس نے مشینی انداز میں نمبر ڈائل کیا اس کی انگلیاں

لرز رہی تھیں۔ پہلی بار نمبر ملا ہی نہیں، دوبارہ نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کا حال عجیب تھا، ہر سانس اذیت دے رہی تھی۔ دو گھنٹیاں بجیں اور پھر دوسری طرف سے فون اٹھالیا گیا۔ ایک مردانہ آواز نے کہا۔ ''۵۱۱۳۴''

وہ خوف زدہ تھی۔ ہسٹریا کی سی کیفیت سے دوچار۔ اس کی آواز ضرورت سے زیادہ بلند تھی۔ اس نے کہا'' مجھے مسٹر اسٹیفن سے بات کرنی ہے۔''

''کس سے میڈم؟''

''مسٹر اسٹیفن...... مسٹر ہنری اسٹیفن۔ مجھے مسٹر ایوانز نے یہاں کال کرنے کو کہا تھا۔''

''اسٹیفن کہا ہے نا آپ نے؟ ایک منٹ، میں دیکھتا ہوں۔''

ریسیور نیچے رکھ دیا گیا لیونا سماعت پر زور دیتی رہی۔ اسے دور جاتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ لمحے آہستہ آہستہ گزرتے رہے، اس کا دل اس طرح دھڑک رہا تھا کہ لگتا تھا پسلیوں کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ وہ بار بار مٹھیاں بند کرتی اور کھولتی اس کے ناخن ہتھیلی میں چبھ رہے تھے باہر دریا کی طرف کسی اسٹیمر نے سیٹی بجائی نیچے شاید چوکیدار نے لاٹھی فٹ پاتھ کی ریلنگ پر ماری۔ دوسری طرف سے قدموں کی قریب آتی چاپ سنائی دی۔

پھر اسی مردانہ آواز نے کہا''نہیں میڈم، مسٹر اسٹیفن یہاں نہیں ہیں۔''

''اوہ! مسٹر ایوانز نے کہا تھا کہ وہ یہاں متوقع ہیں۔ آپ ایک پیغام نوٹ کر سکتے ہیں؟''

''پیغام نہیں میڈم، ہم پیغام نوٹ نہیں کرتے۔ مخاطب کے لہجے میں الجھن تھی'' اور یہاں پیغامات سے کچھ فائدہ بھی نہیں ہوتا۔''

''اچھا...... یہ کہاں کا نمبر ہے؟'' لیونا نے پوچھا۔

''یہ شہر کے مرکزی قبرستان کا نمبر ہے۔''

وہ ساکت وصامت بیٹھی اس خوف ناک معمے کی کڑیاں ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اب اس کی سمجھ میں ایوانز کے لہجے کی سوگواری اور لفظوں کی معنویت آ رہی تھی وہ ب

ہ مایوس تھا' اس کی آخری منزل قبرستان تھی۔ اب حقیقت اس پر کھل رہی تھی وہ تھرا ۔۔۔ لرز کر رہ گئی تو اس کے ساتھ یہ ہونا ہے؟ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ پراسرار ل۔۔۔ آخر ان قاتلوں کی گفتگو اس کے ہی حصے میں کیوں آئی؟ اس سے پہلے ہنری کے س فون کرنے کی ہر کوشش کا نتیجہ انگیج ٹون کیوں تھا؟ اگر آفس میں ہنری نہیں تھا تو اور ن تھا؟ اور کوئی تھا بھی تو ہنری کا فون کیوں استعمال کر رہا تھا کہیں ایسا تو نہیں کہ دونوں لوں میں سے ایک ہنری کے فون پر بات کر رہا ہو۔ نہیں' مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے' میں خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک دوں گی' سوچنے کو اور بھی بہت کچھ ہے۔

پھر سیلی کا بیان؟ اس نے کہا تھا کہ ہنری کسی دشواری میں پھنس گیا ہے' کسی بڑے سنگین ملے میں ملوث ہے۔ اب اسے پوری طرح نہ سہی کسی حد تک تو سیلی کی بات پر یقین کرنا ' مجبوری تھی ایوانز کے بیان نے سیلی کے بیان کی تائید کر دی تھی' یہ الگ بات کہ یہ اسے ل کرنے کی کوئی سازش ہو۔ فرض کیا کہ ایوانز ٹھیک کہہ رہا تھا' اس کا مطلب ہے کہ ہنری رقم کی سخت ضرورت تھی۔ ایک لاکھ ڈالر اسے کہیں سے نہیں مل سکتے تھے۔ سسر کو حقیقت بتا راس سے مدد مانگ نہیں سکتا تھا۔ اب اسے ہنری پر رشک آ رہا تھا۔ اتنے سخت وقت میں ں وہ بالکل نارمل رہا تھا' وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہنری زندگی اور موت کے درمیان معلق ہے۔ اسے سیلی کی برسوں پہلے کی بات یاد آئی۔ سیلی اسے ہنری کے اندر بہت گہرائی میں ہی شخصیت کے بارے میں بتانا چاہتی تھی' سیلی جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ تو اب زندگی اور ت کی کشمکش میں پھنسے ہوئے ہنری کے سامنے کون سا راستہ رہ گیا تھا؟ اس سوال کا جواب سے معلوم تھا۔ ایوانز کی گفتگو مکمل ہوتے ہی وہ سمجھ گئی تھی' اب کراس ہونے والی لائن کا سبب ں واضح تھا۔ اب حقیقت سے گریز کرنا اسے ذہن سے جھٹکنا بہت مشکل تھا۔

حقیقت نے اس کے شعور کو چھو لیا تھا' اسی لمحے پل کی طرف بڑھتی ہوئی ٹرین کی ڑگڑاہٹ سنائی دی۔ سنی ہوئی مختلف باتیں بے ترتیب سی اس کی سماعت میں گونجنے یں۔۔۔'' ہمارے کلائنٹ۔۔۔ میں ٹرین کے پل پر پہنچنے کا انتظار کروں گا۔۔۔ تاکہ وہ

پہنچے تو اس کی آواز ٹرین کے شور میں۔۔۔ چاقو مناسب رہے گا نا۔۔۔ ہمارا کلائنٹ چاہتا ہے کہ یہ ڈکیتی معلوم ہو۔۔۔ وہ مرنے والی ہے۔۔۔ بس چند مہینے۔۔۔ میں عمر بھر کسی کی موت کا انتظار نہیں کر سکتا۔۔۔ ایک لاکھ ڈالر۔۔۔ آپ کا دل بالکل ٹھیک ہے' پوری طرح صحت مند۔ میں نے مسز اسٹیفن کو بتادیا تھا' انہوں نے آپ کو نہیں بتایا حیرت ہے۔۔۔''

اس نے گھبرا کر ریسیور اٹھایا اور آپریٹر کا نمبر ڈائل کیا'' مجھے پولیس سے بات کرنی ہے۔''

''پولیس اسٹیشن چوکی نمبر ۱۷' سارجنٹ ڈنی اسپیکنگ۔''

''میں مسز اسٹیفن بول رہی ہوں' میں نے کچھ دیر پہلے آپ کو فون کیا تھا۔۔۔ ایک قتل۔۔۔''

''جی میڈم مسز اسٹیفن ہی کہا ہے نا آپ نے؟''

''مسز ہنری اسٹیفن ۔۴۳ سٹن لمپیس' میں نے آپ کو ایک کال کے بارے میں بتایا تھا جو میں نے غلطی سے سن لی تھی۔''

''مجھے یاد ہے۔''

''تم نے اس سلسلے میں کیا کیا؟''

''وہ تحریری شکل میں میرے سامنے رکھی ہے۔'' ڈنی نے محتاط لہجے میں کہا۔

''تو تم نے کوئی عمل۔۔۔؟''

''ہم جو کچھ کر سکتے ہیں ضرور کریں گے' اگر کچھ ہوا۔۔۔''

''کچھ ہوا؟'' لیونا نے دہرایا'' یعنی جب تک کچھ ہوگا نہیں تم کچھ بھی نہیں کرو گے؟''

''میں آپ کو بتا چکا ہوں میڈم کہ آپ نے جو معلومات فراہم کی ہیں بے حد مبہم اور غیر واضح ہیں' بتائیں ان کی روشنی میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟''

''لیکن۔۔۔'' لیونا کہتے کہتے رک گئی اگر اس نے حقیقت کو درستی کے ساتھ سمجھا تھا تب بھی وہ پولیس کو اس سے آگاہ نہیں کر سکتی تھی' قوی ترین امکانات کے باوجود یہ ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ سچ نہ ہو۔ اور اگر ابھی اس نے پولیس کو بتادیا اور بات غلط ثابت ہوئی تو تلافی ممکن

ہی نہیں تھی۔ نہیں وہ پولیس کو کچھ نہیں بتا سکتی تھی کوئی اور طریقہ ڈھونڈنا ہوگا۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں زحمت دی۔'' اس نے آہستہ سے کہا'' لیکن میرے خیال میں تمہیں ہر طرف ریڈیو کال بھیج۔۔۔''

''یہ فیصلہ ہیڈ کوارٹر کو کرنا ہے۔'' ڈنی نے کہا'' ہم نے تو اطلاع ان تک پہنچادی تھی' اب وہ جانیں۔ ہمیں ان کی طرف سے کوئی جوابی کال نہیں موصول ہوئی۔''

''شکریہ سارجنٹ۔ کاش یہ کوئی غلط فہمی ہو۔''

ریسیور رکھنے کے بعد خوف میں ڈوبی لیونا سوچتی رہی کہ اب کیا قدم اٹھائے اسے اپنے تحفظ کے لئے کچھ تو کرنا ہے۔ اگر کہیں واقعی۔۔۔ ڈیٹکٹیو ایجنسی؟ وہاں سے کوئی اس حفاظت کے لئے آ سکتا ہے۔ وہ رازداری کا خیال رکھنے کا بھی پابند ہوگا اس نے کلاک پر نظر ڈالی' گیارہ بجنے والے تھے۔ اس کے پاس زیادہ مہلت نہیں تھی۔ اس نے کانپتی انگلی سے آپریٹر کا نمبر ڈائل کیا'' مجھے کسی ڈیٹیکیٹو ایجنسی کا فون نمبر دو۔'' اس نے نروس انداز میں کہا۔

''یہ آپ کو کلاسیفائڈ ڈائریکٹری میں ملے گا۔''

''وہ میرے پاس نہیں ہے اور میرے پاس وقت بھی نہیں ہے' بہت دیر ہوگئی ہے۔''

''میں آپ کو انفارمیشن سے ملا دیتی ہوں۔''

''نہیں'' لیونا برہمی سے چیخی'' تمہیں کوئی پروا نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا میں مر بھی سکتی ہوں اور تمہیں ذرا خیال......''

''میں نہیں سمجھی میڈم!''

''تم مجھے اسپتال کا نمبر دو۔''

''کسی خاص اسپتال کا؟''

''کوئی بھی اسپتال، سنا تم نے کوئی بھی......''

''ایک منٹ پلیز۔''

(گیارہ بجے۔)

وہ انتظار کرتی رہی۔ آخر کار دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی، اس دوران وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے کمرے کا جائزہ لیتی رہی۔ اور کھلے دروازے، دیواروں پر آویزاں تصاویر پر پڑتے سایوں کو اور میز پر رکھے گلدستے کو دیکھتی رہی۔

''بیل دیوا اسپتال۔'' دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

''میں نرسز رجسٹری سے بات کرنا چاہتی ہوں۔'' لیونا نے کہا۔

''کس سے بات کرنی ہے آپ کو؟''

''مجھے ایک تربیت یافتہ نرس کی خدمات کی فوری ضرورت ہے۔ رات بھر کے لئے۔''

''میں سمجھ گئی۔ آپ کی کال متعلقہ دفتر میں ٹرانسفر کر رہی ہوں۔''

چند لمحے بعد ایک اور آواز گنگنائی ''دس از نرسز ہوم۔''

''مجھے ایک نرس چاہئے اور فوری طور پر۔'' لیونا نے کہا ''یہ بہت اہم ہے...... فوراً۔''

''کیس کی نوعیت کیا ہے میڈم؟''

''کیس کی نوعیت؟'' لیونا گڑبڑائی ''دراصل میں بہت بیمار ہوں اور اکیلی ہوں۔ شہر میں میرا کوئی جاننے والا نہیں اور ابھی مجھے ایک خوف ناک تجربہ ہوا ہے، میں رات تنہا نہیں گزارنا چاہتی۔''

''آپ نے ہمارے اسپتال کے کسی ڈاکٹر سے مشورہ کیا ہے؟''

''نہیں'' لیونا کی آواز بلند ہوگئی ''لیکن یہ اتنے سوالات...... اتنی چیکنگ میں نہیں سمجھتی کہ ضروری ہے۔ بھئی میں نرس کو نقد ادائیگی......''

''ہم جانتے ہیں۔'' دوسری طرف سے پرسکون لہجے میں کہا گیا۔ ''لیکن یہ کوئی پرائیویٹ اسپتال نہیں سٹی اسپتال ہے۔ جب تک کوئی ایمرجنسی نہ ہو اور ڈاکٹر حکم نہ دے ہماری کوئی نرس باہر نہیں جاتی میرا خیال ہے آپ کسی پرائیویٹ اسپتال سے رجوع کریں۔''

''لیکن میرے پاس اور کسی اسپتال کا نمبر نہیں ہے۔'' وہ حلق کے بل چلائی ''اور میں انتظار نہیں کرسکتی۔ مجھے نرس کی شدید ضرورت ہے۔''

''نمبر آپ مجھ سے لے لیں۔ نوٹ کریں

......فون...... ناٹ...... تھری...... سیون۔''

اب وہ پھر ڈائل گھما رہی تھی' دوسری طرف گھنٹی بجی، ریسیور اٹھایا گیا ''سینٹر رجسٹری آف نرسز۔ مس جورڈن اسپیکنگ۔''

''مجھے فوری طور پر ایک نرس کی خدمات درکار ہیں۔''

''آپ کا نام پلیز؟''

''مسز اسٹیفن۔ مسز ہنری اسٹیفن۔ ۴۲ سٹن پیلس۔ یہ بہت ضروری ہے۔''

''کسی ڈاکٹر نے آپ کو نرس رکھنے کا مشورہ دیا ہے؟''

''نہیں، میں یہاں اجنبی ہوں اور بیمار ہوں آج کی رات میری زندگی کی خوف ناک ترین رات ہے میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔''

''بات یہ ہے مسز اسٹیفن کہ نرسوں کی بہت کمی ہے، جب تک انچارج ڈاکٹر ضروری قرار نہ دے، نرس کو اس طرح بھیجنا بہت دشوار کام ہے۔''

''لیکن یہ ضروری ہے۔'' لیونا نے گھگیا کر کہا ''میں بیمار ہوں، گھر میں اکیلی ہوں مجھے نہیں معلوم کہ میرا شوہر کہاں ہے ورنہ اسے بلا لیتی اور میں بہت خوف زدہ ہوں، اگر کوئی میری مدد کو نہیں آیا کچھ نہیں کیا گیا تو میں پاگل ہو جاؤں گی، مر جاؤں گی۔''

''اوہ!'' مس جورڈن سوچ میں پڑ گئی ''ٹھیک ہے، جیسے ہی مس فلپس آئے گی میں اسے فون کرنے کو کہوں گی۔''

''مس فلپس؟ وہ کب آئے گی؟''

''ساڑھے گیارہ بجے کے قریب......''

''ساڑھے گیارہ!'' اسی لمحے اسے کلک کی آواز سنائی دی، فون میں ہلکی سی کلک کی آواز، یہ آواز اس نے پہلے بھی کئی بار سنی تھی۔

''یہ کیا ہے؟'' وہ چلائی۔

''کیا میڈم؟''

''یہ کلک کی آواز میرے فون میں۔ جیسے کسی نے نیچے ایکسٹینشن کا ریسیور اٹھایا ہو۔''

''میں نے کچھ نہیں سنا۔''

''میں نے سنی وہ آواز۔'' اس کی آواز خوف سے گھٹنے لگی۔ ''کوئی میرے گھر میں گھس آیا ہے، نیچے کچن میں موجود ہے۔ میری گفتگو سن رہا ہے وہ.....'' دہشت نے اسے پوری طرح دبوچ لیا۔ وہ حلق کے بل چیخی اور ریسیور مشینی انداز میں کریڈل پر پٹک دیا! اب وہ اسیر خوف تھی۔ اس نے اپنی توجہ اپنے اردگرد لہریں لیتی خاموشی پر مرکوز کی، اسے فرش پر ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وہ چونکی، لرزی، آنکھیں پھیل گئیں۔

''کون ہے؟'' اس نے پکارا ''کون ہے یہاں؟''

ہلکی سی تھپ تھپ کی آواز جاری رہی۔ اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھیں، وہیں جم کر رہ گئیں وہ انتظار کرتی رہی، انتظار پھر اس نے پھٹی پھٹی آواز میں چیخ کر کہا

''ہنری...... ہنری۔''

کوئی جواب نہیں، آواز بدستور آ رہی تھی۔ اس نے چادر پھینکی اور بستر سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن خوف نے جیسے اسے مفلوج کر دیا تھا۔ جسم کی تمام توانائی نچوڑ لی تھی۔ اس نے پھر کوشش کی، اس بار وہ تکیوں پر ڈھیر ہوگئی۔ دہشت نے اسے پتھر کا بنا دیا تھا۔ اس کی نظریں کمرے سے گھومتی ہوئی ادھ کھلے دروازے پر جا رکیں، اس دروازے کے پیچھے سے کسی کو نمودار ہونا تھا۔ خوف کی کسی ان دیکھی علامت کو، سڑک سے کوئی ٹرک گزرا۔ ایک لمحے کو اس کی آواز کمرے میں چھا گئی۔ اس نے کھڑکی کی طرف دیکھا، اس بار تھپ تھپ کی آواز کا سبب اس پر واضح تھا بھاری پردے کھڑکی کی چوکھٹ سے ٹکرا رہے تھے۔ اس ٹکرانے سے وہ آواز پیدا ہو رہی تھی۔

ایک لمحے کو وہ پرسکون ہوئی، دھڑکنوں کا شور تھم سا گیا۔ اس نے سوچا شاید ڈاکٹر فلپ نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ میرا دل پوری طرح صحت مند ہے ایک سچی خوشی نے اس کی آنکھیں نم

کر دیں، اس نے سوچا اگر میں آج کی رات جھیل گئی تو زندگی بھر کبھی بستر نہیں پکڑوں گی، میں خود کو جلد از جلد صحت مند اور توانا بناؤں گی۔ لیکن فضا میں اب بھی خطرے کی بو رچی ہوئی تھی، اسے جلد از جلد فوری طور پر کچھ کرنا تھا، اس کمرے سے کیسے نکلا جائے؟ اس نے خودکار انداز میں فون کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ فون سے کچھ دور معلق ہی رہ گیا کال کسے کی جائے؟ اس وقت کون اس کی مدد کر سکتا ہے؟ گھر میں گھسنے والے نے فون پر اس کی نرس انچارج سے گفتگو سنی تھی۔ اس سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی تھی؟ ایک لمحے کو وہ بے یقینی کی دھند میں جھولتی رہی۔ دہشت اس کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی، اس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔ جیسے وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہو۔

''ہیلو؟'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

جواباً آپریٹر کی غیر جذباتی آواز سنائی دی ''نیو ہیون سے مسز اسٹیفن کے لئے کال ہے، وہ موجود ہیں؟''

''ہاں میں بول رہی ہوں لیکن میرے پاس وقت نہیں ہے، بعد میں رنگ کرنا اس وقت میں بات نہیں......''

''مسز اسٹیفن کے لئے مسٹر ہنری اسٹیفن کی کال ہے۔ کیا آپ کال ریسیو نہیں کرنا چاہتیں میڈم؟''

لیونا کے جسم میں برقی رو سی دوڑ گئی۔ ''مسٹر ہنری اسٹیفن؟'' اس کی آواز آنسوؤں میں بھیگ گئی۔ ''مسٹر اسٹیفن...... نیو ہیون سے؟''

''آپ کال ریسیو کر رہی ہیں؟''

لیونا کے وجود میں ایک امید زور پکڑ رہی تھی کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ ایک خوفناک خواب ہے۔ جس شخص کے ساتھ اس نے ازدواجی زندگی کی قربت کے دس سال گزارے ہیں، وہ اس سے اتنا پوشیدہ نہیں ہو سکتا لیکن وہ جانتی تھی کہ یہ خواب نہیں ہے، کوئی اور بات ہے۔ بہرحال وہ ہنری سے پولیس کو فون کرنے کی فرمائش تو کر سکتی تھی۔ اس طرح سب کچھ

سامنے آجائے گا۔

"میں...... میں یہ کال ریسیو کروں گی۔" اس نے آپریٹر سے کہا۔ وہ سانس روکے ہنری کی آواز کا انتظار کرتی رہی۔

(گیارہ بج کر پانچ منٹ)

"ہیلو ڈارلنگ، یہ تم ہو؟" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ہنری...... ہنری کہاں ہو تم؟" لیونا کی آواز اتنی دور سے بھی اسے خود سے لپٹی، خود کو جکڑتی محسوس ہوئی۔

"میں بوسٹن جاتے ہوئے یہاں نیوہیون میں رکا ہوں ڈیئر۔ تمہیں میرا ٹیلی گرام نہیں ملا؟"

"ہاں مل گیا تھا۔ لیکن میری سمجھ میں......"

"سمجھنے کی کوئی بات ہے ہی نہیں ڈیئر۔ میں نے تمہیں فون کرنے کی کوشش کی تھی لیکن تمہارا فون مصروف تھا۔ میں نے سوچا، اب کال کرلوں۔ اس طرح غیر متوقع پروگرام بننے پر معذرت خواہ ہوں۔ لیکن میں جانتا تھا، تم خیریت سے ہوگی۔"

"میں بالکل خیریت سے نہیں ہوں۔" لیونا کا لہجہ ہذیانی تھا۔ "اس وقت بھی گھر میں کوئی موجود ہے...... گھسا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے اس بات کا۔"

"یہ کیا بے وقوفی ہے؟ گھر میں کون گھسے گا۔" ہنری نے کہا۔ "تم اکیلی تو نہیں ہو نا؟"

"بالکل اکیلی ہوں۔" وہ تقریباً رودی۔ "میرے ساتھ کون ہوتا؟ تم نے لارسن کو چھٹی دے دی......"

"تو پھر؟"

"اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ ٹھیک چھ بجے گھر آجاؤ گے۔"

"اچھا! مجھے تو یاد نہیں۔" ہنری نے معصومیت سے کہا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا۔" لیونا نے زور دے کر کہا۔ "اور اب میں گھنٹوں سے اکیلی ہوں۔ عجیب عجیب فون کالز آرہی ہیں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ ہنری

سنو...... میں چاہتی ہوں کہ تم پولیس کو فون کردو۔ ان سے کہو کہ وہ فوراً مجھ تک پہنچیں۔"

"لیونا۔ اتنا نروس ہونے کی ضرورت نہیں" ہنری نے سرد لہجے میں کہا۔

"نروس!"

"تم گھر میں بالکل محفوظ ہو۔ مس لارسن نے جاتے ہوئے تمام دروازے مقفل کردئے ہوں گے۔"

"میں جانتی ہوں" لیونا نے کمزور لہجے میں کہا۔ "لیکن میں نے خود فون پر کچن میں ریسیور اٹھائے جانے کی آواز سنی ہے۔ مجھے پورا یقین ہے۔"

"بے وقوف، گھر مقفل ہے۔ باہر پرائیویٹ چوکی دار راؤنڈ لگاتا ہے۔ ٹیلی فون تمہارے بیڈ کے ساتھ رکھا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات ہی نہیں۔"

"لیکن تم پولیس کو فون کردو گے تو مجھے اطمینان ہو جائے گا میں نے انہیں فون کیا۔ مگر انہوں نے میری بات پر توجہ نہیں دی۔" وہ سسکنے لگی۔

"دیکھو، میں نیوہیون میں ہوں۔ یہاں سے نیویارک فون کروں گا تو وہ مجھے پاگل ہی سمجھیں گے اور پولیس کی ضرورت بھی کیا ہے! تم ڈاکٹر فلپ سے فون پر بات کرلو۔"

"ہنری، تم ایوانز نامی شخص کو جانتے ہو؟" لیونا نے پوچھا۔

"ایوانز؟" ہنری کی آواز میں حیرت تھی۔

"ہاں...... والڈو ایوانز۔"

"میں نے تو کبھی یہ نام بھی نہیں سنا۔ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس نے مجھے فون کیا تھا۔ بہت دیر تک گفتگو ہوئی اس سے۔ تمہارے بارے میں۔"

(۱۱ بج کر ۱۰ منٹ)

"میرے بارے میں؟ میرے متعلق کیا بتایا اس نے؟" ہنری نے پوچھا۔

"اس نے بڑی خوف ناک باتیں بتائیں۔ کچھ باتیں تو ایسی تھیں کہ مجھے وہ پاگل لگ

رہا تھا لیکن بہت سی باتیں سچ بھی لگ......''

''وہ پاگل ہی ہوگا۔'' ہنری نے کہا۔''تمھیں پاگلوں سے اس طرح فون پر بات نہیں کرنی چاہیے۔ خیر، اب بھول جاؤ کہ......''

''اس نے مجھے بتایا کہ تم ڈیڈی کی کمپنی سے منشیات چرا کر بیچتے رہے ہو۔ کیا یہ سچ ہے ہنری؟''

ہنری کا لہجہ بدل گیا۔''مجھے یہ سن کر بہت تکلیف ہوئی ہے لیونا، کہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو، کیا یہ سچ ہے۔ ایسی فضول بات تو پوچھنی بھی نہیں چاہئے تھی۔ میرا خیال ہے تم نے خواب دیکھا ہوگا......''

''خواب؟ ہرگز نہیں......'' وہ چلائی۔''اس ایوانز نے تمہارے لئے ایک پیغام بھی چھوڑا ہے۔ پیغام یہ ہے اسٹیشن آئی لینڈ والا مکان جل کر راکھ ہو چکا ہے......اور پولیس کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ مورانو گرفتار ہو چکا ہے......''

''میں نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا تھا لیکن مسز لارڈ......سیلی ہنٹ تھی نا! اس نے بھی مجھے یہی بات بتائی۔''

چند سیکنڈ خاموشی رہی۔

''تم سن رہے ہونا ہنری؟'' لیونا نے پوچھا۔

ہنری نے زبان پھیر کر اپنے ہونٹ تر کئے۔''ہاں......سن رہا ہوں۔''

''انہوں نے بتایا ہے کہ تم مجرم ہو۔ بہت مایوس اور بگڑے ذہن کے آدمی۔ اور ایوانز نے بتایا کہ تم مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتے۔ مروانا چاہتے ہو۔''

''میں......'' ہنری نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اب سیلاب کے آگے بند نہیں باندھا جا سکتا تھا۔

''اور ہنری، وہ ایک لاکھ ڈالر کا معاملہ! تم نے مجھ سے کیوں نہیں مانگ لی وہ رقم؟ مجھے معلوم ہوتا تو میں ہنسی خوشی ایک لاکھ کا بندوبست کر دیتی۔''

''چھوڑو۔''

''کیا اب کچھ نہیں ہو سکتا؟ اگر دیر نہیں ہوئی تو میں اب بھی بندوبست کر سکتی ہوں۔''

''چھوڑو۔ بھول جاؤ اس بات کو۔''

آنسو، جنھیں وہ روک رہی تھی، اب اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس نے پھنسی نسی آواز میں کہا۔''ہنری، میں نے کبھی تمہیں دکھ نہیں دینا چاہا۔ یہ جو کچھ ہوا، صرف اس ئے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ شاید میں خوف زدہ تھی کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ ں ڈرتی تھی کہ تم مجھے چھوڑ جاؤ گے......اکیلا......''

(گیارہ بج کر گیارہ منٹ)

''خدا کے لئے لیونا، احمقانہ باتیں مت کرو۔'' ہنری نے بے رحمی سے کہا۔''میری ت غور سے سنو۔''

''ٹھیک ہے۔ سن رہی ہوں۔'' لیونا نے سرگوشی میں کہا۔

''جیسا میں کہوں، ویسا کرو۔ کروگی نا؟ تم بستر سے اترو......''

''نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ ناممکن......''

''تمہیں کرنا ہوگا۔'' ہنری کے لہجے میں تحکم تھا۔''بستر سے اترو۔ کمرے سے لو۔ دوسرے بیڈ روم میں جاؤ۔ کھڑکی کھولو اور مدد کے لئے پکارنا شروع کردو۔ زور زور سے......''

''نہیں نہیں......میں ہل بھی نہیں سکتی۔'' لیونا منمنائی۔''میں بہت خوف زدہ وں۔ میں نے بہت کوشش کی ہے۔ مگر مجھ سے ہلا بھی نہیں جا رہا ہے۔''

''کوشش کرتی رہو۔ تم نہیں جانتیں، اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میرے نصیب میں صرف قی کرسی آئے گی۔ میں یہاں بھی جلوں گا اور وہاں بھی......''

''کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟''

''لیونا..... کوشش کرو۔ کمرے سے نکلو۔ نہیں نکلیں تو سمجھ لو کہ اب صرف تین منٹ اور زندہ رہ سکو گی۔''

(گیارہ بج کر بارہ منٹ)

''کیا؟ کیا کہہ..... ؟''لیونا کی آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔''باتیں مت کرو لیونا۔'' ہنری کی اپنی آواز بھی خوف سے چیخ رہی تھی۔

''باتیں مت کرو۔''اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔''بستر سے اترو۔ ہمت کرو۔ یہ ضروری ہے۔ تم نے جو کچھ سنا ہے، سب سچ ہے۔ لیوسن رہی ہو؟ میں دلدل میں پھنس چکا ہوں۔ میں بہت مایوس تھا۔ میں نے آج رات تمہیں قتل.....''

''ہنری!''لیونا دہشت سے چیخی۔''ہنری! یہاں کوئی ہے۔ کوئی اوپر آ رہا ہے..... سیڑھیوں پر کوئی.....''

''بستر سے اترو لیونا! چلو..... ہمت کرو..... پلیز'' ہنری پاگلوں کی طرح چیخا۔

''نہیں ہلا جا رہا.....''

''یہ ضروری ہے لیونا۔ ضروری ہے۔''

''ہنری..... ہنری! مجھے بچا لو۔ خدا کے لئے، بچا لو مجھے!''

(گیارہ بج کر پندرہ منٹ)

چیخنے کے ایک لمحے بعد لیونا نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ خوف نے اس کو شل کر کے رکھ دیا تھا۔ اسے ٹرین کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اس نے خود کو گھسیٹ کر بستر سے اتارنے کی کوشش کی لیکن جیسے وہ لوہے کے غیر مرئی تاروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ وہ ہل بھی نہ سکی۔ ٹرین کی گڑگڑاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر پل کا ارتعاش..... اور آخر میں رات اور اس کے سناٹے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ ریل کے شور اور پل کے ارتعاش میں لیونا کی آخری خوفناک سسکی بھی دب کر رہ گئی۔ ٹرین گزر چکی تھی۔ کمرے

میں اب سانس کی مکروہ آواز کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر بستر سے دور ہٹتے ہوئے دبے قدموں کی چاپ!

اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی! ربڑ سول کے جوتوں کی چاپ بے حد مدھم تھی۔ خون آلود دستانے والا ایک ہاتھ بڑھا اور ریسیور اٹھا لیا گیا۔

ہنری لرزتی، امید بھری آواز میں پکار رہا تھا۔''لیونا..... لیونا.....''

چند لمحے کا توقف..... پھر بھاری آواز نے کہا۔''سوری..... رانگ نمبر.....''

(گیارہ بج کر سولہ منٹ)

۞۞۞۞۞